مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

نمبر (۸۳۵)

رجسٹرڈ ایل

خاتم النبیین نمبر

الفضل قادیان

ایڈیٹر۔ غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

زندگانی چیست

فرمودہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام

یا نبی اللہ! جہاں تاریک شد از کفر و شرک
وقتِ آں آمد کہ بنمائی رُخِ خورشید وار

بینم انوارِ خدا در رُوئے تو اے دلبرم
مست عشقِ رُوئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار

اہلِ دل فہمند قدرت عارفاں دانند حال
از دو چشمِ شپّراں پنہاں خورِ نصف النہار

زندگانی چیست؟ جاں کردن براہِ تو فدا
رستگاری چیست؟ در بندِ تو بودن صید وار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری معجزات

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ

جس وقت انسان کے عرفان اور یقین اور توکل اور محبت میں ایسا مرتبہ عالیہ پیدا ہو جائے۔ کہ اس کے خلوص اور ایمان اور وفا کا اجر اس کی نظر میں وہمی اور خیالی اور ظنی نہ رہے۔ بلکہ ایسا یقینی اور قطعی اور مشہود اور مرئی اور محسوس ہو۔ کہ گویا وہ اس کو مل چکا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے وجود پر ایسا یقین ہو جائے۔ کہ گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور ہر یک آئندہ کا خوف اس کی نظر سے اٹھ جائے۔ اور ہر یک گذشتہ اور موجودہ غم کا نام و نشان نہ رہے۔ اور ہر یک روحانی تنعم موجود الوقت نظر آئے تو یہی حالت جو ہر یک قبض اور کدورت سے پاک اور ہر یک دغدغہ اور شک سے محفوظ اور ہر یک درد انتظار سے منزہ ہے۔ لقا کے نام سے موسوم ہے اور اس رتبہ لقا پر محسن کا لفظ جو آیت میں موجود ہے۔ نہایت صراحت سے دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ احسان حسب تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی حالت کاملہ کا نام ہے۔ کہ جب انسان اپنی پرستش کی حالت میں خدا تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کرے۔ کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے ؀

اور یہ لقا کا مرتبہ تب سالک کے لئے کامل طور پر متحقق ہوتا ہے۔ کہ جب ربانی رنگ بشریت کے رنگ و بو کو بتمام و کمال اپنے رنگ کے نیچے مغلوب اور پوشیدہ کر دیوے جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہے۔ کہ بظاہر بجز آگ کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ یہ وہی مقام ہے۔ جس پر پہونچکر بعض سالکین نے لغزشیں کھائی ہیں۔ اور شہودی پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ میں سمجھ لیا ہے۔ اس مقام میں جو اولیاء اللہ پہونچے ہیں۔ یا جن کو اس میں کوئی گھونٹ میسر آگیا ہے۔ بعض اہل تصوف نے ان کا نام اطفال اللہ رکھ دیا ہے۔ اس مناسبت سے کہ وہ لوگ صفات الٰہی کے کنارہ عاطفت میں بکلی جا پڑے ہیں۔ اور جیسے ایک شخص کا لڑکا اپنے حلیہ اور خط و خال میں کچھ اپنے باپ سے مناسبت رکھتا ہے۔ ویسا ہی ان کو بھی ظلی طور پر بوجہ تخلق باخلاق اللہ خدا تعالیٰ کی صفات جمیلہ سے کچھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے نام اگرچہ کھلے کھلے طور پر زبان شرع مستعمل نہیں ہیں۔ مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم سے ہی اس کو استنباط کیا ہے۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ آبَاءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا۔ یعنے اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اگر مجازی طور پر ان الفاظ کا بولنا منہیات شرع سے ہوتا۔ تو خدا تعالیٰ ایسی طرز سے اپنی کلام کو منزہ رکھتا جس سے اس اطلاق کا جواز مستنبط ہو سکتا ہے ؀

اور اس درجہ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں۔ کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی۔ اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا۔ کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا۔ کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہونچا ہو۔ اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی۔ کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا۔ وہ تو نے نہیں پھینکا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا ؀

اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شق القمر ہے۔ اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی۔ کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آگیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں۔ جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دکھلائے۔ جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا۔ اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا۔ کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا۔ اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا۔ اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا۔ اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا۔ اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے مونہہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے۔ اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے۔ جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی ؀

حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں۔ تو وہ معذور ہیں۔ کیونکہ وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے جس میں ظلی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے۔ پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں۔ تو وہ اپنے ہنسنے میں بھی معذور ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجہ روحانی بلوغ کو طے نہیں کیا۔ اور نہ صرف اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں۔ بلکہ اس بات پر خوش ہیں۔ کہ اسی حالت ناقصہ میں مریں بھی ؀ (آئینہ کمالات اسلام)

الفضل
قادیان دارالامان - مورخہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۳۰ء

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مُلہم کی حیثیت میں

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کے قلم سے

مامُورین کی دو حیثیتیں

ہر انسان جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے اسکی کئی حیثیتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک نبی کی۔ ایک رسول کی۔ ایک ملہم کی۔ ایک مامور کی۔ ایک آمر کی۔ ایک معلم کی۔ اور ایک مُربی کی۔ ہر ایک حیثیت اپنی ذات میں ایک قیمتی جوہر اور دلفریب چیز ہوتی ہے۔ جسے دیکھکر انسان بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا دل اس اقرار پر مجبور ہوتا ہے۔ کہ اس کے تمام افعال کسی زبردست طاقت کے تصرف کے ماتحت ہیں۔ مَیں اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملہم ہونے کی حیثیت کو لیتا ہوں۔ کہ اس میں بھی آپ نہ صرف دوسری دنیا سے بلکہ سب نبیوں سے بڑھے ہوئے تھے۔

آنحضرت صلعم پر نازل ہونیوالے کلام کی حیثیت

ملہم ہونے کی حیثیت میں جس چیز کو ہمیں دیکھنا چاہیئے وہ نبی پر نازل ہونے والا کلام ہے۔ اس کلام کی حیثیت کے مطابق ہم نبی کی شان کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کیونکہ کلام اسیقدر طاقتیں اپنے ساتھ لے کر آتا ہے جس قدر کام کی اس سے امید کی جاتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ نبی کا ہتھیار اس کا کلام ہوتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ضرورت کے مطابق ہی ہتھیار اسے دیا جائے گا۔ اگر بڑے دشمن کا مقابلہ ہے اور بہت بڑی فتوحات اس کے ذمہ لگائی گئی ہیں۔ تو یقیناً بہت کاری ہتھیار اسے دینا ہوگا۔ تاکہ وہ اپنا کام کر سکے۔

لیکن تعجب ہے کہ دنیا نے اس صاف اور سیدھی صداقت کو نہیں سمجھا۔ اور کئی بے وقوف کہدیا کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سوائے قرآن کریم کے کوئی معجزہ نہیں ملا۔ اور اس سے انہیں یہ بتانا مطلوب ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے بھلا کیا معجزہ ہونا تھا۔ پس اگر اس کے سوا کوئی معجزہ نہیں ملا تو گویا کوئی معجزہ ہی نہیں ملا۔ لیکن یہ خیال ان لوگوں کا محض ناسمجھی یا حماقت پر مبنی ہے۔ اول تو یہ درست نہیں کہ قرآن کریم کے سوا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی اور نشان نہیں ملا۔ آپ کی زندگی کا تو ہر پہلو ایک معجزہ تھا۔ اور آپکو اللہ تعالیٰ نے اسقدر معجزات دیئے کہ سب انبیاء کو مجموعی طور پر بھی اسقدر معجزات نہ ملے ہوں گے۔ لیکن اگر ہم فرض کرلیں کہ اور کوئی معجزہ آپکو نہیں ملا۔ تب بھی قرآن کریم کا معجزہ سب معجزات سے بڑھ کر ہے۔ اور وہ ایک ہی آپکے سب نبیوں پر برتر ہونے کا ثبوت ہے۔

سر ولیم میور کے ایک اعتراض کی لغویت

چونکہ بعض لوگوں کو یہ خیال ہے کہ جب قرآن کریم کو معجزہ قرار دیا جاتا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس کی زبان بہت فصیح ہے۔ اسوجہ سے یہ لوگ قرآن کریم کے مختلف عیوب بیان کرتے رہتے ہیں اور اس کوشش میں ایسی ایسی احمقانہ حرکات کر بیٹھتے ہیں کہ ہنسی آجاتی ہے۔

چنانچہ سر ولیم میور اپنی کتاب "سوانح محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتے ہیں۔ کہ پانچویں سال سے دسویں سال قبل ہجرت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم میں یہودی کتب کے مضامین بیان کرنے شروع کئے۔ اور اس وجہ سے قرآن کریم کا وہ پہلا اندازِ بیان نہ رہا۔ اور بڑی مشکل سے یہودی روایات کو عربی زبان میں داخل کرنے کے آپ قابل ہوئے۔ اور چونکہ دن کو تو آپ کو فرصت نہیں ہوتی تھی اسوجہ سے معلوم ہوتا ہی کہ راتوں کو جاگ جاگ کر آپ محنت سے وہ ٹکڑے تیار کرتے ہوں گے۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات یٰایھا المزمّل قم الّیل الّا قلیلاہ نصفہ او انقص منہ قلیلاہ او زد علیہ و رتّل القراٰن ترتیلاہ انّا سنلقی علیک قولا ثقیلاہ انّ ناشئۃ الّیل ھی اشدّ وطأً و اقوم قیلاہ انّ لک فی النّھار سبحا طویلاہ واذکر اسم ربّک و تبتّل الیہ تبتیلاہ (مزمّل ع۱) غالباً اس زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

سر میور محقق تو بہت ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ انہیں اسقدر بھی خیال نہیں آیا۔ کہ یہ آیات مسلّمہ طور پر پہلے سالِ نبوت کی ہیں۔ اور سورۃ مزمّل جس کا وہ حصہ ہیں نہایت ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ بلکہ بعض محققین تو اس سورۃ کو ابتدائی سورتوں میں سے سمجھتے ہیں۔ پس جو سورۃ کہ ابتدائی زمانہ میں اتری ہے۔ اس میں اس محنت کا ذکر جو پانچویں یا دسویں سال میں بقول ان کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کرنی پڑی خود ایک معجزہ ہے۔ کیونکہ کون شخص پانچ چھ سال بعد کی ایسی بات بنا سکتا ہے جو اس کے اختیار میں نہو۔

خلاصہ یہ کہ دشمنانِ اسلام اس معجزہ کو ہلکا کر کے دکھانے کے لئے اسقدر کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کہ خود وہ کوشش ہی اس امر کا ثبوت ہوتی ہے۔ کہ قرآن کریم کے اس معجزہ کو وہ دل میں تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ اسقدر گھبراہٹ اور تشویش کی کیا ضرورت تھی؟

قرآن کریم کی خصوصیت

اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی کتاب اپنی ذات میں معجزہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے وہ بے شک اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے معجزہ ہونگی۔ لیکن اس سورج کے طلوع کے بعد وہ ستاروں کی طرح مدہم پڑ گئیں۔ اب حال یہ ہے۔ کہ جو قصے ان کتب میں پائے جاتے ہیں۔ انکے ذریعہ سے تو وہ اسلام کا مقابلہ کر لیتے ہیں۔ کیونکہ

قصوں میں جسقدر کوئی چاہے جھوٹ اور مبالغہ آمیزی سے کام لے لے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے کسی شفاء کا ذکر کیا جائے تو اس کے مقابلہ میں ایک مسیحی دس قصے سُنا دے گا۔ اور اگر اس پر استعجاب کا اظہار کیا جائے تو جھٹ کہدیگا کہ اگر تمہاری روایت قابل تسلیم ہے تو میری کیوں نہیں؟ لیکن اگر اس سے یہ کہا جائے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ زندہ معجزہ ہے۔ اس کی بنیاد روایتوں پر نہیں بلکہ حقیقت پر ہے۔ تو اس کے جواب میں سوائے خاموشی کے اور ان کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ وہ اپنی کتابوں کو پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ انکی کتب محرف و مبدّل ہیں۔ اور اگر بعض ضدی اسے تسلیم نہیں کرتے تو کم سے کم تاریخی ثبوت اسقدر زبردست موجود ہیں کہ انکا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

دیگر مذاہب کی کتب کی حیثیت

وید کے نسخوں میں اسقدر اختلاف ہے کہ مختلف نسخے مل کر کئی نئے وید بن جاتے ہیں۔ آخر کانٹ چھانٹ کر ایک نسخہ تیار کیا گیا ہے۔ توریت کا یہ حال ہے کہ اس میں یہانتک لکھا موجود ہے۔ کہ پھر موسیٰؑ مر گیا۔ اور آجتک اس جیسا کوئی نبی پیدا نہیں ہؤا۔ حالانکہ اس کتاب کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خود موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔ دوسری کتب بائبل کی ایسی ہیں کہ اختلافات کی وجہ سے ایک حصہ کی دوسرے حصہ سے شکل نہیں پہچانی جاتی۔ انجیل میں خود مسیحی آئے دن تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں۔ اور کبھی کسی آیت کو صحیح قرار دے کر اس میں داخل کر لیتے ہیں دوسرے وقت میں اسے ردّی قرار دے کر پھینکدیتے ہیں۔ اور اب تو بعض بابوں تک کی صفائی ہونے لگی ہے۔ اور کہا یہ جاتا ہے کہ یہ الحاقی باب ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر انجیل کسی معتبر ذریعہ سے پہنچی تھی۔ تو الحاق کا زمانہ انیس سو سال تک کس طرح لمبا ہو گیا؟ معنوں کے فرق کو تو ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ پچھلوں نے معنے نہیں سمجھے ہم نے سمجھ لئے ہیں۔ لیکن ظاہر الفاظ کے متعلق ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں کہ پچھلوں نے انکو داخل کر دیا۔ اور اب موجودہ نسلوں نے انیس سو سال بعد حقیقت کو معلوم کر لیا جو لوگ ان بابوں اور آیتوں پر عمل کرتے رہے انکی زندگیاں تو برباد گئیں۔ اور انکا عرفاں تو تباہ ہؤا۔ وہ کتاب آسمانی جس میں دو ہزار سال تک زائد ابواب اور زائد آیات شامل رہیں۔ اسپر بنی نوع انسان کیا یقین کر سکتے ہیں؟ اور آیندہ کے لئے کیا اعتبار ہو سکتا ہے کہ کچھ اور ابواب خارج نہ کر دئے جائیں؟ ممکن ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے کہ جس طرح بعض محققین کا خیال ہے کہ ساری انجیل میں صرف "ایلی ایلی لما سبقتانی" یعنی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ کا ایک فقرہ ہے۔ جسے مسیح کے منہ سے نکلا ہؤا کہا جا سکتا ہے۔ اس فقرہ کو انجیل قرار دیکر باقی سب حصوں کو اڑا دیا جائے۔ مگر یہ "چھوڑ دیا" والا فقرہ ملانے کا موجب کب ہو سکتا ہے؟

کلام کا معجزہ اور دوسرے معجزہ میں فرق

غرض دوسرے سب مذاہب کی الہامی کتب ایسی مخدوش حالت میں ہیں۔ کہ اس مقابلہ کیطرف آنے سے انکے مبلغوں کی روح کانپتی ہے۔ اور یہی حال دوسری کلام کی خوبیوں کا ہے۔ اس وجہ سے کلام کے معجزہ کی طرف یہ لوگ کبھی نہیں آتے۔ حالانکہ کلام کا معجزہ دوسرے معجزوں سے زبردست ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت ہر وقت پیش کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ دوسرے معجزات ایسے ہیں۔ کہ روایات کے غبار میں غائب ہو جاتے ہیں۔ اور جبتک دوسرے شواہد ساتھ نہ ہوں سچے اور جھوٹے میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

دیگر مذاہب والوں کو چیلنج

کلام کا معجزہ جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کئی شاخیں رکھتا ہے۔ اور قرآن کریم کا معجزہ ان تمام شاخوں میں مکمل اور اکمل ہے۔ لیکن ایک اخبار کے مضمون میں اسقدر گنجایش نہیں ہو سکتی۔ کہ ہر ایک بات بیان کر دیجائے۔ نہ ہر امر تفصیل سے بیان ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں صرف اس معجزہ کے دو پہلوؤں کو اختصار سے بیان کرتا ہوں۔ اور چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی اور کتاب خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونے کی مدعی ہے۔ تو اس کے پیرو اس معجزہ کے مقابلہ میں اسے پیش کریں۔ اور دیکھیں کہ کیا انکی کتاب ایک ذرہ بھر بھی اس کتاب کا مقابلہ کر سکتی ہے؟

جس چیز کی ضرورت ہو اس کی حفاظت کیجاتی ہی

پہلی مثال جو میں پیش کرنی چاہتا ہوں الفاظِ قرآنیہ ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ انا نحن نزّلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ط ہم ہی نے اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو چیز اپنی غرض کو پورا کر رہی ہوتی ہے ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور جب وہ اس غرض کو پورا کرنے سے جس کے لئے اسے بنایا یا اختیار کیا گیا تھا۔ رہ جاتی ہے تو ہم اسے پھینکدیتے ہیں پس اس میں کیا شک ہے کہ اگر کوئی کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو جبتک اسکی ضرورت دنیا میں ہو اس کی حفاظت ہونی چاہیئے اور جب اسکی حفاظت بند ہو جائے۔ تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اب اسکی ضرورت دنیا میں باقی نہیں رہی۔ اس لئے اسے پھینکدیا گیا ہے۔ قرآن کریم جس قوم میں نازل ہؤا وہ علم سے خالی تھی۔ اس کے مقابلہ میں دوسری کتب سماویہ ایسی اقوام میں نازل ہوئیں کہ جن میں لکھنے پڑھنے کا کافی رواج موجود تھا۔ لیکن باوجود اس کے وہ کتب محفوظ نہ رہ سکیں۔ لیکن قرآن کریم ابتک اسی طرح موجود ہے جس طرح کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیوقت تھا اور یہ حفاظت اسوجہ سے نہیں ہوئی۔ کہ اس کے لئے خاص آسانیاں حاصل تھیں جو دوسری کتب کو حاصل نہیں تھیں۔ نہ یہ حفاظت اسوجہ سے ہے کہ ابتک اس کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ جس سے یہ امکان باقی رہجائے کہ شاید جب اس کی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا جائے تو اس کے نقائص معلوم ہو جائیں۔

مسیحی مبشرین کی کوششیں اور ناکامی

کیونکہ ایک سو سال سے مسیحی مبشرین بائبل کی بدنامی دھونے کے لئے قرآن کریم کی تاریخ کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اس قسم کی عرق ریزی سے کام لے رہے ہیں کہ اگر کسی شخص کو انکی نسبت معلوم نہو۔ تو شاید وہ یہ خیال کرے کہ قرآن کریم کی محبت مسیحی مبشروں کو عام مسلمانوں سے زیادہ ہے۔ لیکن باوجود اس عرق ریزی کے وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ اس کی عبارت میں ایک لفظ بھی ایسا ثابت کر سکیں کہ جو زائد ہو اور اصل قرآن کریم میں نہو۔

ہزاروں قوموں اور سینکڑوں ملکوں میں مسلمان بستے ہیں اور سب کے پاس قرآن کریم ہوتا ہے۔ لیکن آجتک ایک بھی ایسی مثال نہیں نکل سکی۔ کہ قرآن کریم میں اختلاف ہو۔ ڈاکٹر منگانا نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کر کے تین قدیم نسخے قرآن کریم کے تلاش کئے تھے لیکن انکے بعض اوراق چھاپنے سے انکی ایسی پردہ دری ہوئی کہ مزید اشاعت کا خیال ہی انہوں نے دل سے نکالدیا۔ کیونکہ ان کے شائع کردہ ورقوں سے ثابت ہو گیا کہ وہ کوئی صحیح نسخے نہ تھے۔ بلکہ کسی جاہل نو آموز کی طرز تحریر کی غلطیاں تھیں۔ اور اسکو غلطی نہیں کہتے۔

غلطی کسے کہتے ہیں؟

غلطی وہ ہوتی ہے جسے قوم صحیح تسلیم کر کے دھوکے میں آجائے۔ اس قسم کے نسخوں کی تلاش کسی قدیم زمانہ میں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے لئے تو آسان راہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی خراب چھپی ہوئی کتاب میں سے غلط آیات نکال کر کہدیا جائے کہ دیکھو قرآن کریم میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ایک

پادری سیالکوٹ میں ایسا تھا بھی۔ جو مختلف نسخے قرآن کریم کے اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور جو کوئی غلطی اسے ملتی اس پر نشان لگا لیا کرتا تھا۔ پھر جو مسلمان اسے ملتا اسے دکھاتا تھا کہ تم تو کہتے ہو کہ قرآن کریم محفوظ ہے۔ حالانکہ اس قرآن میں یہ لفظ یوں لکھا ہے اور اس دوسرے میں یوں لکھا ہے۔ اس کا دماغ اسطرف نہیں گیا کہ ایک توتلے آدمی کو نوکر رکھ چھوڑتا۔ اور اس سے قرآن پڑھوا کر سنواتا۔ اور کہتا کہ دیکھو قرآن کریم میں تغیر ہو سکتا ہے۔ اس نادان نے یہ نہیں سوچا کہ غلطی وہ ہوتی ہے جس سے قوم دھوکا کھا جائے۔ ورنہ وہ بھول چوک جس کو خود لکھنے والا بھی دوبارہ پڑھنے سے معلوم کر لے کہ یہ غلطی تھی حفاظت کے خلاف نہیں۔ اس کی حفاظت تو انسانی دماغ میں اور دوسرے نسخوں میں موجود ہے اور اس سے کوئی نقصان عقیدہ یا تفسیر کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس غلطی کی بنا پر کوئی شخص ترجمہ یا تفسیر غلط نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم کے محفوظ ہونیکے متعلق مسیحی شہادتیں

قرآن کریم کو اس بارے میں جو حفاظت حاصل ہے اس کے متعلق میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ میں صرف ان لوگوں کی شہادت پیش کرتا ہوں کہ جو پکے مسیحی ہیں اور جنہوں نے پورا زور لگایا ہے کہ کسی طرح قرآن کریم کی حفاظت پر وہ کوئی اعتراض کر سکیں۔ لیکن آخر مجبور ہو کر انکو ماننا پڑا ہے کہ سب اعتراض فضول اور لغو ہیں قرآن کریم آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح کہ اُسوقت محفوظ تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جدا ہوئے تھے۔

سر ولیم میور کی شہادت

سر ولیم میور اپنی کتاب "دی کران" (القرآن) میں لکھتے ہیں:-

"زید کا نظر ثانی کیا ہوا قرآن آجتک بغیر کسی تبدیلی کے موجود ہے۔ اس احتیاط سے اس کی نقل کی گئی ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں صرف ایک ہی نسخہ قرآن کا استعمال کیا جاتا ہے۔"

"جو اختلاف قرآن کریم کے نسخوں میں نظر آتا ہے وہ قریباً سب کا سب زیروں زبروں اور وقف وغیرہ کے متعلق ہے لیکن چونکہ زیر زبر اور وقف کی علامات سب بعد کی ایجاد ہیں۔ وہ اصل قرآن کریم کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ اور نہ اسکا جو زید نے جمع کیا تھا۔" صہ ۳۹

"یہ بات یقینی ہے کہ زید نے جمع قرآن کا کام پوری دیانتداری سے کیا تھا اور علیؓ اور انکی جماعت کا جو بد قسمت عثمان (رضؓ) کے مخالف تھے اس قرآن کو تسلیم کر لینا ایک یقینی ثبوت ہے کہ وہ قرآن اصلی تھا۔" صہ ۳۹، صہ ۴۰

"یہ تمام ثبوت دل کو پوری تسلی دلا دیتے ہیں کہ وہ قرآن جسے ہم آج پڑھتے ہیں لفظاً لفظاً وہی ہے جسے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا تھا۔" صہ ۴۰

ایک مومن کی دلیل خواہ کسقدر ہی زبردست ہو لیکن دل میں شبہ رہتا ہے کہ شاید اس نے مبالغہ سے کام لیا ہوگا۔ لیکن یہ اس شخص کی تحریر ہے جس نے پورا زور لگایا ہے کہ اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کی شان کو گرا کر دکھائے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس اقرار صداقت کے وقت سر میور کا دل کسقدر غم و غصہ کا شکار ہو رہا ہوگا لیکن چونکہ انہیں گریز کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ اسلئے انہیں قرآن کریم کے محفوظ ہونے کا اقرار کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نظر نہیں آیا۔

اس شہادت کو دیکھنے کے بعد ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ دشمن بھی اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم ہر قسم کے دخل سے پاک ہے اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی پیشگوئی نہایت وضاحت کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ اور یہ اس کی عبارت کا معجزہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی مثال کوئی اور کتاب پیش نہیں کر سکتی۔

قرآن کریم کے مفہوم کی حفاظت کا معجزہ!

دوسری مثال کے طور پر میں اسی آیت کے ایک دوسرے مفہوم کو پیش کرتا ہوں۔

کلام کی حفاظت کئی طرح ہوتی ہے۔ اس کے لفظوں کی حفاظت کے ذریعہ سے بھی اور اس کے مفہوم کی حفاظت کے ذریعہ سے بھی! ور اس کے اثر کی حفاظت کے ذریعہ سے بھی۔ میں لفظوں کے علاوہ اس کے مفہوم کی حفاظت کے معجزہ کو پیش کرتا ہوں۔ بالکل ممکن ہے کہ ایک کتاب کے لفظ تو ایک حد تک موجود ہوں لیکن اس کا صحیح مفہوم سمجھنے والے لوگ نہ مل سکیں۔ جیسے کہ وید ہیں۔ کہ خواہ بگڑے ہوئے نسخے ہوں لیکن بہر حال ان میں سے کچھ نہ کچھ حصہ تو موجود ہے۔ لیکن ویدوں کی زبان اب دنیا سے اسقدر مٹ چکی ہے۔ کہ کوئی شخص یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کہ وید کی عبارت کا مطلب کیا ہے؟ شرک اور توحید۔ توہم پرستی اور ستارہ پرستی۔ اور طب اور شہوانی تعلقات کی باریکیاں اور ہر قسم کی متضاد باتیں اس سے نکالی جاتی ہیں۔ لفظ ایک ہوتے ہیں۔ معنوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک قوم وام مارگ کی تعلیم اس سے نکالتی ہے تو دوسری ویدانت کی۔ اور اختلاف مفہوم میں نہیں بلکہ ترجمہ میں ہوتا ہے۔ اور ایک جگہ نہیں بلکہ شروع سے لے کر آخر تک سارے ہی وید میں اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی زبان ایسی محفوظ ہے۔ کہ گو بعض جگہ پر ایک لفظ کے مختلف معانی کیوجہ سے معنوں کا اختلاف ہو جائے۔ لیکن اول تو وہ اختلاف محدود ہوتا ہے۔ دوسرے اس کا حل خود قرآن کریم میں موجود ہوتا ہے۔ یعنی اسکے غلط معنے کرنے ممکن ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اپنی تفسیر خود کرتا ہے اور اگر کوئی شخص غلط معنے کرے۔ تو دوسری جگہ کسی اور آیت سے ضرور اس کے معنوں کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن کریم کی ایک آیت دوسری کی حفاظت کرتی ہے!

یعنی قرآن کریم کے مفہوم کے سمجھنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہم نے خود ہی اس کے اندر ایسا سامان پیدا کیا ہوا ہے کہ غلطی فوراً پکڑی جاتی ہے۔ اور غلطی کرنے والا اپنے معنوں کی قرآن کریم کے دوسرے حصوں سے تطبیق پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ قرآن کریم کا ایک ایسا معجزہ ہے۔ کہ اس کی مثال بھی کسی اور کتاب میں نہیں مل سکتی۔ دوسری کتب ایسی طرح لکھی ہوئی ہیں۔ کہ اگر ایک حصہ کے معنوں کو بدل دیا جائے۔ تو دوسرے حصے ہرگز اس غلطی کو ظاہر نہیں کرتے۔ لیکن قرآن کریم کی ہر آیت کی حفاظت کرنے والی دوسری آیتیں موجود ہوتی ہیں۔ جب کوئی شخص غلطی کرتا ہے۔ تو فوراً وہ دوسری آیات اس غلطی کو ظاہر کر دیتی ہیں اور اس طرح غلطی کرنے والا پکڑا جاتا ہے۔

غرض رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بطور مُلہَم بھی سب ملہموں سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپکا الہام زندہ ہے۔ اور اسقدر زبردست معجزانہ اثرات اپنے اندر رکھتا ہے کہ کوئی اور الہام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور کوئی اور کتاب آپکی کتاب کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی!!

اے احمدِ مختار

اثرِ خامہ فاضلِ ادیب مولانا عبدالمجید سالک مدیر روزنامہ انقلاب لاہور

اے شاہِ عرب ختمِ رسل سیّدِ ابرار   اے احمدِ مختار
مسلم ہیں ترے نام پہ کٹ مرنے کو طیّار   اے احمدِ مختار
ایمان ہمارا ہے ترے نام کی عزت   اسلام کی عزت
ہم کو تری عزت کے سوا کچھ نہیں درکار   اے احمدِ مختار
پھر کفر صف آرا ہوا ایماں کے مقابل   یزداں کے مقابل
شُدھی ہوئی تبلیغ سے آمادۂ پیکار   اے احمدِ مختار
لہرانے کو ہے دہر میں توحید کا پرچم   بیتاب ہے عالم
پھر نعرۂ تکبیر سے مرعوب ہیں کفار   اے احمدِ مختار
پھر تیری تجلی سے ضیا بار ہے مشرق   بیدار ہے مشرق
پُر نور ہیں پھر چین و عرب کابل و تاتار   اے احمدِ مختار
پھر فخرِ شہادت کے طلبگار ہیں مسلم   طیار ہیں مسلم
گونجے گی پھر اسلام کی تلوار کی جھنکار   اے احمدِ مختار
طے جلد کرا دے یہ توقف کے منازل   ہیں سخت مراحل
اے قافلۂ ملتِ جرار کے سردار   اے احمدِ مختار

نعت خیر الوریٰ

از حضرت مولانا مولوی عبدالماجد صاحب پروفیسر ٹی۔ این جوبلی کالج بھاگلپور

ہوں بلبلِ شیدائے گلِ گلزارِ محمدؐ
سودائی ہوں میں گیسوئے خمدارِ محمدؐ

آزاد ہیں وہ جو ہیں گرفتارِ محمدؐ
صحت ہے انہیں جو کہ ہیں بیمارِ محمدؐ

جیتے ہیں سدا مر کے دل افگارِ محمدؐ
اچھا نہ ہو یا رب کبھی بیمارِ محمدؐ

رتبہ ہو سوا کیوں نہیں اس ختمِ رسل کا
نبیوں میں نبی گر ہے یہ سرکارِ محمدؐ

وارد ہے صحیحین میں عن ابنِ قتادہ
دیدارِ خدا جانیے دیدارِ محمدؐ

اعمال تو اچھے نہیں پر آس یہی ہے
ہوں دل سے محبِ شہِ ابرارِ محمدؐ

آتے ہیں فرشتے بھی ادب سے سرِ مجلس
اللہ رے کیا شان ہے دربارِ محمدؐ

گر جیتے یہاں حضرتِ موسیٰ و مسیحا
چلتے برہِ شرعِ پُر انوارِ محمدؐ

اے احمدؔ ہے امیدِ شفاعت ہے یقینی
بے شبہ تو ہے عبدِ گنہگارِ محمدؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں کیا تغیر پیدا کیا

از سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت امام جماعت احمدیہ

سوال کی نوعیت

یہ سوال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ نفسی نے ملک عرب میں کیا تغیر پیدا کیا۔ ایک بہت وسیع سوال ہے۔ ایک انسان کا کسی ملک میں ایک تغیر پیدا کر دینا ایک ایسی بات نہیں۔ جسے چند صفحوں میں ہی ختم کیا جا سکے۔ بلکہ یہ مسئلہ اپنے اندر ایک بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جس پر پورے طور پر یہاں بحث نہیں ہو سکتی۔ تبدیلی ایک قسم کی نہیں ہوتی۔ بلکہ کئی اقسام و انواع کی ہوتی ہے جیسے مذہبی تبدیلی۔ اخلاقی تبدیلی۔ قومی تبدیلی۔ سیاسی تبدیلی۔ تمدنی تبدیلی میں یہاں صرف چند ایک تبدیلیوں کا ذکر کروں گی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک عرب میں کیں۔

آنحضرت صلعم کی بعثت سے قبل عرب کی اخلاقی حالت

آپؐ کی بعثت سے پہلے ملک عرب کی حالت نہایت خراب اور گندی تھی۔ تمام خطہ عرب ضلالت و گمراہی کے بحرِ بیکراں میں غرق تھا عدل و انصاف۔ سچائی و راستی کا نام و نشان نظر نہ آتا تھا ظلمت و کفر کی انتہا ہو چکی تھی۔ فسق و فجور کا گویا ایک جال پھیلا ہوا تھا۔ خدا کی ذات اور صفات میں شرک کرنا اُن کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکا تھا۔ یہ لوگ حیوانوں کی طرح اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس زمانہ میں عرب ایک ایسی قوم تھی۔ جو دین سے قطعاً نابلد اور اپنے ماحول سے بالکل بے خبر تھی۔ جس کی حالت جانوروں سے بدتر تھی۔ اور جو انسان کہلانے کی کسی طرح مستحق نہ تھی ؛

خدا تعالےٰ کے ساتھ شرک

خدائے مالک کی بجائے دیویوں اور بتوں کو پوجا جاتا۔ ان کی پرستش کی جاتی۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ خدائے برحق نے مختلف کام مختلف دیویوں اور دیوتاؤں کے سپرد کر رکھے ہیں۔ اور اس لئے وُہ اپنے کام و اغراض کو پُورا کرنے والا صرف انہی کو سمجھتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ وُہ دیویوں اور بتوں کو پوجتے۔ اور ان کی پرستش کرتے۔ بلکہ وُہ سُورج۔ چاند ستاروں کو بھی قابلِ پرستش مانتے تھے ظلمت و گمراہی یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ کہ کعبہ جو ایک مقدس اور پاک مقام اور خدا کا گھر ہے۔ اور جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے رکھی۔ اور اُسے خود تعمیر کیا۔ وہاں ان مشرکوں نے کم و بیش تین سَو ساٹھ بُت بنا کر رکھے ہوئے تھے۔ اور ان کی عبادت کی جاتی تھی ؛

نعتِ خیر البشر

از سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

السّلام اے ہادیٔ راہِ ہدیٰ جانِ جہاں — والصلوٰۃ اے خیرِ مطلق اے شہِ کون و مکاں

تیرے ملنے سے ملا ہم کو وُہ "مقصُودِ حیات" — تجھکو پا کر ہم نے پایا، کامِ دل" آرامِ جاں

آپ چل کر تو نے دکھلا دی رہِ وصلِ حبیب — تو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یارِ بے نشاں

ہے کشادہ آپ کا بابِ سخا سب کے لئے — زیرِ احساں کیوں نہ ہوں پھر مرد و زن پیر و جواں

تشنہ روحیں ہو گئیں سیراب تیرے فیض سے — علم و عرفانِ خداوندی کے بحرِ بیکراں

ایک ہی زینہ ہے اب بامِ مرادِ وصل کا — بے ملے تیرے ملے ممکن نہیں وُہ دلستاں

تو وُہ آئینہ ہے جس نے مُنہ دکھایا یار کا — جسمِ خاکی کو عطا کی رُوح اَے جانِ جہاں

تا قیامت جو رہے۔ تازہ تری تعلیم ہے — تو ہے رُوحانی مریضوں کا طبیبِ جاوداں

ہے یہی ماہِ مبیں جس پر زوال آتا نہیں — ہے یہی گلشن جسے چھوتی نہیں بادِ خزاں

کوئی رہ نزدیک تر۔ راہِ محبت سے نہیں — خُوب فرمایا یہ نکتہ مہدیٔ آخر زماں

یہ دُعا ہے۔ میرا دِل ہو۔ اور تیرا پیار ہو — میرا سر ہو۔ اور تیرا پاک سنگِ آستاں

تمدنی حالت

عرب کے بسنے والے الگ الگ قبیلوں اور شاخوں میں منقسم تھے۔ ان لوگوں میں کوئی قومی رُوح نہ تھی۔ ہر ایک قبیلہ اپنی اپنی جگہ ایک الگ زندگی رکھتا۔ اور ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتا تھا۔ ان لوگوں میں غیظ و غضب کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ بات بات پر تلوار چلانے کے لئے تیار ہو جاتے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ درحقیقت درندے بصورت انسان تھے۔ شرابخوری اور قمار بازی کا میدان گرم تھا۔ ہٹ ضد۔ جاہلیت ان لوگوں میں بہت زیادہ تھی۔ اور بہت سی بے ہودہ اور گندی رسومات ان میں مروج تھیں۔ ان لوگوں میں بدلہ لینے کی بھی بہت عادت تھی کبھی کسی کو بدلہ لئے بغیر نہ چھوڑتے مخلوقاتِ الٰہی پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے۔ حیوانوں سے بُہت بُرا سلوک کرتے۔ ان کو باندھ کر کھڑا کر دیتے۔ اور ان پر تیر چلاتے اور جانوروں کو باہم لڑا لڑا کر تماشا دیکھا کرتے تھے ؛

عورت کی حیثیت

یہ لوگ عورت کو بھی ایک ذلیل چیز سمجھتے۔ بعض قبیلوں میں یہ رسم تھی۔ کہ اگر کسی کے لڑکی پیدا ہوتی۔ تو اُس کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا۔ کیونکہ اس کا زندہ رکھنا باپ کے لئے ننگ و بے حرمتی کا

باعث سمجھا جاتا۔ اور اُس کو زندہ درگور کرنا اس کی خوشی اور مسرت کا باعث ہوتا۔ اور اس کے لئے اُس کے دل میں ذرہ برابر بھی رحم نہ پیدا ہوتا۔ اور اگر قسمت کی ماری کوئی لڑکی بچ بھی جاتی۔ تو اُس کی زندگی اس کے لئے اجیرن ہو جاتی۔ اس سے جانوروں کی طرح خدمت لی جاتی۔ اسے ایک کھلونا سمجھا جاتا۔ جس میں کوئی حس۔ کوئی حرکت۔ کوئی جذبہ نہ ہو۔ باپ کے ترکہ سے بھی بیٹی کو کچھ حصہ نہ ملتا۔ بلکہ وُہ ترکہ سے بالکل محروم کر دی جاتی۔ اگر کسی کے کوئی نرینہ اولاد نہ ہوتی۔ تو اُس کا ترکہ اُس کا بھائی لے جاتا۔ مگر بیٹی وراثت سے محرُوم ہوتی ہ

آفتابِ رسالت کا طلوُع

جب ضلالت وگمراہی حد سے بڑھ گئی۔ شرک نے چاروں طرف اپنا جال پھیلا دیا۔ ظلم وستم کی انتہا ہو گئی۔ تب جیسا کہ اندھیرے کے بعد سُورج نکلتا۔ اور گرمی کی شدت کے بعد مینہ برستا ہے روحانی اندھیرے کے بعد سُورج کا نکلنا۔ اور روحانی تپش کے بعد ابرِ کرم کا آنا اور مینہ کا برسنا لازمی تھا۔ چنانچہ قادرِ مطلق کی غیرت بھی جوش میں آئی۔ اس نے اپنے پیارے بندے کو ہدایت کا سُورج اور ابرِ رحمت بنا کر بھیجا۔ یہ سُورج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ روحی وجسمی کے وجُود میں نمودار ہُوا جس نے خدا کے نام کو چاروں طرف پھیلایا۔ اور شرک کو مٹا کر توحید کا ایک ایسا بیج بویا۔ جس کی مثال ملنی ناممکن ہے۔ لوگوں کو خدا کا پیغام سنایا۔ ان کو اس کی عبادت کی طرف بلایا۔ اور دنیا کو تبلا دیا۔ کہ تیرا بھی کوئی اصلی اور حقیقی خدُا ہے۔ جس کی عبادت کرنا تجھ پر واجب اور لازمی ہے ؛

عرب کی وحشی قوم میں انقلاب

عرب کی جنگلی اور وحشی قوم نے یکایک پلٹا کھایا توحید کا ڈنکا ارضِ عرب میں بجنے لگا۔ اور وہی لوگ جو خدا کو جانتے بھی نہ تھے۔ اس کے نام کے شیدائی بن گئے۔ اس کا نام ان کی زبان پر رہنے لگا۔ اور اس کی یاد ان کے دلوں پر قابض ہو گئی۔ انہوں نے اس کے پیغام کو اطراف دنیا تک پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور اپنے پیارے نبی اور آقا کے لائے ہوُئے نور کو دُور دور تک پھیلایا۔ اپنے مال و جان و اولاد سب اس پر قربان کرنے کو تیار ہو گئے ؛

صحابہ کرام میں اخوت

آنحضرتؐ نے لوگوں کو کئی فرقوں میں منقسم دیکھ کر ان کو بھائی بھائی بن کر رہنے کی نصیحت کی۔ اور ان کو اسلام کی لڑی میں پرو کر ایک قوم بنا دیا۔ اور وہی لوگ جو ہر وقت آپس میں برسرِپیکار رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے سچے دوست اور خیر خواہ بن گئے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-
واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کہ اس قادرِ مطلق کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔ جو اُس نے تم پر کی ہیں۔ پہلے تم ایک دوسرے کے دُشمن تھے ہر وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ اب خدائے تعالےٰ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دی۔ اوُر تم کو بھائی بھائی بنا دیا ؛

عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم

آپؐ نے لوگوں کو عورتوں سے حسنِ سلوک اور نرمی کا برتاوُ کرنے کی تلقین کی۔ ان کے چھینے ہوُئے حقوق انہیں دلائے۔ لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کی وحشیانہ رسم کو دُور کیا۔ اور اس کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ ایک مرتبہ ایک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں قیس بن عاصم سے لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا۔ "میں نے اپنی سب لڑکیوں کو زندہ دفن کیا تھا۔ ایک دفعہ میں باہر سفر پر تھا۔ میرے بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ بیوی نے مجھے اس کی پیدائش کی اطلاع نہ دی۔ اور اسے اپنی بہن کے پاس بھجوا دیا۔ جب وُہ کچھ بڑی ہوُئی اور ہمارے گھر آئی۔ میں نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ کہ یہ لڑکی کون ہے؟ وُہ رو پڑی۔ اور کہنے لگی۔ یہ تمہاری لڑکی ہے۔ جو تمہارے سفر کے دوران میں پیدا ہوئی تھی۔ اور جس کو میں نے تم سے چھپایا ہُوا تھا اس وقت تو میں خاموش رہا۔ لیکن چند روز کے بعد جب میری بیوی اس سے غافل ہو گئی۔ میں اس کو باہر لے گیا۔ ایک گڑھا کھودا۔ اور اس میں اس کو رکھ کر مٹی ڈالنی شروع کی۔ بیچاری روتی تھی۔ اور باپ باپ کہکر مجھے بلاتی تھی۔ مگر میں مٹی ڈالتا گیا یہاں تک کہ اُس کی آواز غائب ہو گئی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی ونفسی اس کی شقاوت قلبی پر چشم پُرآب ہو گئے اور فرمایا:- ان ھذہ القسوۃ ومن لا یرحم لا یرحم۔ یعنی یہ انتہا درجہ کی سنگدلی ہے۔ اور جو شخص خود رحم نہیں کرتا۔ اُسے خدا سے بھی رحم کی امید نہیں رکھنی چاہئیے۔

غرض آپ عورتوں کے حقوق کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت میں بہت دلچسپی لیتے۔ آپ نے اپنی روش وطریقہ سے مردوں کے دلوں میں عورتوں کی قدر ومنزلت اور محبت پیدا کی۔ ایک دفعہ آپؐ نے حبشی غلاموں کے کرتب حضرت عائشہؓ کو خود اپنی اوٹ میں لیکر دکھائے۔ آپؐ دروازے میں کھڑے رہے۔ اور حضرت عائشہؓ آپؐ کے پیچھے سے تماشہ دیکھتی رہیں۔ اور جب تک وُہ خود نہ ہٹیں۔ آپؐ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ جب کبھی حضرت فاطمہ آپؐ کی ملاقات کے لئے تشریف لائیں۔ آپؐ ہمیشہ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے ؛

آپؐ نے مردوں کو بتلایا۔ کہ عورت ایک لونڈی نہیں۔ بلکہ اس کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں۔ جیسے مردوں کے۔ آپؐ نے عورتوں کی تعلیم کے متعلق بھی بہت نصیحت کی۔ اور فرمایا حصول علم عورت و مرد پر یکساں فرض ہے۔ آپؐ نے عورتوں کو وراثت سے حصہ ملنے کے متعلق بھی احکام صادر فرمائے۔ اور اب صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں عورت کو ورثہ میں سے حصّہ ملتا ہے۔ باقی مذاہب عورتوں کو وراثت سے عملاً محروم رکھتے ہیں ؛

غلاموں سے حُسن سلوک

آپؐ نے غلاموں سے حلم وبردباری سے پیش آنے کا حکم دیا اور ان کی آزادی کے لئے پُوری سعی فرمائی۔ آپؐ نے ان تمام ناجائز خصوصیات کو جو عرب لوگ اپنے اور غلاموں کے درمیان رکھتے تھے۔ مٹا دیا۔ اور ایک عالمگیر اخوت قائم کی۔ یہ بات آپؐ کی ابتدائی تعلیم میں ہی داخل تھی۔ کہ غلاموں سے نرمی اور رحم کا سلوک کیا جائے۔ اور ان کی آزادی کے لئے بھی آپ نے ابتداء سے ہی تاکید فرمائی تھی۔ اس کے متعلق آپؐ پر ایک وحی بھی اُتری کہ غلاموں کو آزاد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ آپؐ کی اس تحریک نے عرب کے غلاموں پر ایک گہرا اثر کیا۔ اور وُہ آپؐ کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے لگے۔ اور اسلام کی طرف شوق اور خواہش سے آنے لگے۔ باوجود اس کے کہ ان کے مالک ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتے۔ تپتی ریت پر لٹاتے۔ آگ سے جلاتے۔ غرضیکہ ہر طرح کے ظلم کرتے۔ مگر وُہ اسلام سے رجُوع نہ کرتے ؛

آپؐ نے تاکید فرمائی۔ کہ آئندہ کسی آزاد شخص کو ظالمانہ طور پر غلام نہ بنایا جائے۔ اور جو پہلے سے ہی غلام چلے آتے ہیں ان سے نہایت نرمی کا سلوک کیا جائے۔ اور ان کی تحقیر نہ کی جائے اور انہیں آہستہ آہستہ آزاد کر دیا جائے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ جو غلام آزاد کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اُسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ براء بن عازب سے روایت ہے۔ کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی کے پاس آیا۔ اور آپؐ سے پوچھا مجھے ایسا راستہ بتلائیے۔ جس سے میں سیدھا جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم غلام آزاد کیا کرو۔ اور اگر اکیلے اس کی استطاعت نہ رکھو۔ تو کسی سے ملکر آزاد کر دیا کرو۔ غلاموں کو آزاد کرنے کی تحریک صرف آپؐ نے انفرادی طور پر ہی نہیں کی تھی۔ بلکہ اسلامی سلطنت کا یہ فرض مقرر کر دیا تھا کہ وہ اپنے اموال کا ایک حصّہ غلاموں کو آزاد کرنے میں خرچ کرے۔ اور جب تک غلام آزاد نہ ہوں۔ ان سے رشتہ داروں کی طرح سلوک کیا جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ ابوذر نے اپنے غلام کو کچھ بُرا بھلا کہا۔ اس نے آپؐ سے شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "ابوذر تم میں ابھی تک جہالت باقی ہے یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ جو خود کھاؤ۔ ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو۔ ان کو پہناؤ۔ اور ان کو اتنا کام نہ دو۔ جو وُہ نہ کر سکیں۔ اور اگر زیادہ کام دو۔ تو خود بھی ان کی مدد کرو"۔

اللہ اللہ کیسا رحیم۔ کیسا شفیق بادشاہ ہے۔ کس طرح مظلوموں پر شفقت اور رحم کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ہم سب کو چاہئیے۔ کہ آپؐ کی اطاعت کا کامل نمونہ بننے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس میں ہی ہماری فلاح وبہبودی ہے ؛ اللّٰھم صل علیٰ محمد وآلِ محمد وبارک وسلم

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ کی نظر میں

حیاتِ طیبہ کے متعلق اعلان

خدائے قدوس نے سرور عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اشد ترین مخالفوں اور معاندوں کے مقابلہ میں یہ اعلان کرا کے کہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ یعنی دعویٰ نبوت سے قبل میں نے تم میں جو لمبی عمر گذاری ہے۔ اس پر غور کر کے دیکھ لو۔ کیسی پاک و صاف زندگی ہے۔ اس میں تمہیں کوئی عیب اور نقص نظر نہیں آسکتا پھر اب کس منہ سے عداوت اور دشمنی پر کمر بستہ ہو۔ آپ کی حیاتِ طیبہ اور شان ارفع کا وہ عظیم الشان مقام دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے دُشمنوں اور آپ کے مقصد و مُدعا کے خلاف ایڑی سے لے کر چوٹی تک کا زور لگانے والے معاندوں کے طوفان ہائے مخالفت سے مامون و محفوظ رہا۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے۔ اور اس کے اعلےٰ اور ارفع ہونے کا اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہ رہا۔

مخالفت کے طوفان میں صداقت کی چٹان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے بعد اہلِ مکہ نے آپ کے خلاف جن شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے کام لیا۔ ان کا خیال کر کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل آزاری اور تکلیف دہی کا کوئی بُرے سے بُرا طریق اور ناپاک سے ناپاک فعل اختیار کرنے سے وہ باز نہ رہے۔ جان و مال عزت و آبرو کو نقصان پہونچانے کے لئے جو کچھ وہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے کیا ہر قسم کے ظلم و ستم کو انتہا تک پہونچا دیا۔ لیکن عین اس وقت جبکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عداوت اور دشمنی کا طوفان برپا کئے ہُوئے ہوتے۔ آپ کو وہ اپنے معبودان باطلہ کا نہایت خطرناک دشمن بتا کر لوگوں کو آپ کے خلاف مشتعل کرتے۔ حتیٰ کہ آپ کے قتل کے منصوبے کر رہے ہوتے۔ اس وقت بھی آپ کی بے نظیر خوبیوں اور بے مثال صفات کا اعتراف کرنے اور آپ کی ذات والا صفات کی فوقیت اور برتری ماننے پر مجبور نظر آتے۔ حد سے بڑھی ہُوئی عداوت اور دُشمنی جب ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتی اور ان کی عقل و سمجھ پر پردہ ڈال دیتی۔ تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ناجائز سے ناجائز افعال کرنے پر مستعد ہو جاتے۔ اس غرض کے لئے بڑے بڑے سردار اور بارسُوخ لوگ جمع ہو ہو کر منصُوبے کرتے۔ آپ کے قتل کی تجویزیں سوچتے۔ اور قتل کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے انعام مقرر کرتے۔ لیکن اس وقت بھی ان کے مونہوں سے ایسی باتیں نکل جاتیں جنہیں سننے کے لئے خود ان کے اپنے کان تیار نہ ہوتے۔ اور جو خود ان کے قلوب پر نہایت شاق گذرتیں۔ اس کی وجہ کیا تھی۔ محض یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے اس شان اور عظمت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اور آپ کو وُہ صفات اور خوبیاں ودیعت کیں۔ جو مخالفتوں کی بڑی سے بڑی آندھیوں۔ عداوتوں کے بڑے سے بڑے طوفانوں اور شرارتوں کے بڑے سے بڑے سیلابوں میں بھی پنہاں نہ ہو سکتی تھیں۔ بلکہ طوفان برپا کرنے والوں سے بھی اپنا اعتراف کرا لیتی تھیں۔

ابوطالب کی حمایت

اس کے ثبوت میں چند ایک مثالیں پیش کرنے سے قبل ایک ایسے انسان کا ذکر ضروری معلُوم ہوتا ہے۔ جس نے نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف پہونچانے اور دکھ دینے میں کوئی حصّہ نہ لیا۔ بلکہ دُوسروں کی شرارتوں کو روکنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرنے میں پُوری سعی اور کوشش کی۔ لیکن باوجُود اس کے مرتے دم تک آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہ کی۔ اور آپ پر ایمان نہ لایا۔ وُہ آپ کا چچا **ابوطالب** تھا۔ ابوطالب کو چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچپن سے پرورش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس لئے وُہ آپ کے عادات اور خصائل سے جس قدر واقف تھے۔ کوئی اور نہ تھا۔ وُہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آتے۔ تو یہ بھی آپ کی صداقت اور پاکیزگی کا بہت بڑا ثبوت ہوتا۔ لیکن ان کا کھلے طور پر ایمان نہ لانا۔ اور پھر بھی ہر وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دُشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر رہنا۔ اور ان کی خطرناک دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کرنا بھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا بے نظیر ثبوت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے پیش نظر تھا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی تھی۔ اگر انہیں کسی پہلُو سے ایک ذرہ بھی کوئی نقص یا کمزوری نظر آتی۔ تو عقائد میں اپنی قوم کا ساتھ دیتے ہُوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قطعاً حمایت نہ کرتے۔ اور کبھی ساری قوم کی دُشمنی مول نہ لیتے۔ مگر انہوں نے ایک طرف تو مذہب کے لحاظ سے اپنی قوم کو نہ چھوڑا۔ اور دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ہر قسم کی تکلیف اور مصیبت کو لبیک کہنے میں مسرت محسُوس کی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ زندگی اور بے لوث خدمت خلق کا ان پر بہت گہرا اثر تھا۔

ابوطالب کی حضرت علیؓ کو نصیحت

پھر یہی نہیں۔ بلکہ جب انہیں معلُوم ہُوا۔ کہ ان کا ہونہار بیٹا علی (رضی اللہ عنہ) نہایت چھوٹی عمر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہے۔ اور ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے بھی دیکھ لیا۔ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی زبان سے سُن بھی لیا۔ کہ میں خُدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہُوں اور ان کا مطیع ہو گیا ہوں۔ تو ابوطالب نے نہ صرف اس پر بُرا نہ مانا بلکہ کہا۔ تو یہ کہا۔ کہ بے شک یہ تجھے بھلائی کی تعلیم دیتے ہیں۔ تم ان کے ساتھ ہی رہو۔

دُنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ ہر ایک باپ خواہ وُہ خود کیسے ہی عیُوب میں مبتلا ہو۔ خواہش رکھتا ہے۔ کہ اس کی اولاد گمراہ نہ ہو۔ وُہ اسے اسی بات کی تلقین کرتا ہے۔ جسے وُہ فی الواقعہ نیکی اور بھلائی یقین کرتا ہے۔ اس کلیہ کے ماتحت ابوطالب نے اپنے بیٹے حضرت علیؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں رہنے اور ہمہ وقت رہنے کے لئے کہا۔ جبکہ سارے اہل مکہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھ دینے والوں کے خُون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا۔ کہ یہ تم کو نیکی اور بھلائی کی طرف بُلاتے ہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ابوطالب کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزگی اور تقوےٰ و طہارت کی کس قدر وقعت اور عظمت تھی۔ اس کی شان اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب یہ دیکھا جائے کہ ایمان نہ لانے کی حالت میں انہوں نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا اور اپنے لختِ جگر کے لئے یہی بہتر اور ضروری سمجھا۔ کہ وُہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا فخر حاصل کرے۔ اور آپ کے احکام بجا لانے کی سعادت اسے نصیب ہو۔

کفارِ مکہ کی الزام تراشی میں بے چارگی

کفارِ مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت جس منظم طریق سے شروع کی۔ اس کا کسی قدر پتہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوئے نبوت کے بعد جب حج کے ایام قریب آئے۔ تو قریش ایک شخص ولید بن مغیرہ کے ہاں جو نہایت تجربہ کار اور عمر رسیدہ شخص تھا۔ جمع ہُوئے۔ اس نے سب کے سامنے یہ بات پیش کی۔ کہ حج کے موقعہ پر ہر چہار جانب سے عرب کے لوگ مکہ میں آئیں گے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کا ذکر وُہ سن چکے ہیں اس کے متعلق پوچھیں گے۔ اس کے جواب کے لئے ایک ہی بات تجویز کر لینی چاہیئے۔ انہیں ایک ہی بات کہی جائے تا اختلاف بیان کے سبب لوگ

ہمیں جھوٹا نہ سمجھیں۔ اس تجویز کو بہت پسند کیا گیا۔ لیکن قریش کے سرکردہ لیڈروں اور سرداروں کو کوئی بات تجویز کرنے میں بے حد مشکل پیش آئی۔ اور وہ بڑی دماغ سوزی کے باوجود کوئی ایسی بات تلاش کرنے میں سخت ناکام رہے۔ جس کے متعلق ان کے اپنے دل بھی مطمئن ہو جاتے۔ اور اسے موثر سمجھتے۔ بڑے غور وخوض کے بعد سب نے پہلے یہ بات پیش کی۔ کہ کہا جائے۔ محمدؐ کاہن ہے لیکن ولید نے کہا۔ یہ ٹھیک نہیں۔ کاہن کی کوئی بات محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نہیں پائی جاتی۔ اور یہ کہنے پر تم جھوٹے سمجھے جاؤ گے۔ پھر سب نے کہا۔ ہم اُسے مجنون کہیں گے۔ ولید نے کہا وُہ مجنون بھی نہیں ہے۔ مجنون کی کوئی علامت اس میں نظر نہیں آتی اس سے بھی تمہاری سبکی ہوگی۔ پھر سب نے کہا۔ ہم اُسے شاعر کہینگے ولید نے کہا۔ اس کا کلام شعر بھی نہیں۔ یہ کہنے پر بھی تمہیں سچا نہ سمجھا جائے گا۔ پھر سب نے کہا۔ ہم ساحر کہیں گے۔ اس نے کہا یہ ساحر بھی نہیں۔ آخر سب نے عاجز ہو کر ولید سے کہا۔ تم ہی بتاؤ۔ کیا کہیں۔ اس نے کہا۔ خدا کی قسم سچ بات تو یہ ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کلام یعنی قرآن میں خرما کی سی مٹھاس ہے۔ اور اے قریش جس قدر باتیں تم نے بیان کی ہیں۔ ان میں سے جو بھی تم کہو گے۔ فوراً معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ جھوٹ اور باطل ہے۔

یہ ان لوگوں کے راہ نما کی رائے ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکناف عرب میں بدنام کرنے اور آپ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی تجویز سوچنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ کیا اس سے واضح نہیں ہوتا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشد ترین مخالفوں بلکہ دُشمنوں کو بھی آپ کے خلاف کوئی ایسی بات نظر نہ آتی تھی۔ جو کچھ وزن اور حقیقت رکھتی۔ اور جس کی بناء پر آپ کی مخالفت جائز قرار دی جا سکتی۔ گویا وُہ لوگ منصوبہ بازی کرتے وقت بھی آپ کی معصومیت کے قائل تھے۔ اور ہر پہلو سے آپ کو پاک اور مطہر سمجھتے تھے

کفار کے مجمع کا مرعوب ہونا

ایک دفعہ کفار مکہ حجرِ اسود کے پاس خانہ کعبہ میں غصہ سے بھرے ہوئے جمع ہوئے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے۔ جیسا ہم نے اس شخص پر صبر کیا ہے۔ آج تک کسی پر نہیں کیا۔ اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور طواف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جب آپؐ طواف کرتے ہوئے ان لوگوں کے پاس سے گذرتے۔ تو وُہ آپؐ پر بیہودہ آوازے کستے۔ اور بد زبانی کرتے۔ تیسری بار جب انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر انہیں ڈانٹا۔ اس کا ان پر ایسا اثر ہوا۔ کہ وُہ سکتہ کی حالت میں ہو گئے۔ اور جو شخص ان میں سے بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہا تھا۔ وُہ نرمی کی باتیں کرنے لگا۔ اور اُس نے کہا۔ آپؐ تشریف لے جائیں ہم آپؐ کو کچھ نہیں کہتے۔

سردارانِ قریش کے غضب آلود مجمع کا رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تن تنہا ہونے کے باوجود آپؐ سے اس درجہ مرعوب ہو جانے کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے۔ کہ آپؐ کو خدا تعالےٰ نے حق اور صداقت کا علمبردار بنا کر جو رعب اور شان عطا کی تھی۔ کفار اس کی تاب نہ لا سکتے تھے۔

سردارانِ قریش کی چال

جب کفار نے ہر قسم کی سختی اور درشتی سے کام لینے کے بعد دیکھا۔ کہ نہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ آپؐ کے ماننے والوں کی تعداد باوجود شدائد اور تکالیف برداشت کرنے کے روز بروز بڑھ رہی ہے۔ تو انہوں نے ایک چال چلنی چاہی۔ اور وُہ یہ کہ ایک مجلس میں صلاح ومشورہ کرنے کے بعد عتبہ کو اپنی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ کہنے کے لئے بھیجا۔ کہ اگر تم نے نبوت کا دعوےٰ اس لئے کیا ہے۔ کہ تم ساری قوم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ۔ یا سب کے سردار بن جاؤ۔ اور تمہاری اجازت کے بغیر کوئی کام نہ ہو۔ یا تمہیں سلطنت حاصل ہو جائے۔ تو ہم سب باتیں کر سکتے ہیں۔ تم نئے دین کا اعلان چھوڑ دو۔ اس کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ حٰم کی تلاوت سجدہ کے مقام تک فرمائی۔ اور سجدہ کرنے کے بعد فرمایا یہی میرا جواب ہے۔ عتبہ اس کے بعد ان لوگوں کی مجلس میں آیا۔ جن کی طرف سے وُہ نمائندہ ہو کر گیا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وُہ زبان سے کچھ کہے۔ اس کی شکل دیکھتے ہی وُہ لوگ کہنے لگے۔ یہ اس مونہہ کے ساتھ نہیں آرہا۔ جس مونہہ کے ساتھ گیا تھا۔ اور جب اس سے پوچھا گیا۔ کہ کیا جواب لائے ہو۔ تو اس نے کہا۔ میں نے ایسی بات سُنی ہے کہ قسم کھا کر کہتا ہوں۔ ایسی بات کبھی نہیں سُنی۔ نہ تو وُہ شعر ہے۔ نہ جادُو ہے۔ نہ کہانت ہے۔ اے قریش میری بات مانو۔ تو اس شخص کو اسی کی حالت میں چھوڑ دو۔ اور اس کے مزاحم نہ بنو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو بات میں نے سُنی۔ یہ تمام عالم میں پھیلے گی پس اگر عرب اس کے مخالف ہو گئے۔ تو تمہیں اس کی مخالفت کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔ عرب خود سمجھ لیں گے۔ اور اگر یہ عرب پر غالب آگیا۔ اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا۔ اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی۔ تم کو اس سے برسرِ فساد نہ رہنا چاہیئے۔ اس طرح تم بہت فائدہ میں رہو گے۔

عتبہ نے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو رائے ظاہر کی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وُہ کتنا دُور اندیش اور کیسا زیرک تھا۔ اور اس نے کیسی پتہ کی بات کہی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ایسے سرکردہ اور تجربہ کار لوگ اپنی مخالفت اور عداوت کی کالی گھٹاؤں میں بھی کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا نور دیکھتے تھے۔

نضر بن حرث کا بیان

ایک شخص نضر بن حرث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دُشمنوں میں سے تھا حضورؐ کی ایذا دہی اور عداوت میں بالکل اندھا ہو چکا تھا۔ قرآن کریم کی آیات کے مقابلہ میں لوگوں کو پُرانے قصے سناتا۔ اور دعوےٰ کرتا۔ کہ قرآن کریم کی مثل میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ اس نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں کی مجلس میں کھڑے ہو کر بیان کیا۔

اے گروہ قریش تم میں ایسا حادثہ ہوا ہے۔ جس کے مقابلہ میں تم کوئی حیلہ نہیں کر سکتے۔ محمدؐ تمہارے اندر جب ایک نوعمر لڑکا تھا۔ تو بہت پسندیدہ راست گفتار اور امانتدار تھا۔ پھر جب وُہ سنِ تمیز کو پہونچا۔ اور اس کے چہرہ پر تم نے خط وخال کی نمود دیکھی۔ تو اس وقت وہ جو چیز تمہارے پاس لایا۔ اس پر تم نے کہا۔ یہ جادوگر ہے۔ قسم ہے خدا کی وُہ جادُوگر نہیں ہے۔ پھر تم نے کہا۔ یہ کاہن ہے۔ قسم ہے خدا کی وُہ کاہن بھی نہیں۔ تم نے کہا۔ یہ شاعر ہے۔ قسم خدا کی۔ وُہ شاعر بھی نہیں ہے۔ تم نے کہا۔ مجنون ہے۔ قسم ہے خدا کی۔ وُہ مجنون بھی نہیں ہے تم لوگ اپنی حالت پر غور کرو۔ کیونکہ قسم ہے خدا کی۔ یہ ایک امرِ عظیم تم پر نازل ہوا ہے۔

اتنے بڑے مخالف اور معاند کے مونہہ سے ایسے الفاظ نکلنے کوئی معمولی بات نہیں۔ مگر وُہ سوائے اس کے کہہ بھی کیا سکتا تھا۔ دُشمنی اور عداوت اُسے مجبُور کرتی تھی۔ کہ ہر وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی۔ اور تکلیف دہی میں لگا رہے۔ لیکن جب وُہ اپنی مخالفت کی کوئی معقول وجہ تلاش کرتا۔ تو نہ صرف خود خجل ہو جاتا۔ بلکہ دوسروں سے بھی کہتا۔ کہ اپنی حالت پر غور کریں کیونکہ جس ذات والا صفات کی مخالفت کرنا انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد اور مُدعا بنا رکھا تھا۔ اس میں ہر پہلُو سے خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی تھیں۔ اور بغض وعداوت کی نگاہ بھی کوئی بات ناموزوں نہ دیکھ سکتی تھی۔

ان چند ایک واقعات سے جن میں بخوف طوالت اضافہ نہیں کیا گیا۔ بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جس ہستی کے متعلق اس کے اشد ترین دُشمنوں اور مخالفوں کے یہ خیالات ہوں۔ اور عداوت و دُشمنی میں سرشار ہونے کے باوجُود ہوں۔ اس کی اصل شان کس قدر اعلےٰ اور ارفع ہے۔

مُبارک ہیں وُہ جنہیں بغض وکینہ۔ تعصب اور عداوت سے پاک دل رکھنے کی وجہ سے فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اور آئندہ حاصل ہونا رہے گا۔

خاکسار

غلام نبی

پیارے نبی کا اُسوۂ حسنہ

از محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ بی۔ اے

(آنرز) ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل۔ (گولڈ میڈلسٹ) منشی فاضل۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ پی۔ ای۔ ایس۔ پروفیسر گورنمنٹ زنانہ کالج لاہور

دُنیوی علائق سے قطع تعلق

اس تقدس مآب ہستی کا ہر ایک شعبۂ زندگی وُہ اہمیت رکھتا ہے۔ کہ اس کی منقبت میں ہمہ تن قلم اور اس کی توصیف و تحمید میں ستی مجسم بن جائیں۔ گر پھر بھی تکمیلِ مقصد سے منزلوں دُور ہوں۔ جناب رسالتمآب کی سادگی۔ خوش خلقی۔ حلم و بردباری۔ دُشمنانِ جانی سے محبت و مودت۔ زہد و تقوےٰ۔ وفورِ عبادت و ریاضتِ روحانی۔ اور صدیوں کی دھتکاری ہُوئی ہستی یعنی "عورت" سے حُسنِ سلوک ایسی خصوصیات ہیں۔ جن کا بہ حدِ اعتدال یکجا اجتماع تاریخِ عالم میں ناپید ہے۔ آپؐ "خیر الامور اوسطھا" پر کاربند اور ہر طرح کی عامیانہ افراط و تفریط سے جو بہترین خصائل و شمائل کو رذائل میں مبدل کرنے کے لئے کافی ہے۔ مبرا تھے۔ سرورِ کونین بادشاہِ وقت ہوتے ہوئے ہر طرح کے تجمل و شان سے محترز و مجتنب رہے۔ حق تو یہ ہے۔ کہ شانِ امارت میں الفقر فخری کا سماں اپنے جلوے دکھا رہا تھا۔ کثرتِ فتوحات نے یثرب میں نعمت و دولت کے دریا بہا دیئے۔ مگر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تنعم دنیوی سے علاقہ نہ تھا۔ آپ صبغۃ اللہ کے رُوح افزا۔ اور باصرہ نواز رنگ میں رنگے ہُوئے تھے وُہ قلب جس میں محبتِ ایزدی کے چشمے ابل رہے تھے۔ جس میں وحدانیت کی تجلیاں اپنی بجلیاں گرا رہی تھیں۔ وہاں علائق دُنیوی کو کیا دخل۔ وُہ رُوحِ پاک جو تنویراتِ سماویہ سے جگمگا رہی تھی۔ وہاں موثراتِ کونیہ کیا بہار دکھا سکتے تھے۔

آپؐ کا ارشاد تو یہ تھا۔ کہ فرزندِ آدم کی احتیاج فقط ان اشیائے ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ کہ رہنے کے لئے گھر ہو۔ تن ڈھانپنے کے لئے ایک کپڑا اور قوتِ لایموت کے لئے روکھی سوکھی روٹی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک و پوشاک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ولا یطوی لہ ثوب۔ آپؐ کا کوئی کپڑا کبھی تہ کرکے نہیں رکھا گیا۔ خوراک کی یہ حالت تھی کہ عہدِ رسالت میں کبھی آپؐ نے دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن خدمتِ اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حاضر ہُوئے۔ تو دیکھا آپؐ نے شکم کو کس کر باندھا ہُوا ہے۔ دریافت کرنے پر حاضرین میں سے ایک نے بتلایا۔ "بوجہ بھوک"۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ صحابہ نے اپنے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے حضور اپنی فاقہ کشی اور زحمت کا شکوہ کیا اور پیٹ سے پتھر کھول کر دکھایا۔ مگر جب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم کھولا۔ تو بجائے ایک کے دو پتھر بندھے تھے۔

عورتوں پر آپؐ کے احسانات

قبل از اسلام عورت دُنیا کی ذلیل ترین ہستی تھی۔ امتہ عیسیٰؑ کے نام لیواؤں نے اُسے ناگن کہا۔ شیطان کے زرغے میں پھنسنے والی آدم کی لغزش کا اہم باعث۔ ابن مریم کے خوفناک انجام اور بندگانِ خدا کی گراوٹ کا سبب بھی عورت ہی سمجھی جاتی تھی۔ ہندو حقشتوں نے اسے تمام حقوقِ وراثت سے محروم کرکے صنفِ جابر کی اطاعت گزار خادمہ بنا دیا۔ پھر برہمن دیوتاؤں نے اس کے ہاتھ کا کھانا بھی اپنے لئے تذلیل سمجھا۔ اور وُہ دھرمشی کرشن جن کی بانسری وحدانیت کی تانیں اگاتی ہوئی مساوات کی راگنی الاپ رہی تھی۔ انہوں نے بھی جب اس بے کس اور بے بس ہستی یعنی عورت کی باری آئی۔ تو اسے گناہوں کی پوٹ بنا کر شودروں کے زمرے میں داخل کر دیا۔ مگر جب چھٹی صدی میں ۵ کیا چاند نے کھبت غارِ حرا سے۔ تو نسخہ کیمیا کا عالم مساوات کا وُہ نادر اور فقید المثال پیغام لے کر پہنچا۔ جس نے ابنائے زمان کو محوِ حیرت و استعجاب کر دیا۔ اُسی عورت کو جو حقیر تھی۔ ذلیل تھی۔ اُسے قابلِ قدر و منزلت قرار دیا۔ صنفِ نازک کی بگڑی بن گئی۔ جب بارگاہِ ایزدی سے ارشاد ہُوا۔ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض۔ مرد عورتوں کے لئے رزق مہیا کرنے والے ہیں۔ اور اللہ نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بدرجہ اتم عزت افزائی دی جب فرمایا۔ ان الجنۃ تحت اقدام امھاتکم جنت تمہاری ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔

علاوہ بریں اُسے والدہ۔ بھائی۔ شوہر اور بیٹے کی جائداد کا حقدار بنایا۔ ظاہر ہے اسلام ابرِ کرم سے طبقۂ خواتین کے جیب و دامان ایسے دُرِ پُر غرر سے مالا مال ہُوئے ہیں۔ اور اس سرچشمے سے وُہ فیوض حاصل ہُوئے ہیں۔ کہ اس کی مدح سرائی میں اگر بقائے دوام تک رطب اللسان رہیں۔ تو بھی عہدہ برآنہ ہوسکیں۔ اسلام اور اسی کے ہادی کی عنایات بیغایات اور احسانات سے مسلمات کے سر جھکے ہوئے ہونے چاہئیں۔ مگر یہاں تو منظر ہی کچھ اور ہے۔ اسلام کی علانیہ توہین کے روز افزوں نظارے فدایانِ ملت کے قلب و جگر کو پاش پاش کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اور زیادہ قابلِ تاسف امر یہ ہے، کہ وہی جو روشن دماغ ہونے کا دعوےٰ کرتی ہیں۔ جنہوں نے تعلیمِ جدید کے خرمنوں سے جھولیاں بھر نے میں زندگی کے بہترین اوقات صرف کئے ہیں۔ وُہی صبغۃ اللہ سے معرّا و مبرا ہوں۔ وہی ننگِ ملت بیٹھا ہوں۔ اسلام کی نام لیواؤں کا فرض ہے۔ کہ وُہ انوار بینش فروغِ آفرینش مایۂ صبر ماتگان۔ ماوائے دل خستگان رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا مربی و محسن سمجھکر دلی ذوق کے ساتھ طریقۂ رضیہ پر کاربند ہوں۔ وُہ شریعت غرائے اسلام کی شیدا ہوں جس نے انہیں قعرِ مذلت سے نکال کر قابلِ قدر ہستی بنا دیا۔

عبادتِ الٰہی

باوجود قربِ الٰہی حاصل ہونے اور رسالت کے اعلےٰ و ارفع مدارج پر پہنچنے کے دورانِ عبادت میں حضورؐ کے قلب اطہر پر ابتہال کی یہ کیفیت تھی کہ روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتیں۔ راتوں کو آپؐ اتنی دیر تک نماز میں کھڑے رہتے۔ کہ پائے مبارک پر ورم آ جاتا۔ لیکن جہاں معشوقِ حقیقی کی لگن ہو۔ وہاں آرام و آسائش کیسی؟ اور تغافل کس لئے۔ یاایھا المزمل کے مخاطب۔ قم الیل و رتل القرآن ترتیلا کے مامور اور قولاً ثقیلا کے حامل کو اپنے معبود کے ساتھ مجلسِ راز میں بیٹھے بغیر کس طرح چین آ سکتا تھا۔ یہ وجہ تھی۔ کہ جب صحابہ نے آپؐ کے خضوع و خشوع اور بے حد شغف عبادت کو دیکھ کر سوال کیا۔ کہ یارسول اللہ آپؐ تو مرحوم و مغفور ہیں۔ آپؐ اس قدر زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکورا۔ کیا میں عبدِ شکور نہ بنوں۔ آپؐ کا مقتضا محبتِ الٰہی تھا۔ نہ کہ خشیتِ الٰہی آپؐ نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھتے۔ اور فرماتے وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔

دُشمنوں سے شفقت

نبی محترم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فداہ ابی و امی کے حلم و عفو۔ مسامحت و بردباری کی بے انتہا داستانیں ہیں اس سرچشمۂ فیض سے ہر شخص کافر و مسلم۔ عورت مرد۔ بچہ بوڑھا یکساں شاد کام ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ دُشمنانِ جانی کو بھی اس سے محروم نہیں ہونے دیا۔ جنگِ احد میں تیغوں کے پے درپے وار ہو رہے ہیں۔ رخسارہ مبارک پر زخم آئے۔ جبینِ اقدس خون آلود ہے دندانِ مبارک شہید ہُوئے۔ تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ عدوِ لئیم تنِ اطہر کو اپنا ہدف بنانا چاہتا ہے۔ مگر اس حالت میں بھی کیا الفاظ ہیں۔ جو خیر الورےٰ رحمۃ للعالمین کی زبانِ معجز بیان سے نکل رہے ہیں بارگاہِ ایزدی میں دُعا گو ہیں۔ رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون۔ اے رب۔ میری قوم کو بخش دے۔ کیونکہ وُہ نادان ہے۔

اہلِ طائف نے پیامِ حق کا تمسخر اڑایا۔ داعی اسلام کو ہر ممکن اذیت دی۔ پائے مبارک کو لہولہان کیا۔ پتھر برسائے۔ مگر آپ دُعا فرماتے ہیں۔ کہ اے خدا اہلِ طائف کو ایمان لانے کی توفیق دے۔ اور دوستانہ طور پر ان کو مدینہ لا ۔

عرب سخت ترین کفار تھے۔ مگر حبیبِ خدا سردارِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ سلوک اور اسوۂ حسنہ نے سنگدلوں کو ایسا نرم کیا۔ کہ کفر ماسوائے کا علاقہ نہ رہا۔ پتھر کی خودداری پر ناز کرنے والے جامِ الست پی کر سرشار ہو گئے۔ بڑی بڑی متکبر گردنیں آستانہ سرمدی پر جھک گئیں۔ اور دشت و جبل میں نعرۂ توحید گونج اُٹھا۔

ایسی ہی عظیم الشان ہستی فداہ ابی وامی کے سچے پیروؤں نے اپنی شہرت کا ڈنکا مشرق و مغرب میں بجا دیا۔ یہی جاں نثار اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے فرمانبردار۔ اخوت۔ حریت۔ مساوات کا پیغام لے کر عالم میں پھیل گئے۔ انہوں نے ہر ہر گوشہ میں سراجِ ہدایت جلا دیا۔ لمعاتِ انوارِ علم سے دیش فروزاں ہوئیں اور دنیا ایک بقعۂ نور بن گئی۔ مگر ؎

نہیں ہے ہائے افسوس اب ہمارا وہ چلن باقی
نہ وہ حسنِ عمل باقی نہ اب وہ حسنِ ظن باقی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہندو کتب میں

از جناب محمد عمر صاحب شرما مولوی فاضل

بعض ہمارے ہندو بھائی اپنی کتابوں سے ناواقفیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ گندے سے گندے اتہامات لگایا کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ تعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر ذرا اپنی مذہبی کتب کا مطالعہ کریں۔ تو ان کو معلوم ہو جائے۔ کہ ان کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جگت اور ایشور کا اوتار مانا گیا ہے۔ چنانچہ جس قدر انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ان میں سے اکثر کا ذکر ہندو دھرم کے مشہور رشی ویاس جی مہاراج نے اپنی کتاب بھوشیہ پوران میں کیا ہے۔ اور انہیں خدا کا بھگت اور ایشور کا اوتار مانا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے۔ اتنے میں ایک آچاریہ (گرو) مہامد (محمدؐ) نام سے مشہور اپنے چیلوں کے ساتھ آیا۔ راجہ نے عرب دیش کے رہنے والے مہادیو کو پنچ گوبر سے ملے ہوئے پانی کے ساتھ اشنان کرایا۔ اور چندن وغیرہ سے اس کی پوُجا کر کے من ہی من ایشور سے پرارتھنا کی بھوج راج بولا۔ عرب دیش کے باسی پاربتی کے ناتھ تجھ کو میرا نمسکار ہو۔ ہے ایشور کے بہت پیارے بھگت تجھ کو میرا بار بار نمسکار ہو۔ تو مجھ کو اپنی سیوا میں آیا ہوا نوکر جان۔ اس طرح راجا کے بچن کو سُن کر مہامد مہاراج نے راجا کو اشیرواد (دعا) دی اور کہا۔ ہے راجا ایشور تیرا کلیان کرینگے۔

(بھوشیہ پوران کھنڈ ۳ شلوک $\frac{5}{27}$)

اس حوالہ کے بعد جو میں نے ہندو دھرم کی مستند اور الہامی کتب سے پیش کیا ہے۔ میں اپنے ہندو بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ خدارا ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنی مذہبی کتب کا مطالعہ کریں۔ تاکہ بزرگوں کو بُرا کہنے کی وجہ سے وہ نقصان نہ اٹھائیں۔

دُنیا کو حقیقی امن کی طرف لیجانیوالا نبیؐ

از برادر محترم مسٹر جمال جانسٹن صاحب۔ سالٹ پانڈ (مغربی افریقہ)

اسلام کے پیغمبر اعظم دُنیا کی تاریخ میں نسلِ انسانی کے سب سے بڑے محسن گنے جاتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا آپ کے بدترین معاندین کو بھی اعتراف ہے۔

ایچ۔ جی۔ ویلز نے جو ہمارے زمانے کا ایک بڑا یورپین مصنف ہے۔ لکھا ہے۔ کہ "آنحضرت (صلعم) مجبور نہ تھے۔ گو بعض اوقات آپ کو اس قدر دھوکا لگ جاتا تھا۔ کہ گویا نعوذ باللہ خدا آپ کے اشارے پر چلتا ہے۔ اور گویا کہ آپ کے خیالات فی الواقع خدا ہی کا القاء ہوتا تھا" بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اپنی تمام تر طاقتوں اور توجہ کے ساتھ خدا کی راہ میں اس طرح لگا دیا تھا۔ کہ آپ اس پاک ہستی سے الگ نہ ہو سکتے تھے۔ اور اس طرح آپ نے وہ اعلیٰ طاقتیں اور صفات اپنے اندر پیدا کر لی تھیں۔ کہ جن کی وجہ سے آپ دُنیا بھر کے محسنِ اعظم ٹھیرے۔

آپ کی مجملہ تعلیموں کا مرکزی نقطہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا۔ اور اس کے ساتھ آپ نے اپنے اتباع کو اور تمام دُنیا کو یقین دلایا۔ کہ آپ کی تعلیم پر عمل کر کے اور آپ کے اسوہ کی تقلید سے وہ بھی اس نتیجہ کو حاصل کر سکتے ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ دُنیا کے مذہب کے سب سے پہلے آدمی سے لیکر ابتدائی تہذیب کے زمانہ کے مذہبی آدمیوں تک دُنیا دو مختلف گروہوں میں تقسیم رہی ہے ایک گروہ اپنے آپ کو دُوسرے پر بیجا فوقیت دیتا رہا ہے حسب نسب کی بناء پر مال و دولت کی بناء پر اور ظاہری ساز و سامان اور طاقت کی وجہ سے دوسروں کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ اس زمانہ میں بھی یہی جھگڑا ہے۔ کہیں شاہی حقوق کا جھگڑا ہے۔ کہیں سفید رنگ کا رُعب ہے۔ کہیں تعصب نسل ہے۔ کہیں امیروں اور غریبوں کے درمیان تنازعے ہیں۔ کہیں کسانوں اور زمینداروں کے فساد ہیں۔ اور میرے نزدیک یہی جڑ ہے۔ تمام جھگڑوں اور نسلِ انسانی کے ایک دوسرے پر تشدد کی۔ اور انسان کے دکھوں کی۔ اس نبیؐ امی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کی معرفت ایسی اکمل و مکمل کتاب خدا نے نازل فرمائی۔ کہ جس نے ۱۳ سو صدیوں سے اپنی پاکیزگی زبان اور روحانیت کے لحاظ سے باوجود کئی قسم کے نئے علوم کی ایجاد کے فلاسفروں اور عالموں کو ساکت کر رکھا ہے۔ اور جہاں دوسری کتابیں اپنے مطالب کے بیان کے لئے علماء کی محتاج ہیں۔ یہ خدا کی مقدس کتاب اپنے روحانی خزانوں کے لحاظ سے ایک کان ہی ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ مارگولی اتھ جیسا معاند اسلام بھی راڈویل کے ترجمہ کی تمہید میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ یہ قرآن ہی تھا جس نے مسلمانوں کو حصولِ علم کی طرف حرکت دی۔ اور بالآخر قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے لئے بھی علوم کا مرکز بنا) کی بعثت سے قبل دُنیا ایسی ابتر حالت میں تھی۔ اور آپ نے انسان کا مرتبہ انسان ہونے کے لحاظ سے ایک دوسرے کے برابر کر دیا۔ اور اس طرح آپ نے سید الشی بڑائی یا دولت اور طاقت کے گھمنڈ کو توڑ دیا۔

آپ نے نہ صرف غلامی کو جڑ سے کاٹ دیا۔ بلکہ ایسے تمام امتیازات کی بیخ کنی کر دی جن کی وجہ سے انسان اپنے بھائیوں کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ آپ کے اصولوں نے ہمیں موجودہ زمانہ کی

جمہوریت کی تعلیم دی۔ جس میں بادشاہ اپنی کونسل سے مشورہ کے بعد امور سلطنت طے کرے۔ اور اپنے بھائی انسان کی رائے کا احترام کرنا سکھایا۔ اور اس طرح سے ایک قسم کی روح ہمارے اندر پیدا کر دی ہے۔ کہ ہم پوشیدہ چیزوں کی کنہ تک پہونچنے کے لئے تحقیقات میں رہتے ہیں۔

آپ نے ہمیں سبق دیا۔ کہ پیدائش ایک ایسی چیز ہے جس پر انسان کا کوئی اقتدار نہیں۔ دولت کے متعلق آپ نے فرمایا۔ کہ دوسروں کی اعانت کے بغیر کمائی نہیں جا سکتی۔ اور اس لئے ان کا حصہ زکوٰۃ کے رنگ میں الگ کرنا چاہئے۔ اور طاقت ایک نعمت ہے۔ جو تاثرات نیچر کا عطیہ ہے۔ لیکن دل کی تربیت انفرادی کوششوں پر مبنی ہے۔ اس لئے آپ نے حکم دیا۔ کہ اطلبوا العلم من المھد الی اللحد۔ قلب انسانی قابلیت کا علم ہے۔ اور یہ انسان کے لئے دوزخ و جنت کی طرف راہنمائی کر سکتا ہے۔

اس اصول کی بناء پر آپ نے ایک ایسی اخوت قائم کر دی۔ جو اس وقت تک زبان زد خلائق ہے۔ اور جسے دیکھ کر دنیا حیران ہوتی ہے۔ کہ بغیر کسی تفریق و امتیاز قومی و ملت کے مومنین نماز کی صفوں میں امیر و غریب کندھے سے کندھا لگائے کھڑے ہیں۔

افسوس کہ اس دنیا میں امن پھیلانے والی اور انسانوں کے اندر محبت پیدا کرنے والی تعلیم کو وہ لوگ پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ جو سیاسیات میں غرق ہیں۔ اور جب تک اس تعلیم پر عمل پیرا نہ ہوا جائیگا۔ دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہ ہو گا۔ مجھے اس نقطہ پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ عنقریب دنیا دیکھ لیگی۔ کہ اس کی تمام تر مشکلات اور مصیبتوں کا علاج صرف اور صرف محمد صلعم کی تعلیم کی پیروی میں ہے ؏

دُنیا کا ہادی

از محترمہ عزیزہ رضیہ صاحبہ اہلیہ مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان

دُنیا پر ایک ایسا زمانہ آیا۔ کہ اس میں سخت تاریکی چھا گئی شیاطین نے تمام دُنیا پر اپنا تسلط جما کر اندھیر مچا دیا۔ اس ہولناک و تاریک و طویل رات میں تمام مخلوق خدا راہ مستقیم سے بھٹک گئی۔ کسی کو بُرے بھلے کی تمیز نہ رہی۔ قریب تھا۔ کہ مخلوق خدا کو یہ ضلالت و ظلمت ہمیشہ کے لئے بحر عصیاں میں غرق کر دے۔ کہ خالق عالم کی رحمت جوش میں آئی۔ اور اس نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق اپنے بندوں کو ذلت و تباہی سے بچانے کے لئے دُنیا پر اپنی رحمت کا ظہور فرما کر اُس ہیبت ناک رات کو اپنے نورانی سورج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک روشن دن میں تبدیل کر دیا

ملک عرب سے چونکہ انتہائی ظلمت و ضلالت کا مرکز تھا تجلی خالق کا ظہور ہوا۔ اُس بابرکت نسیم سحری کے جھونکوں سے دُنیا میں انقلاب عظیم شروع ہوا۔ تاریک و طویل ہولناک رات کے بعد صبح صادق کے ظہور نے تلاش راہ میں ٹھوکریں کھاتی ہوئی مخلوق کو حیرت و استعجاب میں مبتلا کر دیا۔ اس کشمکش و پریشانی میں لوگ مبہوت ہو کر جہاں جہاں تھے۔ وہیں کھڑے ہو گئے۔

یہ وہی صبح جاں نواز تھی۔ جس کی تلاش میں لوگ مدتہائے دراز سے ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ جس کی پُر جلال ہیبت سے دشت و جبال تھرا اٹھے۔ ایوان کسریٰ کے کنگرے گر گئے۔ آتشکدہ فارس اس نور توحید کے خوف سے کانپ کر ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔

حتےٰ کہ اس پُر جلال و عظمت رب کی تجلی کا سورج آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) طلوع ہوا۔ دُنیا منور ہو گئی۔ اخلاق انسانی کا آئینہ پر توِ قدسی سے چمک اُٹھا۔ ہزاروں سعید روحیں اس نور سے فیض یاب ہوئیں۔ اس سورج کی جلالی و جمالی کرنوں نے مردہ انسانوں میں روح پھونک دی۔ انہوں نے نور حق پالیا۔ اور مثل پروانہ اپنی جان و مال نثار کرنے لگے۔

مگر بعض دلوں کے اندھے اُس آفتاب ہدایت کی آب و تاب کی تاب نہ لا سکے۔ اور ہمیشہ کے لئے نور بصیرت کھو بیٹھے۔ راہِ حق پانے والوں کے لئے ان کے دلوں میں بغض و عناد بھڑک اُٹھا۔ اس نور کے پروانوں کو طرح طرح کی تکالیف دینے لگے۔ اور اپنے منہ کی پھونکوں سے نورِ رسالت کو بجھانا چاہا۔ مگر منہ کی کھائی۔ خدائے ذوالجلال نے اپنے بندوں کی مدد کی۔ اور تمام دشمنان ہدایت آفتاب ہدایت کی تمازت سے جل کر خاک و تباہ ہو گئے۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ الہٖ و اصحابہ اجمعین۔

وہ آفتاب رسالت اپنی کامل شان و شوکت کے ساتھ بلند ہوا۔ اور دُنیا کی بُرائیاں نیست و نابود ہو گئیں۔ اس نے انسانوں کے سینوں سے بغض و عناد دُور کر دیا۔ اس کی بابرکت شعاعوں سے ان میں اخلاق حسنہ کی برقی لہریں دوڑ گئیں۔ جو پہلے بُت پرست و مشرک تھے۔ خدائے واحد کے پرستار ہو گئے۔ وہ جو ایک دوسرے کے دُشمن تھے۔ توحید اسلام نے اُن کو متحد کر دیا۔ اور اتحاد عمل نے اُن کو جو دُنیا میں کمزور اور مٹھی بھر تھے۔ روئے زمین پر غالب کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں جو اخوت قائم کی۔ اس کی نظیر دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی جس مواخاۃ کا بیج آپ نے انصار و مہاجرین میں بویا۔ وہ کیسی بابرکت مواخاۃ تھی۔ حقیقی بھائیوں میں بھی اس کی مثال ملنی مشکل ہے ان بھائیوں نے ایک دوسرے کے لئے جو ایثار کئے۔ وہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ اس مواخاۃ کی برکت سے اس پتھریلی و ناہموار زمین میں پودہ اسلام کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ اور وہ ایک عظیم الشان درخت بن گیا۔ کامیابی کا اصل راز اتحاد میں ہی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار و مہاجرین میں مواخاۃ قائم کرنا اسی حکمت پر مبنی تھا۔ کاش آج کل کے مسلمان بھی اسلامی اخوت کو نہ بھلاتے۔ اور یوں منتشر ہو کر دُشمنی کے ظلم کا شکار نہ ہوتے۔

آفتاب اسلام کے صفات حسنہ اور کارہائے عظیم الشان کی شعاعیں تا قیامت دنیا پر پڑتی رہیں گی۔ اور انسان ہمیشہ اس نور ہدایت سے فیض یاب ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں بھی اس آفتاب رسالت کے پرتو سے ایک نورانی چاند طلوع ہوا۔

عظیم الشان نبی

خُدا نے میرے ساتھ ہمکلام ہو کر مجھے یہ بتلایا ہے۔ کہ وہ نبی جس نے قرآن پیش کیا۔ اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا وہ سچا نبی ہے۔ اور وہی ہے۔ جس کے قدموں کے نیچے نجات ہے۔ اور بجز اس کی متابعت کے ہرگز ہرگز کسی کو کوئی نور حاصل نہیں ہوگا۔ اور جب میرے خدا نے اس نبی کی وقعت اور قدر اور عظمت میرے پر ظاہر کی تو میں کانپ اُٹھا۔ اور میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا۔ کیونکہ جیسا کہ مسیح کی تعریف میں لوگ حد سے بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ ان کو خدا بنا دیا۔ اسی طرح اس مقدس نبی کو لوگوں نے قدر شناخت نہ کیا۔ جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا۔ اور جیسا کہ چاہیئے۔ لوگوں کو اب تک اسکی عظمتیں معلوم نہیں۔ وُہی ایک نبی ہے جس نے توحید کا تخم ایسے طور پر بویا۔ جو آج تک ضائع نہیں ہوا۔ وہی ایک نبی ہے جو ایسے وقت میں آیا۔ جب تمام دنیا بگڑ گئی تھی۔ اور ایسے وقت میں گیا جب ایک سمندر کی طرح توحید کو دُنیا میں پھیلا گیا۔ اور وہی ایک نبی ہے جس کے لئے ہر ایک زمانہ میں خدا اپنی غیرت دکھلاتا رہا۔ اور اس کی تائید اور تصدیق کیلئے ہزارہا معجزات ظاہر کرتا رہا ؏ حقیقۃ الوحی مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مدحِ افتخار اولین و آخرین

(از جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر اکسائز سپرنٹنڈنٹ رام پور سٹیٹ)

ہے محمد آفتاب عالم دیں
افتخار اولین و آخریں

سیدِ اولاد آدم بے گماں
سرور و سردار انسان بالیقیں

مہبطِ وحی خدائے لم یزل
مظہر آیات رب العالمیں

خلق کامل کا نمونہ بے مثال
حق پرستی میں نظیر اس کی نہیں

حسن ظاہر دلربائے دوجہاں
حسن باطن نور افزائے یقیں

شفقتِ مخلوق سے لبریز دل
ماحی ظلمت تھی نور افشاں جبیں

تھا امام الانبیاء اس کا لقب
کیوں نہ ہوتا پھر وہ ختم المرسلیں

اس کی امت کیوں نہ ہو خیر الامم
جامع حسنات ہے جب اس کا دیں

امن سے گلزار اس کو کر دیا
جس زمیں پر حکمراں تھے بغض و کیں

تھا وہ حامی صلح و امنِ عام کا
ہے لقب اس کا مطاع اور امیں

امن عالم کے لئے اسلام میں
اس نے سکھلائے اصول بہتریں

آئے گی دنیا اسی کی راہ پر
کیونکہ ہے وہ عند ذی العرش مکیں

سن رکھو اس کی اطاعت کے بغیر
راحتِ دارین مل سکتی نہیں

ہے نجات دہر اس کے ہاتھ میں
لاکھ سر پھوڑو نہ پاؤ گے کہیں

اس کی ہے تعلیم سیدھی اور صاف
اس کے ہیں اقوال زریں دلنشیں

کچھ نہ پائے گا کبھی اس کے خلاف
عمر بھر کوئی حریفِ نکتہ چیں

شرط ہے یہ ہو تعصب سے بری
اور کچھ سر میں ہو عقل نکتہ بیں

رات دن اس کی صداقت کے گواہ
ہیں یہ اجرام فلک اور یہ زمیں

وہ ضیا بخش جہاں ہے سربسر
وہ مجسم رحمت للعالمیں

ہے تربیت اس کی دنیا کے لئے
رہنمائے اولین و آخریں

محسن عالم ہے وہ ذاتِ کریم
اس کے احسانوں کی ہے دنیا رہیں

وہ نگہبان حقوقِ خلق تھا
رحمت حق بہر نسوان و بنیں

نسل انسانی کو بخشا وہ عروج
جو فرشتوں میں بھی تھا رشک آفریں

قوت قدسی نے پیدا کر دیئے
اس کی امت میں ہزاروں محسنیں

اے خدا دنیا کو دے توفیقِ خیر
پھر عطا کر سوز و صدق المخلصیں

ساری دنیا باغ ہو اسلام کا
خرمنِ احمدؐ کے ہوں سب خوشہ چیں

آسماں سے بارش افضال ہو
نور سے تیرے منور ہو زمیں

ہر طرف ہو دورِ صدق و راستی
ہر جگہ ہو کثرتِ انصار دیں

امت احمدؐ ہو عالم میں دخیل
حکمراں دنیا پہ ہو شرع متیں

بندۂ ناچیز گوہر دیکھ لے
[illegible] مبارک وقت و ایام و سنین

نذرِ حقیر بحضور سرورِ کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب مولوی محمد نواب خان صاحب ثاقب میرزا خانی مالیر کوٹلہ)

مرحبا اے سرورِ عالم محمد مصطفےٰ
مرحبا اے سید آدم محمد مصطفےٰ

آپ پر لاکھوں درود اور صد ہزاراں برکتیں
آپ پر لاکھوں کروڑوں ہی سلام و رحمتیں

آپ نے زندہ کیا اک مردہ وحشی قوم کو
لڑنے مرنے والی خونخوار اور ضدی قوم کو

بت پرستوں کو خدا جو اور خدا خواں کر دیا
خود نماؤں کج اداؤں کو خدا داں کر دیا

یار اغیار اپنے بیگانے اکٹھے ہو گئے
گورے کالے زنگی و رومی سب اک جا ہو گئے

لڑنے مرنے والے باہم شیر و شکر ہو گئے
خانہ جنگی چھوڑ کر سالار لشکر ہو گئے

وہ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ چار یار
آپ پر قربان جان و دل سے سچے جاں نثار

ہاں وہ صدیق اور عادل باحیا خیبر کشا
صادق و فاروق و ذی النورین اور شیر خدا

الغرض توحید باری آپ پھیلا کر رہے
بت پرستوں کو خدا کی راہ پر لا کر رہے

آپ نے رشتوں کو جوڑا اور بنائی ایک قوم
پاک دل پاکیزہ خو و متقی اور نیک قوم

آپ نے ایکا سکھایا اور باہم بیٹھنا
امن سے رہنا جہاں میں اور بے غم بیٹھنا

قوم کو شیرازۂ وحدت میں جوڑا آپ نے
ملک کو سر رشتۂ الفت میں جوڑا آپ نے

توڑ دی قوت بتوں کی پورِ ابراہیم نے
کر دیئے بندے خدا کے بندۂ تسلیم نے

نعرۂ اللہ اکبر گونج اٹھا ملک میں
سکۂ توحید باری دل پہ بیٹھا ملک میں

یاد ہے وہ وقتِ نازک جب تن تنہا تھے آپ
نام پاک حضرتِ اللہ پر شیدا تھے آپ

دشمنِ جاں قوم تھی اور خون کی پیاسی تمام
باز دے دشمن قوی شمشیر بیروں از نیام

صادر و وارد پہ رستے آپ کے ملنے کے بند
راہ آنے جانے کے سب چلنے اور پھرنے کی بند

ایسے ضغطہ میں انیس وقت تھا صبر و ثبات
ایسے نرغے میں محافظ تھی فقط اللہ کی ذات

آپ تھے اور ساتھ ابوبکر آپ کے تھے یار غار
آئے مکہ سے مدینہ کی طرف ہو کر سوار

آئی تائید خدا اور نصرتِ حق جوش میں
رحمت حق زور پر اور غیرت حق جوش میں

منکران دیں ہلاکت کے گڑھے میں گر کے مٹے
نام انکے مٹ گئے دیوار و در اور گھر مٹے

جب مظفر اور منصور آپ کے خادم ہوئے
جتنے تھے کفار باقی آ کے سب نادم ہوئے

درگذر فرما کے دشمن سے کہا وہ برملا
یوسف صدیق نے جو بھائیوں سے تھا کہا

جاؤ بھی لوگو نہیں ہے تم پہ اب الزام کچھ
ہم نہ کچھ سختی کریں گے اور نہ ہی ایرام کچھ

پا کے قابو سخت دشمن پر یہ فرمایا کرم
آپ پر قربان ثاقب اپنے ماں باپ اور ہم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دشمن کی نظر میں

(حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے)

سر ولیم میور کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جو یو۔ پی کے ایک سولین تھے اور آخر ترقی کرتے کرتے یو۔ پی کے لفٹیننٹ گورنر ہو گئے۔ انھوں نے ایک کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح پر لکھی ہے جو اس موضوع پر مغربی لوگوں کی کتابوں میں سے اگر بہترین نہیں۔ تو بہترین کتابوں میں سے ایک سمجھی جاتی ہے۔ سر ولیم میور اسلام اور بانی اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ مراسم اور حکومت کے ایک ذمہ وار عہدہ پر فائز ہونے کی وجہ سے وہ اپنے قلم کو بہت حد تک روک کے رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے متعصبانہ خیالات پھر بھی ان کی تحریروں سے چھن چھن کر نکل ہی آتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو زہر انھوں نے اگلا ہے۔ اور جو نیش زنی انھوں نے کی ہے۔ وہ قابل تعجب نہیں۔ کیونکہ برتن میں سے وہی ٹپکتا ہے۔ جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے۔ مگر اس امر پر حیرت ضرور ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن کبھی کبھی ان کی آنکھوں میں بھی شناخت و عرفان کی ایک جھلک پیدا کر دیتا ہے۔ اور وہ بھی اس حسن دل آویز کی دید میں محو ہوتے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں۔ مسیحیت کا یہ تیر انداز مجنونانہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر تیر پھینکنے کے بعد جب والہانہ رنگ میں زمین کی طرف جھکتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ انہی خون کے قطروں کو جو اسی کے تیروں سے زمین پر گرے تھے۔ ادب و احترام کے ساتھ چاٹ لے۔ تو دل میں گدگدیاں ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔ اس وقت یہ شخص عداوت و استعجاب کے متضاد جذبات کا مجسمہ نظر آتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادل کی طرح قدرت نے آگ اور پانی ایک ہی جگہ پر جمع کر دئے ہیں۔ جب وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ تو پھر یہ شخص پہلے کی طرح تیر اندازی میں مشغول ہو جاتا ہے ؎

بہت سے دشمنان اسلام کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ کی پیدائش تھے۔ یعنی آپ نے زمانہ کو متغیر نہیں کیا۔ بلکہ اس زمانہ کے حالات نے آپ کے وجود کو پیدا کیا۔ عرب کے لوگ اپنی حالت سے تنگ آ چکے تھے۔ عیسائیت ان کی ارواح کو گرما رہی تھی۔ وہ ایک نئی شکل اختیار کرنے کے لئے تیار تھے۔ ضرورت صرف ایک سانچے کی تھی۔ جس میں وہ پڑ جائیں۔ اور ڈھل جائیں۔ وہ سانچہ بھی حالات زمانہ کے ماتحت آپ ہی آپ تیار ہو رہا تھا۔ وہ سانچہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی۔ عرب کے قلوب اس میں پڑے۔ اور ایک نئی شکل اختیار کرتے ہوئے ایک نیا نام پا کر دنیا میں پھیل گئے۔ نہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نیا قانون دنیا میں پیش کیا۔ نہ دنیا نے ان کے ذریعہ سے کوئی نیا تغیر پیدا کیا۔ میور بھی اپنی جبلی حالت کے ماتحت اسی خیال کی تائید کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن کبھی نسیم محمدی جہالت کی سرزمین سے اس کے پاؤں اکھیڑ دیتی ہے۔ اور وہ لرزتے ہوئے کانپتے ہوئے غوطے کھاتے ہوئے۔ مگر بہرحال زمین سے اوپر ایک نئی دنیا میں پرواز کرنے لگتا ہے۔ ایسی ہی گھڑیوں میں سے ایک گھڑی میں اس کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں۔ "یہ کہنا کہ اسلام کی صورت عرب کے حالات کا ایک لازمی نتیجہ تھی۔ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ یہ کہنا۔ کہ ریشم کے باریک تاگوں میں سے آپ ہی ایک عالیشان کپڑا تیار ہو گیا ہے۔ یہ کہنا کہ جنگل کی بے تراشی لکڑیوں میں سے ایک شان دار جہاز تیار ہو گیا ہے۔ یا پھر یہ کہنا کہ کھردری چٹان کے پتھروں میں سے ایک خوبصورت محل تیار ہو گیا ہے۔ اگر محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ابتدائی عقائد پر پختہ رہتے ہوئے عیسائیت اور یہودیت کی سچائی کی رہنمائی کو قبول کرتے چلے جاتے۔ اور اپنے متبعین کو ان دونوں مذاہب کی سادہ تعلیم پر کاربند رہنے کا حکم دیتے۔ تو دنیا میں شاید ایک ولی محمد یا ممکن ہے کہ ایک شہید محمد پیدا ہو جاتا۔ جو عرب کے گرجا کی بنیاد رکھنے والا قرار پاتا۔ لیکن جہاں تک انسانی عقل کام دیتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس صورت میں آپ کی تعلیم عرب کے دل کی گہرائیوں میں تلاطم پیدا نہ کر سکتی۔ اور سارا عرب تو الگ رہا۔ اس کا کوئی معقول حصہ بھی آپؐ کے دین میں داخل نہ ہوتا۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے آپؐ نے اپنے انتہائی کمال کے ساتھ ایک ایسی کل ایجاد کی۔ کہ جس کی موقع کے مناسب ڈھل جانے والی قوت کے ساتھ آپؐ نے آہستہ آہستہ عرب قوم کی پراگندہ اور شکستہ چٹانوں کو ایک متناسب محل کی شکل میں بدل دیا۔ اور ایک ایسی قوم بنا دیا۔ جس کے خون میں زندگی اور طاقت کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ ایک عیسائی کو وہ ایک عیسائی نظر آتے تھے۔ ایک یہودی کی نگاہ میں وہ ایک یہودی تھے۔ ایک مکہ کے بت پرست کی آنکھ میں وہ کعبہ کے اصلاح یافتہ عبادت گذار تھے۔ اور اسی طرح ایک لاثانی ہنر اور ایک بے مثال دماغی قابلیت کے ساتھ انھوں نے سارے عرب کو خواہ کوئی بت پرست تھا۔ یہودی تھا کہ عیسائی تھا مجبور کر دیا۔ کہ وہ ان کے قدموں کے پیچھے ایک سچے مطیع کے طور پر جب کے دل سے ہر قسم کی مخالفت کا خیال نکل چکا ہو چل پڑے۔ یہ فعل اس صناع کا ہوتا ہے۔ جو اپنا مصالح آپ تیار کرتا ہے۔ اور یہاں اس مصالح کی مثال چسپاں نہیں ہوتی۔ جو کہ آپ ہی آپ بن جاتا ہے۔ اور اس مصالح کے ساتھ تو اس کو بالکل ہی کوئی مشابہت نہیں۔ جو اپنے صناع کو خود تیار کرتا ہے۔ یہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات تھی۔ جس نے اسلام بنایا۔ یہ اسلام نہیں تھا۔ اور نہ کوئی اور پہلے سے موجود اسلامی روح تھی۔ جس نے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بنایا۔"

میور خواہ ہوا میں اُڑے یا زمین پر چلے۔ پھر میور ہی ہے۔ اس کا ڈنک اس کے ساتھ ہے۔ لیکن باغ محمدؐ کے پھولوں سے چوسا ہوا شہد بھی اس کی زبان سے ٹپک رہا ہے۔ وہ لاکھ کہے۔ کہ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیار کردہ ہے۔ وہ دشمن ہے۔ اور دشمنی اس کا شیوہ۔ لیکن یہ صداقت جو اس کے قلم سے نکل گئی ہے۔ اب ہزار کوشش سے بھی وہ اور اس کے ساتھی اس کو لوٹا نہیں سکتے۔ کہ دنیا نے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نئی دنیا پیدا کی ہے۔ اور یہ کام سوائے خدا کے فرستادوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ زمینی رہنما زمین کی پیدائش ہوتے ہیں۔ یہ انسانی رہنما ہی ہوتے ہیں۔ جو نئی زمین پیدا کر جاتے ہیں۔ کیونکہ جو خالق کی طرف سے آتا ہے۔ وہی نئی خلق پر قدرت پاتا ہے ؎

بنی نوع کا ہمدرد نبیؐ

میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے۔ کہ جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی (حقیقۃ الوحی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معلم خیر کی حیثیت میں

(از جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ قادیان)

چونکہ ہمارا خالق سرچشمہ فیوض اور فضل اور احسان ہے۔ اُس نے انسان کو اپنی بلا بدل احسان کرنے والی ذات کے صفاتِ حسنہ کے نیچے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رکھنا اور پالنا اور بڑھانا چاہا اور اپنی ظاہری اور باطنی نعماء سے ہر طرح بہرہ ور بنانا صرف انسان کے حصے ہی میں متعین و مخصوص کرتے ہوئے تو اسکی تربیت کے لئے وقتاً فوقتاً معلم الخیر مقرر کئے اور ایسے ہادیوں میں سب سے بڑھ کر اپنے فضلوں اور احسانوں کا وارث صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو ہی ٹھیرایا۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (اللہ تعالیٰ کا تو تجھ پر بہت ہی بڑا فضل اور احسان ہے) اور وہ اس پایہ کا فضل ہے کہ کسی قسم کے نقص کو اب اس میں دخل نہ ہو سکے گا ورنہ وہ فضل عظیم نہیں کہلا سکتا۔

اصل میں وہی انسان کہلانے کا مستحق ہے جس کا وجود اور اس کے افعال خدا تعالےٰ کو بھی خوش کر رہے ہوں اور ساتھ ہی اُسکی مخلوق کے حقوق کو بھی اُسی خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہیں۔ جس طریق میں کہ خالقِ کون مکان کے صفات حسنہ اپنا صحیح تقاضا کر رہے ہیں۔ اسی ایک کسوٹی پر جب ہم دوسرے مرسلین اور معلمین کے اخلاق و اعمال کو پرکھتے ہیں تو سب سے بڑھ کر انسان کی انتہائی ترقی کے لئے اگر کوئی صراطِ مستقیم ہمارے خیالات میں کسی نقشہ کو پیش کر سکتا ہے تو وہ اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کی صورت میں ہی متمثل ہو کر ہمیں اپنا دو کھوتا ہوا نظر آتا ہے وبس۔

تخم تاثیر مشہور مقولہ ہے۔ اس کے مطابق ذرا آپ کے اصولوں پر نظر دوڑائیں اور نہایت ہی انصاف سے جو نتیجہ نکلے اُس کو ذرا مدنظر رکھ لیں۔ پھر آپ کو صاف صاف نظر آجائے گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کس قسم کا انسان دُنیا میں ترقی و تقدم کرتا ہوا دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ بیوی کرو تو پاکدامن مومنہ (اچھے اخلاق والی) ہی کرو نرے حسن و جمال اور مال و منال پر ہی فریفتہ نہ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ کے ماتحت اچھی زمین ہی ہمیشہ اچھا پودا پیدا کر سکے گی نہ کہ گندم از گندم بروید جو ز جو کے خلاف کبھی پہلے ہو چکا ہے یا آیندہ کبھی اس کے خلاف ہو سکے گا۔ پھر آپ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا کہنے کی بھی بہت ہی تاکید فرماتے ہیں تا اس شیطان سے محفوظ و مصئون وجود ہی دنیا میں نیا اضافہ کرنے کا باعث ہو نہ کہ اخوان الشیاطین میں سے کوئی ایک۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ کی دعا مانگنے کی جدا تاکید ہے بچہ پیدا ہوتا ہے تو پہلے اس کا جسم پاک کرنے کی تاکید ہے۔ اور پھر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کہہ کر اس کی فطرت میں سب سے پہلا اثر اور گہرا اثر جس اخلاص سے ودیعت کرایا جاتا ہے۔ فطرت کے متعلق غور کرنے والوں کے لئے وہ ہر دو معلم اور متعلم کی فطرتوں پر خاص قسم کا ریمارک کرنے کی سفارش کئے بغیر نہیں رہ سکتا بشرطیکہ ان میں انصاف سے غور و فکر کرنے کا مادہ اپنی پوری آزادی سے کام کرنے کا عادی رہ چکا ہو۔ اللہ اکبر کی ایک گونجتی ہوئی آواز اس نئی حیات پانے والے وجود کے کانوں میں ایک تنبیہہ پیدا کرتی ہے۔ اور اس کی فطرت کو ٹھوکر دے کر گویا یوں بیدار کرتی ہے کہ دیکھ ابتدائے زندگی سے ہی اپنے حقیقی خالق کی بڑائی کا سبق تجھے تیرے ہر کام میں مدنظر رکھنا ضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے اس سے آگاہ رہ۔ اور دیکھ زندگی بھر اپنا وجود اسی کی عبادت اور تعظیم میں لگائے رکھنا۔ اس کو اچھی طرح سُن لے اور اپنے دونوں ہی کانوں سے سُن لے۔ پھر اسی پر بس نہیں کی ہے بلکہ سات سال اور دس سال تک تو والدین کو اس امر کی نگرانی کے لئے پھر مارنے کی بھی اجازت دی ہے۔ ایسی تربیت اور ایسی نگرانی اور بڑے الحاح اور زاری کی دُعاؤں کے ماتحت تربیت یافتہ اولاد بشرطیکہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کے ماتحت بد صحبتوں سے بھی اُس کو بچایا جائے۔ اگر عمدہ اور صالح پیدا نہ ہو تو اس سے بڑھ کر ہمارے سامنے کسی احسن اور نئے رنگ کی دوسری تربیت کا نقشہ تو کھینچ کر دکھائیں تاہم مقابلے میں اچھی طرح تمیز کر سکیں اور دیکھ لیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھی کوئی ایسا انوکھا معلم ہے جس کا طرز تعلیم ابتداء خلق سے ہی اپنے عظیم الشان محسن کے لئے ایسا ہی بے نظیر اور ایسا ہی بے مثال نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ اگر انسان کمزور ہے اور اس کو ہر وقت کسی عظیم الشان ہستی کے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان ہستی سے جلبِ منفعت کے لئے بھی ایسے عاجزانہ طریق کا عادی بچپن سے ہی انسان کو بنانا چاہا ہے جس سے یقیناً یقیناً یہ آسمان اور زمین کی برکات کا وارث ہوتے ہوئے خدا تعالےٰ کی معیت کو بھی بسہولت تمام نہایت ہی قلیل عرصہ میں حاصل کر لیتا ہے۔ ایسی ٹیڑھی طبیعت کے انسان بھی بہت ہی کم ہونگے جو کم و بیش تیس چالیس دفعہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا وظیفہ بھی علیٰ وجہ البصیرۃ کر رہے ہوں۔ اور پھر ان کے اخلاق میں ربوبیت عالم اور اس خالق کی خلق پر رحم کرنے کے والے اُلٹے بے طرح کے ظلم اور ناحق کی سفاکی کی لہریں ہی پیدا کر گئے ہوں۔ حاشا و کلا۔ ایسا ناممکن اور پھر سو بار بھی ناممکن۔

خدا تعالےٰ کا دھیان اور اُس کی طرف بار بار دن رات میں کئی دفعہ توجہ کرنے کا ایسا گر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے سامنے رکھ دیا ہے کہ جس سے رفتہ رفتہ فحشاء اور منکرات کی جڑھ انسان کے باطن سے بالکل ہی کھوکھلی ہونی شروع ہو جاتی ہے اور بالآخر اُعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کا بار بار کا اثر انسان کو اخلاق اللہ سے متخلق کر کے ہی چھوڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے جتنا جلدی قرب اور خدا تعالیٰ کی معیت انسان کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اُس کا عشر عشیر بھی سالہا سال کی بے طریق عمل کاری سے کہیں جا کر ملے بھی تو نہایت ہی ناقص صورت میں اور نہایت ہی ناکمل حالت میں ملے تو ملتا ہے۔ ورنہ ساری ہی محنت ضائع جاتی ہے اور نتیجہ کار بالکل ہی بے ثمر سا ہو کر رہ جاتا ہے صالحین مومنین شہدا اور اولیاء اور محدثین کی کثرت کا صرف آپ ہی کی اُمت میں بکثرت ملنا ہمارے دعوے کی نہایت ہی سچی اور نہایت ہی صحیح مثال ہے۔ آپ غور کرینگے تو لاریب آپ ایسا ہی پائیں گے۔ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔ کی تکرار مزید برایں انسان کی طبیعت میں خدا تعالےٰ کے متعلق ایسا اخلاص اور ایسا اعتقاد راسخ کر جاتی ہے کہ جس سے انسان کے قدم ہمیشہ کے لئے صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے نہایت مضبوط اور استوار ہو جاتے ہیں اور کسی قسم کی لغزش جو نہایت ہی مشکلات اور خطرناک مصائب کے وقت انسان کے قدموں میں پیدا ہو کر ڈگمگانے کا اندیشہ پیدا کر سکتی ہے۔ برائے نام بھی اس کے محکم قدموں میں نہیں دیکھی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت محمدیہ میں خودکشی اور مایوسی کی بھیانک شکلیں بہت ہی کم دیکھی اور سُنی گئی ہیں۔ ایسے کامل انسان بھی فی الواقعہ بہت ہی کم ہیں۔ جو چمکتی ہوئی تلواروں اور گرتے ہوئے پہاڑوں اور

خطرناک لڑائی کے حملوں اور اندھا دھند شہوانی ریلوں میں بھی اور بھڑکتی ہوئی آگ اور موجزن سمندر کے سامنے کھڑے ہو کر بھی اپنے قدموں میں کسی قسم کی لغزش نہ پاتے ہوں۔ اور اُن کا دھیان اس وقت اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ کے شکر سے مخمور نہ ہو۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک ہمیں ایسا ہی انسان بننے کی تاکید کی ہے۔ جو کسی وقت بھی اپنے حقیقی آقا کو نہ چھوڑنے والا یا اُس سے اعراض کرنے والا ہو ٭

اور یہ نہایت ہی بڑی مروت اور نہایت ہی بڑا احسان ہے جو آجکل انسان کے حصہ میں صرف آنحضرت کے طفیل ہی آیا ہے جس سے ہر قسم کی مایوسی انسان کے دل پر تسلط نہیں پا سکتی اور نہ ہی وہ خود کشی کے لئے کھلے قدموں اقدام کرنے کی جرأت ہی کر سکتا ہے ٭

مصائب اور شدائد کے وقت بے دل ہو جانا۔ دلپر مایوسی کا ہر طرف سے طاری ہو جانا۔ اور پھر اسی تنیا کن مایوسی کا کمزور شکار ہو کر اپنے آپ کو خواہ مخواہ ہی ہلاک کر لینا یہ ایسی خطرناک راہ ہے جو انسان کے دل سے ہر قسم کی خوشی اور سرور کو بڑی تیزی سے چھین لیتی ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کا ہونا یا خدا تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ کی بڑی وضاحت کی تفصیل انسان کے دل کو ایسا مضبوط اور استوار کر جاتے ہیں۔ کہ اس کے سامنے کوئی امر مشکل نہیں رہتا۔ اور نہ ہی کوئی بات اَن ہونی نظر آتی ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح سامنے سمندر کو ڈٹا ہوا پا کر اور پیچھے فرعون کا لشکر جرار آتا ہوا دیکھ کر بھی كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ کی صدا بڑی جرأت سے بلند کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ گو نسل ضائع ہونے کے اسباب اس کے سامنے ہر طرف سے نمودار ہو رہے ہوں۔ اس کے جسم اور اس کی ہڈیوں میں کسی قسم کی حیات باقی نہ بھی ہو۔ مگر یہ پھر بھی رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي کی دبی ہوئی آواز کہنے سے ممکن نہیں کہ باز رہ سکے اور ایسا بھی ناممکن ہے کہ زندگی بھر ہر قسم کی بے سامانی اس کو مایوسی سے ملاقات کرنے کے لئے کبھی مجبور ہی کر سکے۔ آپ کی تعلیم کا اثر جس قلب میں اچھی طرح سے سرایت کر چکا ہے۔ اس کے سامنے آگ کے ڈھیر اپنی حرارت کو چھوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہوا کی تیزیاں اور طوفان خیزیاں اسکے دامن صبر میں کسی قسم کی جنبش پیدا نہیں کر سکتیں۔ اور نہ ہی زلزلوں کے خطرناک دھکے اس کے محکم اور استوار قدموں میں کسی قسم کی لغزش پیدا کرنے کا اندیشہ پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے قوی و قدیر آقا کی کنار عاطفت میں ہر وقت نڈر ہو کر اپنے اوقات کو بسر کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی رحمت اپنے خارق عادت وسائل سے ہر وقت ہی اسکی دستگیری کر رہی ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ محبت بھری نگاہوں سے ہر وقت اُس کو دیکھتا ہے جسکے دل میں نسیم رحمت کے جھونکے حیات بخش جاودانی اثر پیدا کرتے ہیں اور وہ اپنے مولیٰ کی گود میں نہایت ہی امن سے زندگی بسر کرتا رہتا ہے ٭

رہا خدا تعالےٰ کی مخلوقات کے ساتھ نبھاؤ اور برتاؤ۔ سو آپ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے انسان کو شریف انسان ٹھہراتے ہیں جو يُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ یا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا کے شعار سے ملبوس و مزین رہتا ہو۔ اس میں پہلا حق آپؐ والدین کا رشتہ داروں کا ٹھہراتے ہیں۔ اور بعد میں عام مخلوق کا۔ حتیٰ کہ ایک کتے کا بھی۔ اسی میں مسافروں اجنبیوں اور پڑوسیوں کے بھی حقوق ہیں۔ اور اسی میں ایک رینگتی ہوئی چیونٹی کا بھی۔ آپ فرماتے ہیں زیادہ لینے کی نیت سے بھی خدا تعالےٰ کی مخلوق پر کبھی احسان نہ کرو اور نہ ہی کبھی احسان کر کے بعد میں ابدلہ کے لئے کوئی راہ نکالو۔ دو تو لوجہ اللّٰہ۔ اور کمی کو پورا کرنے کا خیال ہے تو مِنْ عِندِ اللّٰهِ دیکھو خدا تعالےٰ کے بندوں کو کبھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھو اُن پر شیخی نہ بگھارو۔ اور نہ ہی ان کو تکبر اور خود پسندی سے کسی قسم کی ایذا دو۔ تمہاری بات میں ہمیشہ سداد کی راہ ہو۔ اور چاہیئے کہ تمہارے قول میں جھوٹ اور زور کی ملونی نہ ہو۔ سودا بیچتے ہوئے بھی جھوٹ اور دھوکے سے کام نہ لو۔ اور مذہبی مباحثوں میں جوش کے وقت بھی زبان پر قابو رکھو ایسا نہ ہو کہ تم غیر اللہ کو کبھی گالی دے دو اور وہ تمہارے معبود کو اسی طرح بُرا بھلا کہنا شروع کر دیں۔ زبان تو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے اس کو کبھی بھائیوں کی غیبتوں کے لئے اُن پر ناحق کے الزام اور بہتان لگانے کے لئے استعمال نہ کرو۔ اور نہ ہی طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے اس کو ملوث کرو۔ ہاں ذکر اللہ سے اس میں دائمی حرکت رہے تو بہر صورت فلاح کا موجب ہو گی۔ خیر کے لئے ہی اس کو حرکت دو ورنہ خاموش رہو۔ تمہارے دماغ میں بھی بُرے بُرے منصوبوں کا خمار نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ بُری تدابیر انجام کار اُن سوچنے والے بد اندیش کو ہی نقصان پہنچایا کرتی ہیں۔ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ برائی سے پالا پڑے تو ہمیشہ اچھی سی اچھی طرز سے اس کو دفع کر دیا کرو غصے کے وقت غصہ کا احترامت کرو۔ بلکہ اس پر قابو پاؤ۔ اور خدا تعالےٰ کی مخلوق پر ایسے وقت میں احسان سے کام لو کیونکہ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ کا سبق تم کو بار بار یاد کرایا جاتا ہے۔ گواہیوں میں شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ رہو۔ اور فیصلوں میں بھی عدل سے ہی کام لیا کرو۔ گھر میں یتیموں اور چھوٹوں پر رحم رکھو۔ اور گھر والی کے ساتھ تم میں سے جو اچھا سلوک کرے گا وہ ہی میرے نزدیک اور خدا تعالےٰ کے نزدیک اچھا کہلائے گا کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل کرنے سے نہ ہٹا سکے۔ اور ہمیشہ تعاون عَلَى الْبِرِّ تمہارا طریق رہے اور اثم اور زیادتی سے تمہیں بالکل ہی اجتناب کرنا ہو گا۔ آنکھوں میں حیا رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی خوب حفاظت کرو۔ امانت میں خیانت کبھی نہ کرو۔ اور بادشاہوں کی مخالفت بھی کبھی نہ کرو۔ کیونکہ ناحق کی بغاوت تمہارا خالق بالکل ہی نا پسند رکھتا ہے ٭

الغرض ہم کہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن مکارم اخلاق کا ذکر کریں کہ جن سے آپ ایک متمدن اور شہری انسان کو متصف کرنا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ تمہاری نظروں سے کبھی اوجھل نہ ہونے پائے۔ علم کو سیکھو بھی اور سکھاؤ بھی۔ کیونکہ علم ہی سے انسان ہمیشہ رتبوں اور بلند درجوں کو حاصل کر سکتا ہے نہ کہ جہالت سے۔ دیکھو دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے تمہارا وجود نہیں بنایا گیا ہے بلکہ محدود عمر کے سرمایہ سے آخرت کی تیاری میں اوقات بسری ہی اصلی غرض ہے۔ پس اس کے لئے دن رات صبح و شام کو کبھی غفلت سے بسر نہ کرو۔ کیونکہ یہ تو ہر وقت تمہارے سرمایۂ عمر کو کم کر رہے ہیں پس تم خدا تعالےٰ کو اُس کی صفات کے ساتھ اپنے کاموں کا نگران جانو۔ اور ایک دوسرے کو ہمیشہ حق کی تلقین کرتے رہو۔ اور وہی اعمال کرو جن میں ہر طرح اصلاح اور درستی ہی پائی جاتی ہے ٭ آپکی تعلیم کی اصلی غرض صاف طور سے اس بات کو عیاں کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ دُنیا میں انسان کا وجود اس کے اجنبی یا قریبی ساتھیوں کے ساتھ شستہ اور ستودہ خصال کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوا نظر آنا چاہیئے نہ کہ شیطان کی طرح فتنہ انگیز اور بسنے گھروں میں بڑی جرأت سے آگ لگانیوالا۔ آپؐ نے انسان کے نفس کی اصلاح کے لئے فطرت کے عین مطابق اور ہر طرح انسانی طاقت کے تحمل کے لائق اور موافق اگر نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی تعلیم پیش کی ہے تو پھر ساتھ ہی ایسی تعلیم کے اجرا کے لئے اپنی عمر بھر سخت ترجانکاہی اور اَن تھک مجاہدہ سے بھی کام لیا ہے۔ زندگی بھر خود تو اسپر بڑی سرگرمی سے کام کیا ہے لیکن موت کے وقت بھی اپنی امت کو اسی بات کی تاکید کی ہے کہ کتاب اللہ کو ہاتھ سے نہ دینا کیونکہ اسی میں ہر قسم کی خیر ہے یہی وہ چیز ہے جس سے انسان کامل انسان بن سکتا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جسکی ہدایات پر عمل کرنیوالا انسان دُنیا و آخرت میں کبھی بھی خسارہ نہیں اٹھا سکتا ٭ بس ایسے عظیم الشان محسن اور معلم اور مزکی کی ہدایات پر ہمیں بڑے ثبات اور استقلال سے عملدرآمد کرنا چاہیئے۔ اور اَلْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ پر ایمان رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا بھی درود بھیجیں اسکو تھوڑا ہی سمجھیں ٭

مُبلّغِ اعظم یعنی رسُولِ مکرّم صلے اللہ علیہ وسلم
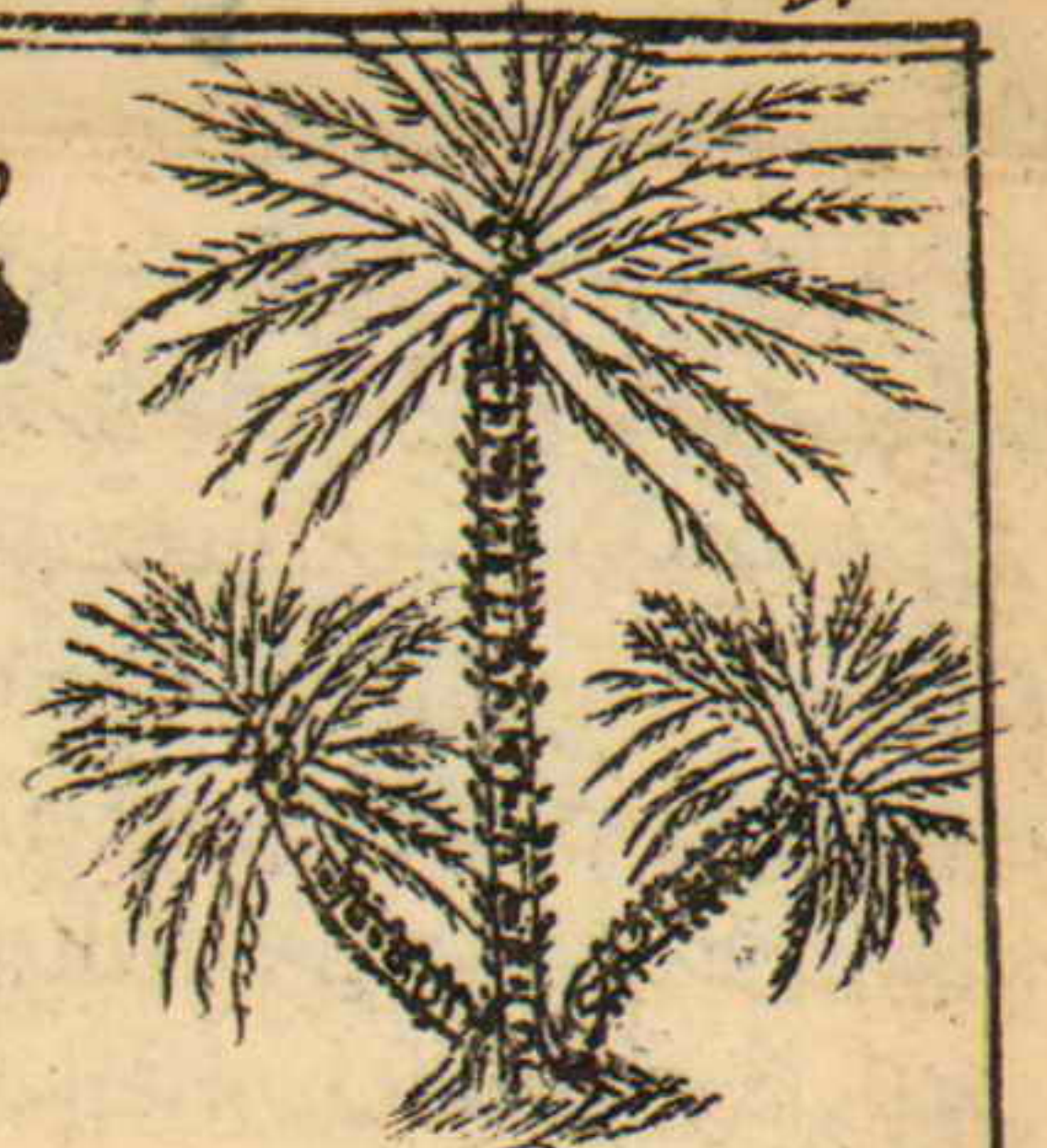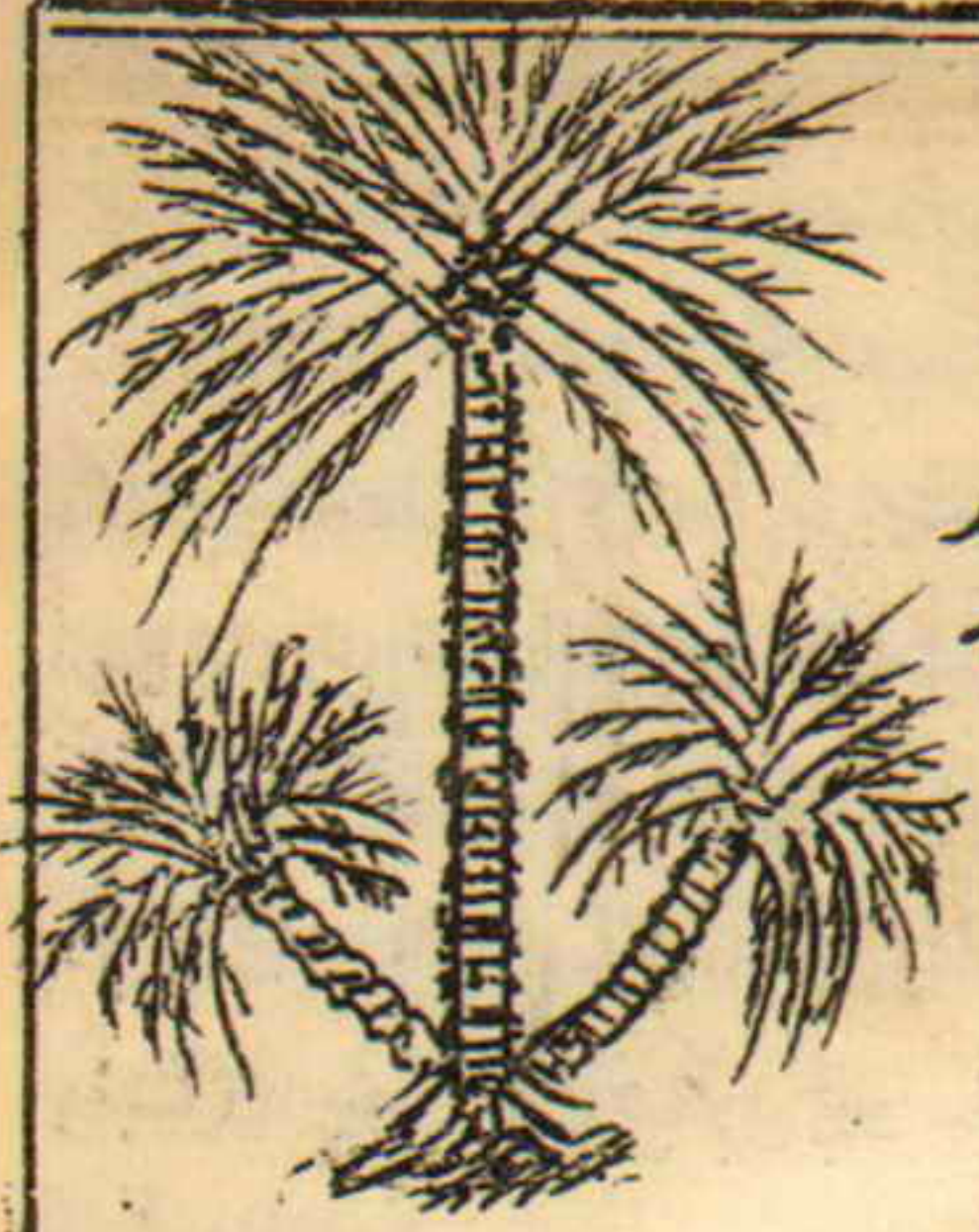
(رشحاتِ فکر شاعر خوش بیان مولٰنا سراج الحسن صاحب سراج لکھنوی)

وہ دِن بھی یاد ہیں جب لوگ پابندِ ضلالت تھے   گرانبارِ کدورت۔ غرقِ دریائے جہالت تھے
سراپا دہریت اور مُبتلائے کُفر و بدعت تھے   تھے رب کثرت کے بندے۔ دشمنِ پیغامِ وحدت تھے

کوئی پتھر کا۔ کوئی آب و آتش کا پُجاری تھا
عرب کی سرزمیں پر سکّہ الحاد جاری تھا

نظر جس سمت اُٹھتی تھی۔ جہالت ہی جہالت تھی   حکومت ہر طرف تھی کُفر کی ظلمت ہی ظلمت تھی
محبت کی جگہ دل میں عداوت ہی عداوت تھی   خلافِ آئینِ فطرت کے بغاوت ہی بغاوت تھی

مجازی رنگ میں ڈوبا ہوا ہر نقشِ ہستی تھا
زمانے کا ورق آئینۂ باطل پرستی تھا

عجب نقشہ عجب دستور دنیائے دنی کا تھا   شرارت قتل و غارت مشغلہ ہر آدمی کا تھا
فریضہ تھا نہ کوئی ذوق حق کی بندگی کا تھا   خدا بن بیٹھا تھا انسان یہ عالم خودی کا تھا

ضرورت تھی اندھیرے میں چراغِ راہِ منزل کی
زمانے کو غرض حاجت تھی اک انسانِ کامل کی

مجسّم نور اک فاراں کی چوٹی پر نظر آیا   لئے پیغام حق کا۔ آخری پیغامبر آیا
شفاعت کی خبر دینے کو۔ ہادی۔ باخبر آیا   غرض جو مظہرِ ذاتِ خدا تھا وہ بشر آیا

وہی جس نے ہلا ڈالیں صنم خانوں کی بُنیادیں
زبانِ حال سے پتھر کے بُت کرتے تھے فریادیں

وُہی جس نے گرادیں شرک کی مضبوط دیواریں   وُہی کیں سُست جس نے کجروؤں کی تیز رفتاریں
وہ جس نے چھین لیں کفّار کے ہاتھوں سے تلواریں   وہ جس نے سرد کردیں جنسِ ناکارہ کی بازاریں

وُہی جو ہم گنہگاروں کی بخشش کا سہارا ہے
مجسم نور جو کونین کی آنکھوں کا تارا ہے

شہِ کونین۔ فخرِ انبیاء۔ محبوبِ سبحانی   محمد مصطفٰے۔ نورِ خدا۔ اِسلام کا بانی
وُہی اُمّی لقب مشہور ہے جسکی زباں دانی   بلاغت جس کا حصّہ تھا۔ فصاحت جسکی لاثانی

اُسی نے دیکے تعلیمیں مساوات و اُخوّت کی
گلوں میں ڈال دیں مضبوط زنجیریں محبّت کی

دِکھائے معجزے اپنی رسالت کے نبوّت کے   پِلایا پیاسے تشنہ کاموں کو پلائے جام وحدت کے
بنائے اور کئے جاری کھرے سکّے شریعت کے   گنہگاروں کو بھی دِکھلا دیئے جلوے حقیقت کے

بھرا ایمان کی دولت سے ہر عاشق کے سینے کو
کیا ہمدوشِ ساحل ڈوبنے والے سفینے کو

مئے وحدت کا متوالا اُٹھا جب لیکے انگڑائی   دِکھادی اُس نے غیبی قوتوں کی کار فرمائی
بنی ہر ہر ادا تصویرِ اعجاز مسیحائی   کچھ ایسی شان تھی اللہ کی قدرت نظر آئی

اُسی کا نام ہے نامِ خدا دِل کے نگینوں میں
محبت کے خزانے بھر دیے ہیں جس نے سینوں میں

اُسی کے عشق نے ہم کو بھی دیوانہ بنایا ہے   ہمارے سر میں بھی اُس گیسوؤں والے کا سودا ہے
محبّت کا ہماری اب زمانے بھر میں چرچا ہے   یہ پردا ہے۔ یہ کیا پردا ہے۔ اِک باریک پردا ہے

وُہی دِل۔ دِل ہے جس میں نقش ہے اسکی محبت کا
نہیں یہ بھی نہیں۔ فانوس ہے شمعِ حقیقت کا

سراج اب حال روشن ہے مرا ساری خدائی پر   نہ ہو کیوں رشک سب کو میری قسمت کی رسائی پر
عبودیت کو بھی ہے ناز میری جُبّہ سائی پر   کوئی کیا حرف لا سکتا ہے میری پارسائی پر

مگر ناصح کو اندازہ نہیں میری محبّت کا
ہے چاکِ دِل کہ دروازہ کھُلا ہے باغِ جنّت کا

کفر و ایمان کی تلواریں

"مندرجہ ذیل مضمون ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن علم النفس کی روشنی میں اس کے وہ حصے جو تاریخ نگاروں کی نظر سے اوجھل رہ گئے تھے۔ مہیا کئے گئے ہیں۔ انسان اپنے جذبات کے لحاظ سے آج بھی وہی ہے۔ جو آدم کے وقت میں تھا۔ اس لئے ہم علم النفس کی مدد سے بہت سی ایسی جزئیات جو مورخ کے قلم سے رہ جاتی ہیں۔ واقعات معلوم کرنے کے بعد آپ ہی انہیں دریافت کر سکتے ہیں۔ اسی علم کو مندرجہ ذیل واقعہ کے مکمل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ حامد محمود۔"

صدیاں گذریں۔ عرب کے ریگستان میں ایک بے آب وگیاہ بستی میں ایک قدیم ترین معبد کے قرب وجوار میں ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ کچھ لوگ جن کے چہروں پر سے سنجیدگی اور علو ہمتی کے آثار ٹپکتے تھے۔ دن کے مختلف اوقات میں اس گھر میں داخل ہوتے تھے۔ اس گھر کا دروازہ اکثر بند رہتا تھا۔ جب کوئی نو وارد آتا۔ پہلے دستک دیتا۔ اندر سے دریافت کیا جاتا کہ کون ہے۔ اس کے نام بتلانے پر دروازہ کھول دیا جاتا۔ اور اس شخص کے اندر داخل ہوتے ہی پھر دروازہ بند کر دیا جاتا۔ کبھی کبھی کچھ ایسے لوگ بھی اس کے اندر داخل ہوتے تھے۔ جن کے چہروں سے وحشت اور گھبراہٹ کے آثار ٹپکتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا ایک طاقت تو انہیں مکان کے اندر کی طرف کھینچتی ہے۔ اور دوسری انہیں کہتی ہے کہ بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔ پیشتر اس کے کہ موقعہ جاتا رہے۔ اس مکان سے دور ہو جاؤ۔ وہ دائیں بائیں دیکھتے جاتے تھے۔ اگر کوئی شہر کا رئیس نظر پڑ جاتا۔ تو آنکھیں بچا کر ادھر ادھر نکل جاتے تھے۔ پھر جب مطلع صاف ہو جاتا۔ تو آہستگی سے خاموشی سے دبے پاؤں اس مکان کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ آخر وہ یا ان کا کوئی ساتھی دروازہ پر دستک دیتا۔ اور اپنا نام و پتہ بتاتا۔ آہستگی سے دروازہ کھلتا۔ اور وہ شخص کانپتے لرزتے اور تھراتے ہوئے اور خوف وہراس کی مجسم تصویر بنے ہوئے اندر داخل ہو جاتا۔ نہ معلوم اس مکان میں کیا طلسم تھا۔ کیسا زبردست جادو تھا۔ کہ جو بھی اس کے اندر داخل ہوتا۔ اس کی ماہیت ہی بدل جاتی تھی۔ بہادر تو خیر بہادر تھے ہی۔ جو لوگ لرزتے اور تھراتے ہوئے اندر داخل ہوتے تھے جب باہر نکلتے۔ تو ان کی حالت بھی بدلی ہوئی ہوتی تھی۔ خوف وہراس کی جگہ ہمت و جرأت لے لیتی تھی۔ خوف سے زرد پڑے ہوئے رخساروں پر جوش مسرت اور ولولۂ ایثار سے سرخی کی لہریں دوڑتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ آنکھیں پُرنم ہوتی تھیں۔ لیکن گردنیں سیدھی۔ چہروں پر غم کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ لیکن ابھرے ہوئے سینے عزیمت کا پہاڑ نظر آتے تھے۔ دیکھنے والے دیکھتے اور حیرت سے سر ہلا دیتے۔ ایک دوسرے کی طرف آنکھ سے اشارہ کرتا۔ عجیب انداز سے سر مارتا۔ پھر مرعوب آواز میں کہتا۔ ہمارے بزرگوں نے سچ کہا ہے۔ اس شخص کے پاس جادو ہے جادو۔ اس شہر میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ جو اس شہر کے شوقین ترین لوگوں میں سے تھا۔ جس کا لباس شہر کے سب لوگوں سے زیادہ صاف اور زیادہ اعلیٰ ہوتا تھا۔ وہ جدھر نکل جاتا۔ لوگوں کی آنکھیں اس کی طرف اٹھ جاتیں اور لوگ اس کی نسبت کہتے۔ کہ یہ نوجوان شہر بھر میں سب سے زیادہ آرام و آسائش میں رہنے والا ہے۔ وہ صرف ایک امیر گھرانے کا لڑکا ہی نہ تھا۔ بلکہ ایک عاشق ماں کا اکلوتا بیٹا بھی تھا۔ اس کی ماں کی نگاہ میں دنیا کی سب نعمتیں اسی کے لئے پیدا ہوئی تھیں۔ اور اس کے آرام و آسائش کو وہ اپنی زندگی کا واحد مقصد سمجھتی تھی۔ دوسرے نوجوان اسے رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن نہ ہر شخص امیر گھرانے میں پیدا ہو سکتا ہے۔ نہ ہر شخص کو ایسی آرام دینے والی ماں مل سکتی ہے۔ ایک دن یہ نوجوان بھی اپنے ایک عزیز کے ساتھ اسی گھر میں داخل ہوتا ہوا دیکھا گیا لوگ حیران تھے۔ کہ اس ناز و نعم میں پلے ہوئے لڑکے کا یہاں کیا کام ہے۔ شاید کئی دل میں خیال کرتے ہوں۔ کہ یہ لڑکا ضرور اس جادو کے طلسم کو توڑ دیگا۔ اور بغیر کسی قسم کا اثر لئے ہوئے گھر سے باہر آجائے گا مگر نہیں وہ نوجوان جس کے نزدیک خدا کی عبادت بہترین لباس کا زیب تن کرنا تھا۔ اور اس کا ذکر بہترین غذائیں کھانا تھا۔ جب وہ اس گھر سے نکلا۔ تو اسی طرح مسحور تھا۔ جس طرح باقی لوگ مسحور ہو کر نکلا کرتے تھے کپڑے وہی تھے۔ رنگ وہی تھے۔ ان کی قیمت وہی تھی۔ ان کی کتر بیونت وہی تھی لیکن وہی شخص جس کی نظر ہمیشہ اس کے کپڑوں سے ہی الجھی رہتی تھی۔ نہ معلوم اسے اس گھر میں کیا پلا دیا گیا تھا۔ کہ اس کی نظر کپڑوں سے اٹھتی ہوئی۔ در و دیوار پر سے اٹھتی ہوئی۔ ستاروں اور سیاروں پر سے اٹھتی ہوئی دور افق کو چیرتی ہوئی کسی وراء الوراء ہستی کی تلاش میں جاتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس کے قدم تو زمین پر تھے۔ لیکن سر اب عرش پر پہنچ چکا تھا۔ گو اس کے لبوں پر مُہر خاموشی تھی۔ لیکن اس کے عمل کی تبدیلی کب اس راز کو چھپا رہنے دے سکتی تھی۔ آخر وہ راز ظاہر ہو کر رہا۔ اور جس ماں کی آنکھیں اپنے بچے کے قدموں کے نیچے بچھا کرتی تھیں۔ اب جہنم کے سے شعلے اس کی آنکھوں میں سے نکلنے لگے۔ جو بازو ریشمی لباسوں میں لپٹے رہا کرتے تھے۔ ان میں سخت اور کھردری رسیاں باندھی گئیں۔ وہ پاؤں جن کا کام ہی سارا دن شہر کی سرگشت تھا۔ اور جن کا مقصد ہی صرف اس نوجوان کے لباس کی نمائش تھا۔ اب بیڑیوں سے مقید کئے گئے۔ وہ دیوانہ قرار دیا گیا۔ اور آزادی و حریت سے محروم کر کے رہین زندان کر دیا گیا۔ بیشک وہ دیوانہ تھا۔ اور دیوانہ بھی سخت دیوانہ۔ مگر اس کی دیوانگی پر ہزار فرزانگی قربان تھی۔ وہ عشق سے دیوانہ تھا۔ وہ راستی کا دیوانہ تھا۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ لوگ جمع ہوتے۔ اور اسے کہتے کہ اے دیوانے! تجھے تیری دیوانگی مبارک ہو۔ مگر نادانوں کو ایسی دیوانگی کی کیا قدر۔ جنہوں نے عقل کو نہ پہچانا۔ وہ اس سے بڑی دیوانگی کو کب پہچان سکتے تھے۔ ایک دن اس دیوانے نے اپنے زندان کا دروازہ کھلا پایا۔ اور وہاں سے بھاگا۔ اور شہروں بیابانوں اور پانیوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا دور دراز ملکوں میں نکل گیا۔ مگر دیوانوں کو آرام سے کیا کام۔ تھوڑے ہی عرصہ میں پھر اس خاموش گھر کی یاد اس کے دل میں گدگدیاں لینے لگی۔ وہ ظلم و ستم بھول گئے۔ اس زندان کی یاد محو ہو گئی وہ پھر اسی دیار محبوب میں آ پہنچا۔ پھر انھیں گلیوں کی خاک چھاننے لگا مگر اس کے تن پر کپڑے نہیں تھے۔ چیتھڑے تھے۔ منہ پر گوشت نہیں تھا۔ چمڑا تھا۔ ماں نے دیکھا۔ اور دل مسوس کر رہ گئی۔ کفر نے کہا۔ کہ اٹھ اور اسے پھر قید کر۔ مگر ممتا نے کہا۔ کہ کیوں اپنے بیٹے کی قبر اپنے ہاتھ سے کھودتی ہے۔ اسی کشمکش و پیچ کی حالت میں تھی۔ کہ اسی خاموش گھر سے ایک آواز آئی۔ آواز کیا تھی۔ اسرافیل کا صور تھا۔ ایک حکم تھا جو ٹلایا نہ جا سکتا تھا۔ ایک بات تھی۔ جو رد نہ کی جا سکتی تھی۔ عشق کا ارشاد تھا۔ کہ اگر عاشق صادق ہے تو جا۔ اور دوسرے دلوں کو بھی اسی آگ سے گرما دے۔ دیوانہ وہ نہیں۔ جو فرزانوں میں زندگی بسر کرے۔ دیوانہ وہی ہے۔ جو سب کو دیوانہ بناتا پھرے۔ وہ نوجوان اس آواز کو سنتے ہی نکلا۔ اور اپنی ماں اور دوسرے عزیزوں کا خیال کئے بغیر دور سینکڑوں میل دور ایک بستی میں جو آئے دن بخار کا شکار رہتی تھی۔ اور موت کی بستی کہلاتی تھی۔ جا پہنچا۔ وہاں اسے بہت سے ایسے لوگ ملے۔ جو عشق کے متلاشی تھے۔ اور دنیا کی زبانوں سے دیوانہ کہلانا چاہتے تھے۔ انھوں نے اس سے وہ آگ لی۔ محبت کی آگ عشق کی آگ جس نے اسے سر سے پیر تک جلا دیا تھا۔ اور تبرک کے طور پر ادب و احترام سے اس آگ کو اپنے دلوں میں رکھ لیا۔ وہ بھی اسی طرح دیوانے ہو گئے۔ اور ایک لایزال و لم یزل ہستی کی محبت میں جلنے لگے یہ نوجوان چند عاشقان صادق کو ساتھ لے کر لوٹا اور لمبا سفر کرتا ہوا پھر اسی خاموش مکان کے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ ماں کا دل گو کفر نے بیٹے کی محبت سے سرد کر دیا تھا۔ اور ایک وقت وہ اپنے بیٹے کو ایسی اذیتیں پہنچا چکی تھی۔ کہ شریف دشمن بھی ان کا خیال کر کے کانپتا ہے۔ مگر کوئی چیز آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ تو اس کی محبت بھی تیز ہو جاتی ہے۔ بچے کی لمبی جدائی نے آخر اس کا غرور بھی توڑ دیا۔ وہ دن اور پل گن رہی تھی۔

کہ کب وہ اپنے بچے کی شکل کو دیکھے۔ جب خبر دینے والے نے اسے خبر دی۔ کہ اس کا بیٹا پھر اس بستی کی طرف واپس آرہا ہے۔ تو جو کچھ اسکی حالت ہوئی ہوگی ہم اپنی عقل کی آنکھوں سے اسے دیکھ سکتے ہیں۔ وہ بے تابانہ طور پر اپنے بچے کو خوش آمدید کہنے کے لئے تیاریاں کرنے میں مشغول ہو گئی ہوگی۔ کبھی اس چیز کو درست کرتی ہوگی۔ کبھی اس چیز کو جسطرح تیتری ایک پھول سے اُڑ کر دوسرے اور اس سے اُڑ کر تیسرے پھول پر جا بیٹھتی ہے۔ اسی طرح وہ بھی اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کو فراموش کرتے ہوئے ہلکی پھلکی گھر میں دوڑتی پھرتی ہوگی۔ جب وہ ان کاموں سے فارغ ہوئی ہوگی۔ تو بے تابانہ گھر کا دروازہ کھول کر اس نے گلی کے دور کناروں تک نظر دوڑائی ہوگی۔ کہ شاید میرا بچہ اب گھر کے قریب پہنچ گیا ہوگا۔ لیکن نہیں گھڑی کے بعد گھڑی اور ساعت کے بعد ساعت گذرتی چلی گئی۔ لیکن اس کا بچہ نہ آنا تھا۔ نہ آیا۔ آخر جب انتظار کی گھڑیاں لمبی ہو گئیں۔ تو بے تاب ہو کر اس نے ایک پیغامبر بھیجا کہ جا اور میرے بیٹے کو تلاش کر۔ اور اسے کہہ کہ اے نافرمان بیٹے! کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ تو ایک ایسے شہر میں داخل ہو۔ جس میں تیری ماں موجود ہو۔ اور تو سب سے پہلے اس کے پاس نہ جائے۔ پیغامبر نے اسے تلاش کیا۔ اور اسی خاموش گھر میں اسے پایا جس کی آواز اب دُنیا میں گونجنے لگی تھی۔ جب اس نوجوان نے اپنی ماں کا پیغام سُنا۔ تو بے اختیار ہو کر بولا۔ کہ نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ میں کبھی بھی خدا کے رسول کے گھر پر جانے سے پہلے کسی اور گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ خواہ وہ میری ماں کا ہی کیوں نہ ہو۔ جب وہ اس مبارک ہستی کے سلام سے فارغ ہوا۔ جو اس خاموش گھر کی زینت تھی۔ تو اپنی ماں کی طرف آیا۔ ماں غصہ سے تو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔ دیکھتے ہی بولی ارے کیا تو اب تک اپنے بزرگوں کے طریق سے منہ موڑے ہوئے ہے۔ اس نوجوان نے کہا۔ ہاں میں خدا کے رسول اور اس کے دین کا پیرو ہوں۔ اس کی ماں نے جواب دیا۔ کیا تو اس مصیبت اور دکھ کی زندگی پر خوش ہے۔ جو تجھے دور ابی سینیا کی زمین اور یثرب کی گلیوں میں بسر کرنی پڑی تھی۔ اس نوجوان نے ان الفاظ میں قید کی دھمکی پوشیدہ دیکھی۔ اور بے اختیار ہو کر چلا اُٹھا۔ کہ اے ماں! کیا تو کسی کو اس کے دین سے جبراً پھیر نا پسند کرے گی۔ لیکن یاد رکھ۔ اگر اب مجھے کوئی شخص میری خدمت عشق سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا۔ تو پہلا شخص جو مجھ پر ہاتھ ڈالے گا۔ میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ ماں نے جب دیکھا۔ کہ سختی اور دھمکیاں نفع نہیں دے سکتیں۔ تو وہی پرانا ہتھیار جو حوا کی بیٹیوں سے عورتوں کو ورثہ میں ملا ہے۔ اس نے استعمال کرنا شروع کیا۔ اس نے کہا جا میرے سامنے سے چلا جا۔ اور بے اختیار ہو کر رونے لگی وہ دل جو قید و بندش کی سختیوں سے نرم نہ ہوا تھا۔ وہ جادو جو مار اور فاقوں سے نہ اُترا تھا۔ اب اس میں تغیر آتا ہوا معلوم دیا۔ نوجوان کے چہرہ پر درد و کرب کے آثار معلوم ہونے لگے۔ اُبھرے ہوئے سینے میں سے تیز تیز سانس آنے لگا۔ آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ ایک ربودگی کی سی حالت اس پر طاری ہو گئی۔ ہونٹ تن گئے۔ اور دنیا بھر کے جذبات اس کے دل میں جنگ کرتے ہوئے نظر آنے لگے۔ ماں نے دیکھا۔ کہ میری فتح کا وقت آگیا ہے

کفر خوشی سے ناچنے لگا۔ کہ آخر میں نے ایمان کو گرا لیا۔ شیطان نے اپنے تاریک گڑھے سے اس نوجوان کو فاتحانہ طور پر تبسم کرتے ہوئے دیکھنا شروع کیا۔ تاریکی کی روحیں خوشی سے گانے لگیں۔ یہ نوجوان جذبات و احساسات کی شدت سے کانپتا ہوا۔ مادری محبت سے بیتاب ہوا ہاتھ پھیلائے ہوئے ماں کی طرف بڑھا۔ ماں خوش ہو گئی۔ آخر وہ کامیاب ہو کر رہی بیٹا اس کی طرف یہ کہتے ہوئے لپکا۔ اے ماں میری پیاری ماں میں اس دل کے ساتھ جو ان تمام جذبات سے لبریز ہے۔ جو کسی بیٹے نے اپنی ماں کی نسبت محسوس کئے ہوں۔ تجھ سے خواہش کرتا ہوں۔ کہ تو یہ کہہ دے کہ خدا ایک ہے۔ اور محمد اس کا رسول ہے شیطان اپنی ظلمتوں کے پردوں میں چھپ گیا۔ کفر کے بادل پھٹ گئے۔ تاریکی کی روحوں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ ماں جو ابھی ابھی اپنے دل میں فخر محسوس کر رہی تھی۔ کہ وہ کام جو بہادروں کی تلواریں نہ کر سکیں۔ میرے کمزور ہاتھوں سے سرانجام ہوا سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اور یہ کہتے ہوئے منہ موڑ لیا۔ کہ ستاروں کی قسم میں تو کبھی تیرے طریق کو اختیار کر کے بے وقوف نہ ہوں گی۔ اور اپنے باپ دادوں کے طریق کو نہ چھوڑوں گی۔ اگر ستاروں کی کوئی زندہ روح ہوتی تو وہ یقیناً ہنستے کہ ہمارے آقا کی نافرمانی کے لئے ہماری قسم کھائی جاتی ہے۔ وہ ضرور کہتے کہ جو پہلے ہی سے بے وقوف ہیں۔ انھوں نے اور کیا بیوقوف بننا ہے۔ نوجوان افسردہ چہرے کے ساتھ اس گھر سے نکلا۔ اس لئے نہیں کہ اسے وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی ماں کو تاریکی سے نہ نکال سکا۔ ورنہ اسے کوئی افسردگی نہ تھی۔ اس کی ساری خوشیاں اس خاموش گھر میں بسنے والے کے ساتھ وابستہ تھیں۔ آخر اس نے اپنے وطن کو خیر باد کہا۔ اور اس بستی کی طرف رخ کر لیا۔ جہاں خدا کی نظروں میں فرزانے لیکن دنیا کی نظروں میں بہت سے دیوانے بستے تھے۔ اور چند سال بعد اس محبت کے پیغامبر کے آگے اس کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ایک پہاڑ کے دامن میں اپنے چچوں اور ماموؤں کی تلواریں کھاتے ہوئے اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے ابدی زندگی حاصل کر کے جا کھڑا ہوا۔ جس نے ماں اور وطن دونوں کی جدائی کا غبار اس کے دل سے بالکل دھو دیا۔ ماں نے چاہا تھا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے مر جائے۔ مگر خدا نے چاہا کہ وہ ابدالآباد تک زندہ رہے۔ آخر وہی ہوا جو خدا نے چاہا تھا۔ وہ بستی جس میں یہ واقعہ ہوا مکے کی بستی تھی۔ اور وہ شخص جس کے ساتھ یہ واقعہ گذرا مصعب ابن عمیرؓ تھا۔ اور وہ عشق کا پیغامبر جو ہر ایک کے دل میں خدا تعالےٰ کی محبت کی آگ سلگا رہا تھا۔

میرا محمد تھا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

عرضِ حال

الفضل کا یہ خاتم النبیین نمبر جن حالات میں تیار کیا گیا ہے۔ انہیں اگر ظاہر نہ کیا جائے۔ تو ممکن ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں احباب غلطی کر جائیں۔ اسلئے انکا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

گذشتہ سال الفضل کا خاتم النبیین نمبر سولہ ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔ مگر اس کے باوجود مہتمم صاحب طبع و اشاعت مالی مشکلات کی بنا پر امسال اسکی اشاعت کے خلاف تھے۔ اور اسوجہ سے کوئی خیال نہ تھا۔ کہ اب کے بھی خاص نمبر شائع ہوگا۔ اگست ۱۹۳۰ء تک الفضل کے سٹاف میں تین آدمی تھے۔ لیکن مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل ستمبر سے علیحدہ ہو گئے۔ ۲۳ ستمبر کو مکرم منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر بوجہ خرابی صحت ایک ماہ کی رخصت پر چلے گئے۔ اور میں اکیلا رہ گیا۔ ہفتہ میں تین بار نکلنے والے اخبار کیلئے جسقدر محنت ایک آدمی کو کرنی پڑتی ہے۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ لیکن اسمیں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جب یکم اکتوبر ۱۹۳۰ء کو بارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خاتم النبیین نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔

سٹاف کی تو یہ حالت تھی۔ اور مضامین کا یہ حال تھا۔ کہ گذشتہ سال جو مضامین دیر میں موصول ہونیکی وجہ سے درج نہ ہو سکے تھے۔ وہ بھی اس خیال سے کہ اس سال تو یہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ عام اخبار میں شائع کئے جا چکے تھے۔ گذشتہ سال اس پرچہ کیلئے تین ماہ قبل تیاری شروع کی گئی تھی۔ اور اس سال صرف چند روز باقی تھے۔ کیونکہ مینیجر صاحب کا ارشاد تھا۔ کہ اگر ۲۱ اسم تاریخ تک کتابت ختم نہ ہوئی۔ تو اخبار چھپ نہیں سکیگا۔ اب اسقدر تنگ وقت میں مجھے اسکے لئے مضامین بھی فراہم کرنے تھے۔ اور یہ بھی کوشش تھی۔ کہ بہتر سے بہتر مضامین مل سکیں۔ پھر انکی کتابت کرانی تھی۔ تصحیح کرنی تھی۔ اخبار کو مرتب کرنا تھا۔ اور ساتھ ہی ہفتہ میں تین بار عام اخبار بھی نکالنا تھا۔ اسکے علاوہ میرے خانگی حالات بھی اطمینان بخش نہ تھے۔ میری بیوی خطرناک طور پر علیل تھی اور ابتک ہے۔ اور مجھے اس طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ مگر میں نے خیال کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا مجھ ایسے گنہگار کو اگر اس رنگ میں ہی موقع ملجائے۔ تو یہ ایک ایسی سعادت ہے جس کیلئے مجھے ہر قربانی کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اسی خیال کے ماتحت میں اس کے لئے آمادہ ہو گیا۔

میرا تو فرض تھا۔ کہ میں اس کے لئے محنت کروں۔ لیکن ان احباب کا جنہوں نے ایسے تنگ وقت میں میری استدعا کو منظور کرتے ہوئے اس پرچہ کیلئے بہترین مضامین رقم فرمائے۔ اور ارسال کئے۔ میں شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی انکو اسکا اجر عطا فرمائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ اور حضور کے خاندان کے دیگر افراد نے اس کام میں مجھے جو قابل قدر امداد دی ہے۔ وہ اس خاندان کی سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شیفتگی اور محبت کا ایک کھلا کھلا ثبوت ہے۔ حضور ۴۴ ان دنوں سخت مصروف تھے۔ لیکن باوجود اس کے آپ نے اس پرچہ کے لئے ایک سے زیادہ مضامین رقم فرمائے۔

یہ سخت ناانصافی ہوگی۔ اگر میں اپنے رفقاء کار مولوی محمد صادق صاحب کنجاہی مولوی فاضل اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب بوتالوی مولوی فاضل کا شکریہ ادا نہ کروں۔ یہ دونوں احباب جہانتک ان کے امکان میں تھا۔ میرے بوجھ کو ہلکا کرنے کیلئے ہمیشہ مستعد رہے ہیں۔

یہ چند سطور صرف اسواسطے تحریر کیگئی ہیں۔ کہ احباب اس پرچہ ۴ کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے یا اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے سے قبل ان امور کو بھی پیش نظر رکھیں۔ (خاکسار:۔ رحمت اللہ شاکر)

روحانیت کا بلند ترین مقام اور حضرت خاتم النبیین صلعم

از جناب مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل جالندھری

انبیاء کا مشترکہ پروگرام

نسلِ انسانی کی اصلاح اور بہتری کے لئے وقتاً فوقتاً نبی مبعوث کئے گئے۔ تا وُہ فرزندِ آدم کی خفتہ رُوح کو بیدار کریں۔ اور اس میں جذبۂ شوق و روحانی ولولہ کو موجزن کر دیں۔ ہر رسول یہی مشن لے کر آیا۔ اور زندگی بھر اسی کے لئے کوشاں رہا۔ وُہ سب قصرِ روحانیت کے معمار تھے۔ جنھوں نے باسلوب احسن اپنے فرائض سرانجام دئے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے یہ علیحدہ امر ہے۔ کہ بعد کے لوگوں نے ان کی تعلیمات کو غلط سمجھا یا ان سے نادرست استدلال کیا ہے۔ مگر بلاشبہ یہ درست ہے۔ کہ وُہ سب خدائے واحد کے منادی اور توحید کے علمبردار اور روحانیت کے مبلغ تھے۔ اور درحقیقت یہ ان کا ہی کام تھا۔ کہ گم گشتگانِ طریقت کو از سرِ نو رشتۂ اتحادِ روحانی میں منسلک کرتے اور انہیں منازلِ سلوک کی رہنمائی کراتے۔ کیونکہ جو خدا کے پاس سے آتا ہے۔ وہی اس تک لے جا سکتا ہے۔ اور جو اس کے لئے سوز و گداز سے بریاں ہے۔ وُہی اُس کے عشق کو دُوسروں میں سرایت کر سکتا ہے۔ الغرض روحانیت انبیاء و اولیاء کا مشترکہ پروگرام ہے۔ اور انسانی پیدائش کا وحید مقصد۔

رُوحانیت کیا ہے؟

سب اہلِ مذاہب حصولِ روحانیت کے دعوی میں یکساں دعویدار ہیں اور اپنے مذہب کی علتِ غائی اسی پاکیزہ مطلوب کو قرار دیتے ہیں۔ مگر اس باب میں شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ کہ "روحانیت کیا چیز ہے؟" بعض نے تعلقات مدنی و علائق انسانی کا رشتہ توڑ کر جنگلوں اور صحراؤں میں بادیہ پیمائی کا نام روحانیت رکھا ہے۔ بعض نے اسی ضمن میں میاں بیوی کے تعلقات کو روحانیت کُش بتایا ہے۔ اور تجرد کی زندگی کو روحانیت سے تعبیر کیا ہے بعض لوگوں نے اچھے کھانے۔ عمدہ لباس۔ اور دُنیا کی زیب و زینت کے ترک کرنے کا نام روحانیت رکھا ہے۔ اور بعض لوگ ناقابلِ برداشت مجاہدات اور ریاضاتِ شاقہ کو ہی روحانیت شمار کرتے ہیں۔ بہرحال اس قدر متعدد اور مختلف تشریحات نے خود لفظ روحانیت کو حل طلب معمہ بنا دیا ہے۔

شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیر ہا۔

اہلِ مذاہب روحانیت کے پیاسے اور طلبگار تھے۔ مگر اسی کی تشریح میں باہم دست و گریباں ہو رہے تھے۔ کہ آفتابِ روحانیت کا طلوع وادئ فاران میں ہُوا۔ اور اس نے بتایا۔ کہ سنیاس۔ رہبانیت گھور تپسیا اور تباہ کن مجاہدات بجائے خود کتنے ہی مفید نظر آتے ہوں۔ اور ان کے بجا لانے والے کو وقتی طور پر ایک ذوق بھی حاصل ہو۔ مگر پھر بھی روحانیت شئے دیگر ہے۔ وُہ ان تمام انسانی طریقہ ہائے عبادت سے ماوراء اور ایک اعلیٰ لطیف کیفیت ہے۔ اس کے حصول کے لئے یہ تمام ذرائع افراط و تفریط کا رنگ رکھتے ہیں۔ اور بالذات ان طرق میں سے ایک بھی روحانیت نہیں۔

قویٰ کا استعمال ضروری ہے

عقلِ انسانی اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ کہ حکیمِ مطلق انسان کو

"اپنی آنکھوں میں بھی اک اوتار سے کب کم ہے تو"

از جناب سردار بشن سنگھ صاحب بیکل تلمیذ جناب خلیق صاحب لائل پوری سرگودھا

یا خدا تعریف میں کس کی ہوں میں رطب اللساں
چٹکیاں لیتا ہے کیوں دل میں مرا طرزِ بیاں!

اے زبانِ کلک اب آنا ہے وقتِ امتحاں
آج دکھلانے کو ہے جوہر مری طبعِ رواں!

آج لب پر ذکرِ محبوبِ خدا آنے کو ہے۔
ناز کا پھر وقت اے بختِ رسا آنے کو ہے

اے رسولِ پاک! اے پیغمبرِ عالی وقار
چشمِ باطن بیں نے دیکھی تجھ میں شانِ کردگار

تیرے دم سے گل نظر آئے ہیں۔ وُہ عرفاں کے خار
خوبیوں کا ہو تری کیونکر بھلا ہم سے شمار

نُور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہُوئی
تیرے آگے آبرُوئے کفار کی پانی ہُوئی

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سُو چھائی ہُوئی
ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہُوئی

شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہُوئی
لہلہا اُٹھی تری جب جلوہ آرائی ہُوئی۔

تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے
کیوں نہ راہِ حق میں اپنا رہنما جانیں تجھے

دیکھنے کو دے خدا آنکھیں تو پہچانیں تجھے
حق کی ہے بیکل صدا شمس الضحیٰ مانیں تجھے

گو مسلمانوں کا اک پیغمبرِ اعظم ہے تو۔
اپنی آنکھوں میں بھی اک اوتار سے کب کم ہے تو

مخالف قوٰے اور استعدادیں دے کر دنیا میں بھیجے - اور طبعًا اسے مدنیت پسند بنائے ۔ مگر ان ضروریاتِ فطرت کے پورا کرنے کے سامان نہ دے ۔ یا سامان دے مگر ان سے متمتع ہونے کی اجازت نہ دے ۔ وُہ خدا جس نے آنکھوں کی قوت بصارت کی خاطر کروڑوں میلوں پر چمکتا ہُوا سُورج بنایا ۔ پیاس کے لئے پانی پیدا کیا ۔ اور انسان کی ہر فطرتی ضرورت کو پُورا فرمایا ۔ بھلا کب ممکن تھا ۔ کہ وُہ انسان کو سب جوارح کے باوجود کلیتہً انقطاع کا حکم دیتا ۔ پس جن لوگوں نے متذکرہ صدر امُور کو روحانیت تسلیم کیا ہے ۔ انہوں نے خدا کے قانونِ قدرت پر نظر نہیں کی ۔ آنکھوں کو بند رکھو ۔ بینائی جاتی رہے گی ۔ ہاتھوں کو حرکت نہ دو آخر شل ہو جائیں گے ۔ کیوں ؟ اس لئے کہ قدرت چاہتی ہے ۔ کہ ہر عضو اپنی مفوضہ ڈیوٹی کو بجا لاتا رہے ۔ یہی حال روحانیت کا ہے ۔ جو قوتیں اور حواس حصول روحانیت کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں ۔ ان کو سراسر بے کار محض اور معطل کر دینا قدرت کی صریح مخالفت ہے ۔ اور یہی وجہ ہے ۔ کہ ان راستوں پر گامزن ہونے والے منزلِ مقصُود تک نہ پہنچ سکے ؛۔

حقیقی نیکی کیا ہے ۔

مشیت ایزدی انسان کو القاءِ خیر و شر کے بعد اسے میدانِ عمل میں بھیجتی ہے ۔ نیکی اور بدی اس کے سامنے ہوتی ہے ۔ وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے نیک و بد بنتا ہے ۔ دواعی خیر اس کو اپنی طرف بلاتے ہیں ۔ اور بدی اپنے پُر فریب جال کے ذریعہ اس کو اپنا شکار بنانا چاہتی ہے ۔ گویا انسان کی حالت بعینہ شاعر کے اس قول کے مطابق ہوتی ہے ۔ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ ۔۔۔ باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اس کشمکش کے باوجود انسان کے قدموں کا نیکی پر برقرار رہنا ہی موجبِ ثواب ہے ۔ اور اسی استقلال کا نام حقیقی نیکی ہے جس پر آسمان کے فرشتے بھی انسان کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور وُہ خداوند کی نظر میں قابل ستائش ٹھہر جاتا ہے ؛۔

نیکی کی خوبصورتی اور قیمت

ناظرین کرام ! اگر آپ غور فرمائیں گے ۔ تو آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ نیکی اسی وقت تک قابل قدر متاع ہے ۔ جب تک اس کے مخالف پہلُو بھی موجود اور ممکن ہُوں ۔ بصورتِ دیگر نیکی کوئی غیر معمولی چیز نہیں بھلا اگر ایک اندھا کہے ۔ کہ میں بہت نیک ہوں ۔ کبھی بدنظری نہیں کرتا ۔ تو کیا کوئی عقلمند اس کی اس بات کو حق بجانب سمجھیگا ۔ اور اس کو واقعی صالح قرار دے گا ۔ یا اسے یہ کہیگا ۔ کہ تجھے کب آنکھیں ملیں ۔ جو تو بدنظری کر سکتا ۔ بدنظری نہ کرنا بے شک نیکی ہے مگر اسی صُورت میں جب بدنظری ممکن ہو ۔ اسی طرح اگر ایک بزدل یہ ڈینگ مارے ۔ کہ میں متقی ہوں ۔ کیونکہ قتل نہیں کرتا ۔ تو سب دانشمند اسے یہی کہیں گے ۔ کہ بے شک خون نہ کرنا نیکی ہے ۔ مگر اسی وقت جبکہ خون کرنے کی طاقت بھی ہو ۔ الغرض نیکی کی خوبصورتی اور اُس کی قیمت مخالفانہ حالات کے ماتحت ہی ہوتی ہے ۔ یہی راز ہے ۔ جو اسلام نے ملائک کے ساتھ شیطان کے وجُود کو تسلیم کیا ہے ؛۔

مذہبی دُنیا کی کایا پلٹ

اس نظریہ کے مطابق انسان کو اپنے ماحول میں رہتے ہُوئے ہی روحانیت حاصل کرنا ضروری ہے ۔ اور تمام بنی نوع انسان کے حقوق کی حفاظت و ادائیگی کے ذریعہ ہی اپنی خدا ترسی کا ثبوت دینا چاہیئے پس یقینًا وُہ لوگ جو تارک الدنیا بن جاتے ہیں ۔ اپنی کمزوری کے خود گواہ ہوتے ہیں ۔ اور درحقیقت وُہ پیش آمدہ حالات کا مقابلہ نہ کر سکتے ہُوئے بزدلی کے ماتحت منقطع ہو جاتے ہیں ۔ اور بظاہر لوگ ان کو اپنے غلط خیالات کے ماتحت ایک متقی اور پاک دامن شہری سے نیک سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ یہ سراسر باطل ہے ۔ آج تک کسی آسمانی شریعت نے انسان سے ایسا مطالبہ نہیں کیا ۔ کہ وُہ قانونِ قدرت کے خلاف ۔ مقتضیاتِ فطرت کے الٹ سب کچھ چھوڑ کر ۔ سب کے حقوق کو پس پشت ڈال کر جنگل میں عمر بسر کرے ۔ لوگوں نے خود ایسے طریق اختیار کر لئے تھے ۔ قرآن مجید اور اسلام نے ان تمام باطل راستوں کو ممنوع بنا کر روحانیت کا معیار اور اس بارہ میں زاویۂ نگاہ ہی بدل دیا ۔ دراصل ان حالات کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا ۔ کہ اسلام نے مذہبی دنیا کی کایا پلٹ دی ۔ نیا آسمان اور نئی زمین بنا دی ۔ اور انسان کو حالاتِ انسانی سے دوچار ہوتے ہوئے تکمیلِ روحانیت کا سبق پڑھایا ؛۔

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

قرآن مجید نصارٰی کی رہبانیت کے متعلق فرماتا ہے ۔ ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبنا ھا علیھم الّا ابتغآء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا (الحدید ع۴) کہ وُہ ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی ۔ انہوں نے خود ہی یہ طریق رضاءِ الٰہی کی نیت سے ایجاد کیا تھا لیکن وُہ اس کی رعائت نہ رکھ سکے ۔ اور نہ رکھ سکتے تھے ۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لارھبانیۃ فی الاسلام اسلام میں کوئی رہبانیت جائز نہیں ۔ پھر غذاؤں اور زیب و زینت کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ قل من حرّم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہٖ والطیبات من الرزق الاٰیۃ (الاعراف ع۴) ان سے کہدے ۔ کہ خدا نے اپنے بندوں کے لئے زینت اور پاکیزہ رزق پیدا کر رکھے ہیں ۔ ان کو کون حرام کرنے والا ہے ؟ یعنی ان کا استعمال جائز بلکہ حالات کے مناسب ضروری اور واجب ہے ۔ روحانیت کے علمبردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مالدار مسلمان کو عُمدہ لباس پہننے کی تلقین کرتے ہُوئے فرمایا ان اللّٰہ یحب ان یرٰی اثر نعمتہٖ علٰی عبدہٖ (مشکوٰۃ) اللہ تعالےٰ چاہتا ہے ۔ کہ بندہ پر اللہ کی نعمت کا نشان نظر آئے ؛۔

نکاح کرنے کے متعلق قرآن پاک میں صریح احکام موجود ہیں حضرت سرورِ کائنات فرماتے ہیں ۔ اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی ۔ (مسلم) نکاح کرنا میری سنت ہے ۔ جو شخص میرے دستور سے منہ پھیرتا ہے ۔ وُہ مجھ سے نہیں ہے ۔ ایک شخص سے جو روحانیت کے خیال سے اپنے نفس کو مشقت شاقہ میں مبتلا رکھتا تھا حضور نے فرمایا ۔ ولنفسك علیك حق ولزوجك علیك حق (بخاری) تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے ۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے ۔ گویا بتلا دیا ۔ کہ روحانیت یا نیکی صرف یہی نہیں ۔ کہ انسان دن رات نماز یا روزہ میں ہی مشغول رہے ۔ اور باقی تمام حقوق اور فرائض سے مستغنی ہو جائے ۔ بلکہ حقیقی روحانیت یہی ہے ۔ کہ سب کام کرے ۔ مگر ؏ دست در کار دل با یار ۔ والا معاملہ ہو ۔ پھر اسی ضمن میں حضورؐ نے فرمایا ۔ کہ حکم خداوندی کو مدنظر رکھتے ہُوئے اگر تم اپنی بیوی کو کھانا کھلاتے ہو ۔ تو وُہ بھی نیکی ہے ؛۔

اسلام کیا چاہتا ہے

ان تمام تصریحات سے ظاہر ہے ۔ کہ اسلام کے نزدیک روحانیت کا تعلق انسانی قلب کے ساتھ ہے ۔ اور وُہ انسان کو دنیا میں رکھ کر "دنیا دار" بننے سے روکتا ہے ۔ بلکہ ہر لمحۂ حیات کو ذکر الٰہی میں خرچ کرنے کی ہدایت کرتا ہے ۔ روحانیت رُوح کی کیفیت کا نام ہے ۔ اسی لئے اسلام کے اصول کے مطابق وہی عمل روحانیت یا اس کا ممد سمجھا جائے گا ۔ جس پر رُوح اپنی عزیمت اور نشاط سے محض رضاءِ الٰہی کے لئے عمل پیرا ہو ۔ اگر یہ نیت صادقہ نہ ہو ۔ تو وُہ عمل بارگاہِ ایزدی میں مقبول نہیں ۔ اور اسے روحانیت سے دُور کی بھی نسبت نہیں ۔ اسی صداقت کو ظاہر فرمانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ انما الاعمال بالنیات (بخاری جلد اول) ہر عمل نیت کے مطابق ہے ۔ یعنی اس کا اجر اور سزا ۔ گویا اسلام روحانیت کی جستجو کے لئے صحراؤں کا راستہ نہیں بتاتا ۔ بلکہ وُہ انسان کو انسانی فضا میں رکھ کر خلوص اور تعلق باللہ کی رہنمائی کرتا ہے ۔ اور یہی سچی روحانیت ہے جو فطرت اور مدنیت کے مطابق ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک موقعہ پر تقوٰے کی تعریف کرتے ہُوئے کیا خوب فرمایا ہے ۔ ؎

تقوٰے کی جڑ یہی ہے ۔ کہ خالق سے پیار ہو ۔
گو ہاتھ کام میں ہوں مگر دل میں یار ہو ۔

سرورِ کائنات کا بلند ترین مقام

ہمارے مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے ۔ کہ اسلام روحانیت کی تعریف کرنے میں ہندو دھرم اور عیسائیت پر گوئے سبقت لے گیا ہے ۔ اور اسلام کی بیان کردہ تعریف ہی اصل تعریف اور نقشِ فطرت کے مطابق ہے ۔ اسی لئے قرآن مجید میں وارد ہوا ہے ۔ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین (انعام ع۲۰) اے رسول تو کہدے ۔ کہ میری نماز اور قربانی اور پھر میری

زندگی اور موت اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو رب العالمین ہے۔ لفظ اللہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہ اس کا حسن مقتضی ہے کہ میں اپنی ہر حرکت اور ہر سکون کو اسی کے ماتحت کر دوں رب العالمین سے ظاہر کیا۔ کہ جو قربانی تم اس کے لئے کرو گے وُہ اس کو اپنی ربوبیت کے ذریعہ مزید ترقی دے گا۔

اس آیت میں روحانیت کی تعریف۔ نیز حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند ترین مقام بھی ظاہر فرمایا ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ اور موت۔ عبادات اور قربانیاں۔ غرض زندگی اور موت کا ہر حصہ خدا کے لئے کر دینا اس کے حکم کے ماتحت زندگی گزارنا۔ اور اس سے کامل محبت رکھنا ہی روحانیت ہے۔ اور اسی روحانیت کا انتہائی مقام اس مقدس انسان کو حاصل تھا جس کی زبان سے اللہ تعالٰے نے یہ الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک موقعہ پر در اصل اسی آیت کی تشریح میں فرمایا ہے:۔

مابال اقوام قالوا کذا وکذا لکنی اصلی وانام واصوم وافطر۔ الحدیث (مسلم کتاب النکاح)

روحانیت کے حصول کی صحیح راہ

صحابہ کا ایک گروہ رُوحانیت کے نام پر مختلف ریاضتیں اختیار کرنے اور تعلقات زن وشوئی کو ترک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ حضورؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ دیکھو۔ میں تم سب سے زیادہ متقی۔ زیادہ پارسا ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر خدا سے ترساں ہوں۔ لیکن بایں ہمہ میں شادی بھی کرتا ہوں۔ میں افطار بھی کرتا ہوں۔ اور روزے بھی رکھتا ہوں۔ سوتا بھی ہوں۔ اور عبادت بھی کرتا ہوں۔

اس طویل حدیث میں حضرت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک طرف اپنی کمال روحانیت کا اعلان فرمایا۔ اور دوسری طرف صحابہ کو بتا دیا۔ کہ روحانیت کے حصول کی صحیح راہ وُہی ہے۔ جس پر میں چل رہا ہوں۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ع ۴)

لاکھوں انسان ہوئے۔ جنہوں نے اس راستے سے منزل مقصود تک رسائی حاصل کی۔ اور لاکھوں کر رہے ہیں۔ مبارک وُہ جو روحانیت کے اس راز کو سمجھے۔ اور اس طریق کو اختیار کرے۔ افسوس ان پر جو اتنی واضح شاہراہ عمل کے باوجود بھٹک جائیں۔ خدا کے وعدوں کے مطابق وُہ دن دروازے پر کھڑے ہیں۔ جب اہل دُنیا اس سب سے بڑے معلم روحانیت کو شناخت کریں گے۔ ؎

خُوب کھل جائیگا لوگوں پر کہ دیں کس کا ہے دیں
پاک کر دینے کا تیرتھ کعبہ ہے یا ہردوار

اسلام کے عالمگیر سوشیل اصول

از جناب لالہ رام چند صاحب منچندہ ایڈووکیٹ و پریزیڈنٹ اروڑ بنس کھ سبھا لاہور

اِس وقت جبکہ فاصلہ جو ایک حصّہ دنیا کو دُوسرے حصّے سے دُور رکھتا تھا۔ بوجہ وسائل آمد و رفت بالکل کم ہو گیا ہے۔ اور دخانی انجن موٹر کار اور ہوائی جہاز نے ساری مہذب دُنیا کو ایک دوسرے کے نزدیک تر کر دیا ہے۔ اور ساری دُنیا سمٹ کر ایک محلّہ کی طرح نزدیک تر ہو گئی ہے۔ اور ایک نسل کے انسان دوسری نسلوں کے انسانوں سے زیادہ ترملتے جلتے ہیں۔ تو چند ایک نئے مسئلے مہذب دُنیا کے سامنے پیش ہو گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پُرانی قومی نفرت اور علیحدہ پسندی کی جگہ انسانی اُنس اور ہمدردی لے لے اور تمام اقوام باہمی ہمدردی اور میل ورتن کے اصُول کو اختیار کریں۔ اور ایک ایسی مشترکہ زبانیں اور سکے رائج کئے جائیں۔ کہ مسافروں کی تکالیف کمتر ہو جائیں۔ دُنیا اس اصول کی تلاش میں سرگردان ہو رہی ہے۔ اور تمام سوشیل طبقوں اور عالمگیر اصولوں کی تلاش میں لگ رہی ہے۔ ایسی انسانی ضروریات کو بہم پہنچانے کے لئے اگر بانیٔ اسلام کی تعلیم پر نظر ڈالی جائے۔ تو اس سے ایک عالمگیر اصُول اخذ ہو سکتا ہے۔ اور ایک اہم انسانی ضرورت پُوری ہو سکتی ہے۔

دُنیا کی انسانی آبادی کا اندازہ .... ۱۷۵ ہے۔
اور اس میں سے مسلم آبادی کا اندازہ ... ۴۵۰۰ ہے۔

یعنی ساری انسانی آبادی میں مسلم قریب ¼ ہیں۔ اور وُہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ہند کی جگہ آبادی .... ۳۲ ہے جس میں سے مسلم .... ۷ ہیں۔ گویا ¼ سے کسی قدر کم ہیں۔ اور انسانی مساوات کے عالمگیر اصول کی پیروی کی ہمہ تن کوشش کرتے ہیں۔ اور غیر مسلموں کو اس اصول کی تعلیم دینے میں مستعد رہتے ہیں۔ اور قریب چودہ سو سال تمام مختلف المذاہب اور نسلوں کے باہمی نفرت اور کدورت کو دُور کرنے کے درپے چلے آتے ہیں۔ اور یہ ایک عالمگیر سوشیل اصول ہے کہ جس کی اس وقت مہذب دُنیا متلاشی ہو رہی ہے۔ اگر مسلم دُنیا اور خصوصاً ہندی مسلم اس اصول پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہوں۔ اور دُوسرے مذاہب اور نسلوں کے انسان جماعتوں سے انس اور اخلاص سے کام لیں۔ تو وُہ تمام انسانوں کو ایک متحد اور متفق جماعت بنانے میں ممد ہو سکتے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی ضروریات کو پُورا کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت بہت زیادہ بڑھ سکتے ہیں ہندوستان کے مسلم ہندی اقوام اور مختلف مذاہب میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے میں ایک بے مثال قیمتی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔ اور اب وقت آگیا ہے۔ کہ مسلم اور خصوصاً ہندی مسلم تنگ سوشیل دائرہ سے باہر نکل کر عالمگیر سوشیل دائرہ کو مدنظر رکھ کر زیادہ پاسداری اور معاونت سے کام لیں۔ اور یہ ثابت کریں۔ کہ حضرت کی تعلیم محض ان لوگوں کے لئے نہیں۔ کہ جو دائرہ اسلام میں آ چکے ہیں۔ بلکہ اُن تمام انسانی گروہوں اور جماعتوں کے لئے ہے۔ کہ جو ابھی تک اس دائرہ سے باہر ہیں۔ مگر ایک عالمگیر سوشیل اصول کی متلاشی ہو رہی ہیں۔

> میں اس وقت کے جلد تر آنے کا منتظر ہُوں۔ کہ جب غیر مسلم ...... آنحضرتؐ کی عزت اور تعظیم کے لئے سر جھکائے اور اُن کے انسانی مساوات کے اصُول کی قدر و منزلت کرے۔
>
> لالہ رام چند منچندہ لاہور

میں اس وقت کے جلد تر آنے کا منتظر ہوں۔ کہ جب غیر مسلم انسانی طبقات آنحضرت کی عزت اور تعظیم کے لئے سر جھکائے اور ان کے انسانی مساوات کے اصول کی قدر و منزلت کرے۔ اور اپنے سات کروڑ مسلم بھائیوں کی خاطر تمام ہندی پینتالیس کروڑ انسانوں کے مسلمہ رہبر کی عزت اور ادب کریں۔ اور باہمی ایسی رواداری اور پاس خاطر سے کام لیں۔ کہ باہمی مغایرت اور نفرت کا جذبہ دُور ہو۔ اور اخلاص و انس پیدا ہو تاکہ ہند میں امن پیدا ہو۔ اور ترقی ہو۔ اور دوسری دنیا کے لئے مثال پیدا ہو۔ اب پرانے تنگ دائرے میں پھنسے سے نہ تو اپنا بھلا ہے۔ اور نہ ہی دوسروں کا۔ جب دُنیا تنگ ہو کر ایک محلہ بن گئی ہے۔ تو ہندو اور مسلم ہندیوں کو بھی تنگ خیالی سے باہر نکلنا لازمی ہے اور اس میں مسلمانوں کی طرف سے پیشقدمی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان کے سوشیل سسٹم میں عالمگیر اصول موجود ہے۔

میں آنحضرت اس اصول اور اس اصول کے پیرووں کو بڑی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اور اپنے عقیدہ کے مطابق ان تمام لوگوں کے ساتھ صدق دل سے شامل ہوتا ہوں کہ آج آنحضرت کے احسانات کو یاد کر رہے ہیں اور ان آزاد خیال ہندوؤں کے ساتھ ہوں کہ جو آنحضرت صلعم کے عالمگیر انسانی اصولوں کی قدر کرتے ہیں۔

بیکس کا حامی

(از محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر گوہر الدین صاحب برما)

دنیا میں حقوق لینا کون نہیں جانتا - اور کسی پُرزور مطالبہ یا جبر و تشدد کے تحت میں کچھ نہ کچھ دے دینا بھی کوئی بڑی بات نہیں! مگر ایک کمزور و ناتوان بے بس اور بیکس کو بغیر مانگے - بغیر تقاضے اور بغیر مطالبہ کے اس کے حقوق اس کو پیش کرنا - نہ صرف پائی پائی گنا دینا بلکہ کچھ فزوں تر ہی ادا کرنا - یہ البتہ قابل تحسین اور لائق صد ستائش فعل ہے -

ممکن ہے - بعض انصاف نواز ہستیاں اس امر کو باور نہ کریں - اور کمزور کے حقوق غصب یا تلف ہونے پر یقین ہی نہ لائیں لیکن ایسے لوگ اگر موجودہ فضاء کی طرف توجہ کریں - تو یہ عقدہ نہایت آسانی سے حل ہو جائیگا - یہ شورش! یہ ہنگامے! اور یہ امداز بدامنی محض اس لئے برپا ہیں - کہ حقوق مطالبے سے بھی حاصل ہونے مشکل ہیں - چہ جائیکہ کوئی خود بخود ہی عنایت کردے -

ایسی ناہموار حالت کو دیکھتے ہوئے جب ہم زمانہ گذشتہ کے اوراق الٹا کر دیکھتے ہیں - آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل کے زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں - تو ایک ناچیز و کالعدم ہستی پر بغیر اس کے کسی قسم کے مطالبے کے اس کے حقوق کی بارش ہوتی ہوئی نظر آتی ہے - تو اس کو دیکھ کر اگر ہم اس زمانہ والے انگشت بدنداں ہو کر رہ جائیں - تو بالکل صحیح - اور اس زمانے کے اس منصف کو اگر بہترین اور نازیں کہیں تو بالکل بجا - اور اس کی تعریف میں رطب اللسان رہیں - تو عین حق بجانب ہوگا -

دنیا! خیال کر اور سوچ! غور کر اور دیکھ - کہ ایک صنف حقیر کو ایسے نادر منصب پر کھڑا کر دینا کوئی معمولی کام نہیں - نہ ہی یہ حل مشکل ہر ایک کا کام ہے - آج جبکہ تہذیب و شائستگی - انصاف و حق پسندی کے ہر چہار طرف پرچم اُڑ رہے ہیں - اقوام عالم کو مساوات کی تسبیح میں پرونے کی کوشش کی جا رہی ہے - اور انصاف پسندی کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کئے جا رہے ہیں - پھر بھی وہ بات حاصل نہیں - اور جب اس روشنی کے زمانہ میں حق دیانت کا یہ حال ہے - تو اس زمانہ پر قیاس کر - کہ جب فطرت انسانی جور و ظلم کے احاطہ میں جبر و تعدّی کو طبیعت ثانیہ بنائے ہوئے تھی - لوٹ مار اس کا شیوہ تھا - رحم و انصاف کا اس نے نام تک نہ سُنا تھا اور ادائیگی حقوق کا نام تک نہ جانتی تھی - اس حالت اور زمانہ میں ایک ہستی اپنے ایک ہاتھ میں انصاف اور دوسرے میں رحم لیکر کھڑی ہوتی اور حق بحق دار رسید پر مصر ہوتی - اور اس پر پورے سولہ ...

کامیاب ہو جاتی - اور دنیا کو اپنے احسانات سے بھر کر ہمیشہ کے لئے ان پر آسانیاں کھول جاتی ہے -

ایسی نادر اور محسن ہستی کے متعلق اس انصاف کے زمانہ میں سوقیانہ تخیّل کیونکر روا ہو سکتا ہے - ہاں یہ بھی قابل غور بات ہے - کہ اس کی یہ حمایت تھی کس کے لئے - کسی طاقتور جتھے کے خوف سے نہیں - کسی "انارکسٹ" گروہ کے ڈر سے نہیں - کسی نعل در آتش جماعت کے رعب سے نہیں - اور پھر نہ ہی یہ ملک کے کسی متفقہ اور متحدہ فیصلہ کے ماتحت تھی - بلکہ یہ حمایت تھی ایک نیم جان بے یار و مددگار اور بالکل ناچار ہستی کے لئے! آج اگر کوئی حکومت کے سامنے دم خم ٹھوک کر کھڑا ہو - یا دست و گریباں ہو - تو اہل دنیا اسے سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں - حالانکہ ایسے شخص کی سرگرمیاں ملک کی متفقہ زبان سے متحرک ہیں - وہ ضرور حمایت حقوق کر رہا ہے - مگر اس کی پشت پر تمام ملک ہے - اور وہ خود گویا صرف ان کا ترجمان ہے - مگر جس ہستی نے آج سے صدیوں پہلے حریت - مساوات اور انصاف کی تخم ریزی کی - جو صدیوں قبل حمایت حقوق کے لئے اٹھی - وہ محض تنہا تھی - ملک و قوم کا اس کے ساتھ متفق ہونا تو رہا درکنار - یہ آواز بھی ان کے کانوں کیلئے غیر مانوس اور غیر طبعی تھی -

پھر جس فرقہ کی حمایت تھی - وہ اپنے بازو میں طاقت کیا رکھتا تو کجا زبان ہلانے سے بھی قاصر تھا - ان حالات میں ایسے غریب و ناچار کو بام عروج و منزلت پر پہنچا کر دم لینا اور اپنی بیش قیمت زندگی کا ہر لمحہ اس بے کس کی ہمدردی کے لئے وقف رکھنا اور بالآخر اس ناشئے ہستی کو کامیاب زندگی سے ہم آغوش کرا دینا ایسا کام ہے - جو دنیا میں کسی سے نہ ہوا نہ ہو سکے گا - ایسا کارنامہ ہے جس کی نظیر نہ ملی نہ مل سکے گی - اور ایسا بے پایاں احسان ہے - جس کا بدل دنیا تادم زندگی کبھی نہیں دے سکتی ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سادگی

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل قادیان)

آج کل کھادی کا دور ہے - اور کھدر پوشی پر زور ہے - اسکی تہ میں جو سیاسی پالیسی کام کر رہی ہے - وہ اہل نظر سے مخفی نہیں - یہ کوئی سادگی یا کفایت شعاری کی وجہ سے نہیں - بلکہ کسی کو نقصان پہنچا کر اپنی بات منوانا مقصود ہے - تاہم بعض کھدر کا پروپیگنڈا کرنے والے ایسے بھی ہیں - جو سادگی اور سادہ پسندی کا وعظ کرتے ہیں - اور گاندھی جی کے لنگوٹ پر مرتے ہیں - میں نے بارہا ایسے اصحاب کو ان کی رسٹ واچ - فونٹین پن - اور دیگر ساز و سامان آرائش - اور موٹر وغیرہ کی طرف متوجہ کیا ہے - جو تمام کانگریسی لیڈروں حتیٰ کہ گاندھی جی کے لئے بھی جزو لاینفک ہے - اور پوچھا ہے - کہ اب کہاں گئی وہ سادگی - تو وہ کچھ جواب نہیں دے سکے -

الحمد للہ - کہ مسلمانوں کے برگزیدہ پیشوا (علیہ التحیۃ والثناء) کا نمونہ ایسا کامل ہے - کہ کبھی زمانے کسی ملک کسی قوم کسی حالت میں بھی مومن کو اس سے پوری پوری ہدایت و رہنمائی ہوتی ہے - آپ ہی وہ سردار انبیاء ہیں - جنھوں نے اپنی امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام کیا - اور یوں سامان تعیش روک دیا - اور پھر خوراک پوشاک - رہائش - زیبائش میں حد اعتدال پر رہنا بتایا - اور اپنے اسوۂ حسنہ سے سکھایا - چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ آپکی محرم راز بیوی نے آپ کی وفات کے بعد ایک پیوندوں والی چادر اور ایک گاڑھے کا تہ بند دکھایا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کپڑوں میں جان دی - بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے - ابوہریرہ اس کے راوی ہیں - اخرجت الینا عائشۃ کساء ملبدًا و ازارًا غلیظًا فقالت قبض روح رسول اللہ صلعم فی ھذین -

بستر کا یہ حال کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں - میں حاضر ہوا - حضور پُرنور ایک کھجور کے بورئے پر لیٹے تھے جس کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر نمایاں ہو رہے تھے - فاذا ھو مضطجع علی رمال حصیر لیس بینہ و بینہ فراش قد اثر الرمال بجنبہ - عرض کیا - حضور امت کی کشائش کے لئے دعا فرمائیں - خدام توحید ہیں - اور یہ حال پر ملال - ادھر اہل فارس و روم خدا کے پرستار نہیں - اور وہ کیا کیا ساز و سامان رکھتے ہیں حضور نے فرمایا - اما ترضیٰ ان تکون لھم الدنیا و لنا الاٰخرۃ - کیا آپ

اس بات پر راضی نہیں۔ کہ دنیائے فانی ان کے لئے ہو۔ اور آخرت ہمارے لئے یہ ایک تعلیم ہے اس سادگی کی۔ کہ ضرورت سے زیادہ سامان کا اجتماع مومن کا کام نہیں۔

کھانے کی کیفیت سُنئے۔ ما اعلم النبی صلعم رای رغیفاً مرققاً حتی یلحق باللہ ولا رای شاۃً سمیطاً بعینہ قط

مجھے معلوم نہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چپاتی دیکھی ہو۔ یا دم پخت بکری یوم وصال تک۔ اندرون خانہ کی گواہی سنئے۔ کان یاتی علینا الشھر ما نوقد فیہا ناراً انما ھو التمر والماء الا ان یوتی باللحیم (متفق علیہ) ایک ایک مہینہ گذر جاتا ہمارے مطبخ میں آگ نہ جلتی بس کھجور اور پانی۔ یہ صرف آپ کا اپنا ہی حال نہیں۔ بلکہ ما شبع آل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول اللہ صلعم (اہل بیت نبوی نے دو دن متواتر جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی) یہ حالت خدانخواستہ کچھ اسلئے نہ تھی۔ کہ آپ کو اشیاء میسر نہیں سارے تاریخدان جانتے ہیں۔ حضور عرب کے مختار مطلق بادشاہ تھے۔ یہ صرف سادگی کا عالم تھا۔ آپ کے نمونہ پاک کا اثر آپ کے رفقاء پر بھی تھا۔ چنانچہ بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ لقد رایت سبعین من اصحاب الصفۃ ما منہم رجل علیہ رداء اما ازار واما کساء قد ربطوا فی اعناقہم فمنہا ما یبلغ نصف الساقین ومنہا ما یبلغ الکعبین فیجمعہ بیدہ کراھیۃ ان تری عورتہ۔ ستر آدمی اصحاب الصفہ کہلاتے ہر وقت کے حاضر باش۔ مسجد نبوی کے پاس بسیرا۔ اور چادر تک نہ رکھتے تھے۔ بس ایک تہ بند جسکو گلے سے باندھ لیتے۔ نصف پنڈلی تک یہ کپڑا پہنچتا۔ اسے بھی ہاتھ سے سمیٹے رکھتے۔ کہ بے ستری نہ ہو۔ یہ ہیں وہ مقدس لوگ۔ جو عجم و عرب کے فاتح تھے جنکی نیکی کا شہرہ تمام جہان میں ہوا۔ اور جنھوں نے دنیا کی زمین کو نہیں بلکہ قلوب کو فتح کر لیا۔ اور وہ فاتحان کشورکشا کہلائے۔ ایک انگریز مورخ بجا طور پر تعجب کرتا ہے۔ کہ ایک ایسی چھت کے نیچے جو نہ صرف بارش سے ٹپک رہی ہو۔ بلکہ دھوپ سے سایہ کے لئے بھی کافی نہ ہو چند خستہ پوش بیٹھے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ روم و فارس کی حکومتیں مٹ جائیں گی۔ اور سب پر ہمارا تسلط ہوگا۔ دنیوی عقل ایسے لوگوں کو دیوانہ ہی کہے گی۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ کہ ایسا ہوا۔ اور ایک عالم نے یہ مشاہدہ کیا۔

پس میرے ہموطن عزیز بھائیو! کامیابی کی کلید کھدر اور نمائشی کھادی نہیں۔ بلکہ سادگی ہے۔ وہ سادگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں اختیار کی جائے۔ اس کے لئے کسی کو بائیکاٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہنگامہ برپا کرنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ دل کی کیفیت بدلنے سے ایک جہان میں انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ اور یہ انقلاب پائدار ہوگا۔ جو ہر قسم کے امن و امان کا کفیل ہوگا۔ خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے ؎

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ سلوک اپنے اہلبیت کے ساتھ

(از سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے مسلمانوں کی ناواقفیت

اس وقت جبکہ کفر و ضلالت کی گھٹا تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہے اور دنیا نیکی کے راستہ سے دور جا پڑی ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے راہ راست پر لانے کے لئے ایک ایسا کامل نمونہ دکھایا جائے۔ جو ہر شعبہ زندگی میں دنیا کے لئے مشعل راہ ہو افسوس ہے۔ کہ اور تو اور بدقسمتی سے خود مسلمان بھی جو ایک ایسے عظیم الشان ہادی و رہبر کے پیرو ہیں۔ جو ہر لحاظ سے بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ اور جس کی تعلیم اور تربیت ہر ایک مشکل کا حل اپنے اندر رکھتی ہے بہت کم اپنے آقا و سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور اسوۂ حسنہ سے واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی زندگی کسی پہلو سے بھی غیروں کیلئے قابل تقلید مثال پیش نہیں کر سکتی۔

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت کا ہر پہلو ہی اپنی ذات میں اکمل و اتم ہے۔ اور آپ کا مقدس وجود جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔ مگر اسے میری مناسبت کا تقاضا سمجھیں۔ یا حقیقت پر محمول قرار دے لیں۔ کہ دنیوی امور میں وہ بات جو خصوصیت سے آنحضور کی مجھے بہت ہی پیاری اور دلکش معلوم ہوئی ہے۔ وہ آپ کا اپنے اہلبیت کے ساتھ انتہائی رفق اور حلم کے ساتھ پیش آنا ہے۔

آنحضرت کی بعثت کیوقت عورت کی حالت

یہ امر اکثر لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ کہ آپ کی بعثت کے زمانہ میں اس کمزور طبقہ اناث کی حالت کس قدر ناگفتہ بہ تھی۔ عدل و راستی کا نام نشان نہ تھا۔ عورتوں کو حیوانوں سے بدتر خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس قدر ناگفتہ بہ حالت تھی۔ کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

اس وقت آپ مظلومین کے لئے رحمت بن کر آئے۔ اور جیسا کہ عدل و انصاف کا تقاضا تھا انہیں ان کے حقوق دلوائے۔

عورت و مرد میں تمدنی مساوات

اس وقت جبکہ عورت ہونا ہی سخت عیب خیال کیا جاتا تھا۔ اور وہ سوسائٹی میں ایک ذلیل ہستی تصور کیجاتی تھی۔ آپ نے اسے تعرِ مذلت سے اٹھایا اور نقارہ کی چوٹ سے النساء شقائق الرجال فرما کر انہیں مردوں کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔ اور ایسا ہی ارشاد خداوندی کے ماتحت ولھن مثل

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے

(بزبان حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

(از سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خوشا زمان! کہ سرِ دلم زماں گوید | ثنائے دلبرم امروز ہر زباں گوید
ہا ہمیں مرادِ مرا بود "گل جہاں گوید" | چہ تاب است زباں راکہ مدحِ آں گوید

بیا نگر اکہ سراپا ثنائے یار منم

جدا ز یارِ عزیزم مدان عزتِ من | رسیدہ نور زآں آفتاب طلعتِ من
بیافتم بہ طفیل حبیب جنتِ من | ز گوشِ ہوش بکن گوشِ ہر شہادتِ من

"شہیدِ عشق" ز خدامِ جاں نثار منم

الا! دلا! کہ نہ شُنوی صدائے احمدؐ را | کہ تو ہنوز نہ دیدی ضیائے احمدؐ را
غذائے روح بدانم لقائے احمدؐ را | مپرس ایں کہ چہ حاصل ولائے احمدؐ را؟

نگر بمن کہ فدائے رخِ نگار منم

الذی علیھن بالمعروف کی تلقین فرما کر انہیں تمدنی طور پر بھی مساوات عطا فرمائی۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ کا حسنِ سلوک

آپ نے نہ صرف قولاً عورت کے حقوق کی حفاظت کی۔ بلکہ عملاً بھی اس کی عزت اور محبت کی ایک زبردست مثال قائم کی۔ اور باوجود اس قدر عظیم الشان اور اہم ذمہ داریوں کے جو مختلف جہات سے آپ پر عائد ہوتی تھیں۔ آپ نے جس خوبی کے ساتھ اس بھاری خانگی ذمہ واری کو جو تعدد ازدواج کی وجہ سے لازماً پیدا ہو گئی تھی۔ نباہا وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ آپ عدل و انصاف اور حسنِ معاشرت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ آپ کا اپنی بیویوں سے جس قدر محبت اور دلداری کا سلوک تھا۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ حتی الوسع اپنی بیویوں کے احساسات اور جذبات کا بہت خیال رکھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو آپ کی بیویوں میں سے سب سے زیادہ نوعمر تھیں ایک کھیل خود اپنے اوٹ میں کھڑا کر کے دکھلایا۔ اور آپ وہاں سے خود نہ ہلے۔ جب تک کہ وہ خود سیر ہو کر ہٹ نہ گئیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپنے دو دفعہ دوڑ میں مقابلہ کیا۔ اور جب دوسری بار آپ آگے نکل گئے۔ تو آپ نے مسکراتے ہوئے حضرت عائشہ سے فرمایا ھٰذہ بتلک یعنی لو عائشہ اب وہ پہلی بار کا بدلہ اتر گیا ہے۔

متبعین کو عورتوں سے حسن سلوک کی تلقین

آپ چونکہ علم النفس کے بہترین عالم تھے۔ اس وجہ سے بہت معمولی معمولی باتوں میں بھی آپ عورتوں کے احساسات کا احترام فرمایا کرتے تھے۔ نہ صرف یہ کہ آپ خود اپنے اہل سے محبت کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ آپ اپنے متبعین کو بھی بڑے زور کے ساتھ اس امر کی ترغیب دیتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہ یعنی تم میں سے بہترین وہی شخص ہے۔ جو اپنے بیوی بچوں سے سب سے بہتر سلوک کرتا ہے۔

اخلاق فاضلہ کو پرکھنے کا صحیح معیار

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اگر کسی انسان کے اعلیٰ اخلاق کو پرکھنے کا کوئی صحیح ذریعہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ اس کی خانگی زندگی کا مطالعہ ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ وہ اپنے اوقات کا بیشتر حصہ گذارتا ہے۔ وہاں کسی بناوٹ یا ظاہرداری کا دخل نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے جس جگہ انسان اپنے اوقات کا کوئی خاص حصہ گذارے وہاں وہ تکلف سے بھی اچھا اثر پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جنکی صحبت میں زندگی کا اکثر حصہ گویا ایک معلم و مؤدب کی حیثیت میں گذارا جائے۔ اور پھر بھی وہ اس کے لطف و کرم کی تعریف میں رطب اللسان ہوں۔ تو یہ امر اس انسان کے اعلیٰ اخلاق کا ایک زبردست ثبوت ہوگا:-

واقعہ افک کے موقعہ پر آپ کا رویہ

اسی اصل کے ماتحت حدیث میں ایک خاص واقعہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جس سے آپ کا یہ خلق کمال شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ واقعہ افک ہے۔ جس میں کسی لعین بدباطن منافق نے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تھا۔

یہ امر ہمارے قیاس سے بالا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کس قدر تکلیف اور صدمہ پہنچا ہوگا۔ مدینے آتے ہی حضرت عائشہ بیمار ہو گئیں۔ آپ معمول کے مطابق ان کے پاس تشریف لاتے اور طبیعت کا حال دریافت فرماتے رہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ ان دنوں مجھے آپکے رویہ میں ایک خفیف سی تبدیلی ضرور نظر آتی تھی۔ مگر میں اس کے سبب سے بالکل بے خبر تھی۔ آخر ایک عرصہ کے بعد انہیں بعض انصاری عورتوں سے اس واقعہ کا علم ہوا۔ جس سے سخت رنج پہنچا۔ اور وہ آنحضرت کی اجازت سے اپنی والدہ کے گھر چلی گئیں۔ اس کے بعد پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے پاس تشریف لائے۔ اس وقت تک اس واقعہ افک کی ابتداء پر ایک ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا۔ آپ نے حضرت عائشہ کو مخاطب کر کے فرمایا "مجھے تمہارے متعلق اس اس قسم کی باتیں پہنچی ہیں۔ تو مجھے امید ہے۔ کہ خدا ضرور تمہاری بریت ظاہر کر دیگا۔ لیکن اگر تم سے لغزش ہو گئی ہے۔ تو تمہیں چاہیئے۔ کہ خدا سے مغفرت مانگو۔ جب بندہ خدا کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے۔ تو وہ اس کی توبہ کو قبول کرتا اور اس پر رحم فرماتا ہے"۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ آپ کے اس وعظ کے بعد میرا دل جو انتہائی کرب و قلق کی حالت میں تھا مطمئن ہو گیا۔ اور میرے آنسو جو تھمتے نہ تھے رک گئے۔ اور مجھے یقین ہو گیا۔ کہ چونکہ میں بے گناہ ہوں۔ اللہ تعالے ضرور میری بریت ظاہر کر دے گا۔

چنانچہ ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت میں وحی الٰہی نازل ہوئی۔ اور اس طرح جلد ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس تکلیف سے نجات دے دی۔

ہر ایک انسان خیال کر سکتا ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر جبکہ کسی انسان کی عزت معرض خطر میں ہو۔ اس کے احساسات کس قدر نازک ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ ایسے اوقات میں گہرے سے گہرے پیار و محبت کے جذبات بھی کافور ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں تو معاملہ کی نزاکت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب یہ دیکھا جائے۔ کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے۔ جو ہر وقت نقصان پہنچانے کے درپے تھے علاوہ ازیں اس واقعہ سے آپ کے اس عظیم الشان مشن کو بھی نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ جو آپ کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ اور پھر اس کا اثر بھی کسی خاص مرد یا خاندان تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ سے ایک قوم کی قوم پر زلزلہ کا احتمال تھا۔ لیکن نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ خدا کا یہ جری حلم و بردباری کی ایک مضبوط چٹان بن کر نہایت صبر و برداشت کے ساتھ اس ابتلاء میں سے گذر جاتا ہے۔ گو طبعاً کسی قدر پریشان رہتا ہے۔ مگر اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس کے جذبات محبت اس واقعہ کے دوران میں بھی مکدر نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ جب تک کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے۔ انسانی عصمت کا آئینہ ہر داغ سے مصفّا سمجھا جانا چاہیئے۔

آپ کے اخلاق کا بلند مقام

اللہ اللہ! آپ کے اخلاق کا مقام کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے۔ کہ آپ رنج و افسوس سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ مگر بجائے رنج اور غصہ کے اظہار کے ایسی نصیحت فرماتے ہیں جس سے آپ کی زوجہ کا دل جو اطمینان سے کوسوں دور اور صدمہ سے چور چور تھا۔ سکون اور طمانیت حاصل کر لیتا ہے۔ اور وہ اس یقین سے معمور ہو جاتی ہے۔ کہ جب مظلوم کی اعانت کے لئے خدا موجود ہے۔ تو مجھے کس کا ڈر ہے:

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آل محمّدٍ وبارک وسلّم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہے
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار

عرفانِ الٰہی اور محبت باللہ کا عالی مرتبہ

جس پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو قائم کرنا چاہتے ہیں

از حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان

مضمون کی اہمیت

یہ مضمون بہت طویل الذیل اور عریض التفصیل ہے۔ یہاں تک کہ سارا قرآن عظیم اسی کی تفسیر ہے۔ اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس پر سبع مثانی (سورۂ فاتحہ) سے روشنی ڈالی جائے

محبت کیوں کی جاتی ہے

اس میں شک نہیں۔ کہ کسی چیز سے محبت اس چیز کے حُسن اور احسان کی معرفت پر مبنی ہوتی ہے۔ پس جس چیز سے نہ تو دُنیا کو کوئی فائدہ پہونچتا ہو۔ جس کو احسان کہتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کی ذات میں کوئی خوبی ہو جس کو حُسن کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ کبھی محبت نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح جس چیز سے دُنیا کو فائدہ بھی پہونچتا ہو۔ اور اس کی ذات میں خوبیاں بھی ہوں۔ مگر ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی کسی کو علم نہیں۔ تو اس کے ساتھ بھی کوئی محبت نہیں کرسکتا۔

حقیقی عرفان

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ محبت ہی وہ چیز ہے۔ جو محبوب کی تحصیل اور قرب اور وصال کے لئے وہ سچی ارادت اور عمل اور سعی کی قوت پیدا کرسکتی ہے۔ جس سے ہر ایک قسم کی قربانی انسان کرسکے۔ ہر ایک مصیبت برداشت کرسکے۔ اور ہر ایک مشکل کا مقابلہ کرسکے۔ اور اس حُسن و احسان کی معرفت ہی کو عرفان کہتے ہیں۔

قرآن مجید اور دیگر مذاہب کی کتب میں فرق

دوسرے مذاہب نے بھی خداوند تعالےٰ کی بعض صفات کو بیان کیا ہے۔ لیکن پہلے تو وہ ان کے پورے بیان سے قاصر رہے۔ اور پھر انہوں نے کوئی ایسا طریق نہیں بتایا جسے اختیار کرنے سے ان کے متبع ان کی نسبت ایسا یقین اور اطمینان قلب حاصل کرسکیں۔ جو کسی چیز کے مشاہدہ سے اس چیز کی نسبت حاصل ہوا کرتا ہے۔ اور پھر نہ ہی اُن کے ثبوت کے لئے براہین پیش کئے ہیں۔ جن سے معمولی طور پر ہی اطمینان حاصل ہوسکے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کتاب لائے۔ اس میں ہر ایک بات کے لئے کثرت کے ساتھ ایسے براہین و شواہد پیش کئے گئے ہیں۔ کہ جن سے یقین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور پھر وہ طریق بتائے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے انسان ان کی نسبت وہ ثلج قلب حاصل کرسکتا ہے۔ جو بجز مشاہدہ کے کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

اور مجرد سمعی اور ذکری علم معرفت نہیں ہوتا۔ بلکہ حقیقتاً معرفت اور عرفان حاصل ہوتا ہے۔

خدا تعالےٰ کا اسم ذات

یہ عام دستور ہے۔ کہ جب کسی ناواقف کو کسی چیز کی معرفت کرائی جاتی ہے۔ تو سب سے پہلے اُس کو اُس کا اسم ذات سُنایا جاتا ہے۔ مگر یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ جس قدر لوگ دُنیا میں خدا کی معرفت سکھلانے والے گذرے ہیں۔ یا اُن کی کتابیں جو اس معرفت کی متکفل ہوئی ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی اس عام اصول اور دستور کے مطابق اس وراء الوراء اور سب نقائص سے پاک اور سب صفات کاملہ کی جامع ذات کا اسم ذات نہیں بتایا۔ بے شک ان کتابوں میں اور ان کے ماننے والوں میں کوئی خاص لفظ خداوند تعالےٰ کے لئے کثیر الاستعمال ضرور پایا جاتا ہے۔ جیسے ایشر۔ خدا۔ یا پروردگار۔ یہوٗ۔ اور گاڈ مگر جب ان الفاظ کو غور سے دیکھا جائے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اسم ذات نہیں۔ بلکہ ہر ایک صفت ہے۔ اور صرف ہمارے ہادی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کی لائی ہوئی کتاب نے ہی خداوند تعالےٰ کا اسم ذات پیش کیا ہے۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ ایسی وراء الوراء ذات جو کہ مشاہد نہیں۔ اس کے مجرد اسم ذات سے نہ تو ذہن میں کوئی متعین چیز مستحضر ہوتی ہے۔ اور نہ ہی دل میں اُس کی معرفت یا تحصیل یا قرب کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تا وقتیکہ اس کے ساتھ بعض ایسے صفات بھی نہ بتلائے جائیں۔ جن کو سنتے ہی انسان کو ان کا علم ہوسکے۔ اور وہ اس کے لئے جاذب بھی ہوسکتے ہوں۔ اس لئے اس تمن قرآن مجید میں عرفان الٰہی سکھلانے کے لئے سب سے پہلے خداوند کریم کا اسم ذات سُنایا۔ جو اللّٰہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی الرحمٰن الرحیم دو صفات بھی سُنا دیں۔ جو سب سے زیادہ بدیہی ثبوت اور بہت کچھ جاذب الطبع ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ رحمٰن کے معنے ہیں۔ کسی کی محنت اور مطالبہ کے بغیر ہی اس کی ضروریات دینے والا۔ اور رحیم کے معنے ہیں۔ محنت اور مانگنے پر بہت دینے والا۔

پس یہ سُنتے ہی سعید الطبع اور غور و فکر کرنے والا جب نظام عالم پر نظر ڈالتا ہے۔ تو ہر ایک ذرہ اس کے سامنے یہ شہادت دیتا ہے۔ کہ میں ایک ایسے خالق اور مالک کی مخلوق ہوں۔ جو اس سارے نظام کا موجد اور چلانے والا ہے۔ جس نے اربوں اجزاءِ عالم کو بغیر میرے کسی تقاضے یا عمل کے میرے لئے پیدا کرکے کام میں لگا رکھا ہے۔ اور پھر اس شہادت کے بعد ہر ایک ذرہ اس کو اُٹھا کر اس مقام پر جا کھڑا کرتا ہے۔ کہ جہاں سے وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ کہ یہ نظام کامل ہے اور اعلےٰ اقتدار تب ہی ہے۔ کہ وہ ہر ایک کی مالک اور خالق ذات ہے۔

رب العٰلمین کا مشاہدہ

جب اس کی نظر یہاں تک پہونچتی ہے۔ تو اس میں دُعاء کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ہر ایک سعی اور عمل کے نتائج پر نظر کرنے لگتا ہے۔ تو اس سے اُس کے پاس دُعاؤں کی قبولیت کے بہت سے نظائر جمع ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح صحیح طور پر کئے ہوئے چھوٹے چھوٹے اعمال کے بڑے بڑے نتائج کا بھی کافی مجموعہ اس کے زیر نظر ہوجاتا ہے۔ پس اس وقت اس کو خداوند تعالےٰ کے الرحمٰن الرحیم ہونے کا محض منطقیانہ یقین ہی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی طبیعت اس کامل یقین سے متکیّف ہوکر اس مقام پر جا کھڑی ہوتی ہے۔ کہ اب اس کو ہر ایک کا اور ہر ایک چیز کی ہر ایک خوبی کا منبع خالص وہی اللہ تعالےٰ نظر آنے لگتا ہے۔ جس کا نام عارف اعظم نے اس کو بتایا تھا۔ تب بے ساختہ اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ الحمد للّٰہ رب العٰلمین کہ سب ستائشیں اور سب تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ رب العٰلمین ہے۔

الرحمٰن الرحیم کا مشاہدہ

رب العٰلمین کے حقیقی مفہوم کے مطالعہ کا استغراق اس کے دماغی اور قلبی قویٰ پر پوری طرح مستولی ہوکر ایک محویت کا عالم طاری کر دیتا ہے۔ تو اس کے بعد جونہی صحو اور ہوشیاری عود کرتی ہے۔ تو اس کے سامنے ایک ایسی ہستی ہوتی ہے۔ جو خود تو ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے۔ پر اس کے سوا ہر ایک چیز اور ہر ایک ذرہ اپنی ہستی اور اپنا وجود اور اپنے وجود کی ہر ایک ضرورت اور مفاد حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ پھیلائے

ہوئے ہے۔ اور جس طرح اس نے بے شمار چیزیں اور ضروریات اور مفاد ان کے تقاضے اور سعی سے پہلے دیئے ہیں۔ اسی طرح وہ ان کے مانگنے اور سعی پر بھی بے شمار کچھ دے رہا ہے۔ تب جو کہ اس نے سُنا تھا۔ کہ اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ بمنزلہ دای العین ہو کر اس کے دل و دماغ کو اس قدر متاثر کرتا ہے کہ اب یہ خود پکار اُٹھتا ہے۔ کہ وہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

مالک یوم الدین کا مشاہدہ

اب اس کی نظر اس سے بھی کچھ آگے بڑھتی ہے۔ اور وہ اس سوچ میں پڑتا ہے۔ کہ کیا وہ انسان جس کے لئے ہی یہ سارا جہان بنایا گیا۔ اور سورج اور چاند جیسے نیرین جن کو مشرک کی نظر سب اجرام علویہ سے بڑھا ہوا پاکر اپنا معبود بنا کر اُن کے آگے سر نیاز خم کرتی ہے۔ کیا یہ انسان اسی لئے اس عالم وجود میں لایا گیا ہے۔ کہ چندروز یں کچھ کھا پی کر پھر ہمیشہ کے لئے عدم سرائے میں جا رہے۔ تو اس وقت اس کے قواءِ عقلیہ پکار اُٹھتے ہیں۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کی پیدائش ضرور کسی خاص مقصد کے لئے ہے۔ جس کے حصول کی قابلیت قریبہ اس جہاں میں حاصل کی جاتی ہے۔ پر اس اصل مقصد کا حصول اس کے بعد ہی ہے۔ پس اگر اس دور میں وہ قابلیت حاصل کر لی۔ تو اس کے بعد اس مقصد کو حاصل کر کے ابدی سُکھ میں ہو جائیگا۔ ورنہ ایسی تکالیف میں پڑ جائیگا جن کا ازالہ یہ نہیں کر سکے گا۔ پس یہاں پہونچ کر اس کی زبان پکار اٹھتی ہے۔ کہ جس طرح وہ ذات رب العٰلمین۔ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اسی طرح وہ مالک یوم الدین بھی ہے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین

یہاں پہونچکر اس کی طبیعت اس جستجو میں لگتی ہے۔ کہ وہ مقصد ہے کیا؟ اور وہ کس طریق سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور وہ مقصد کو معلوم کرنے کے لئے متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی چیز کو معلوم کرنے کے لئے طبعی طریق یہ ہے۔ کہ انسان پہلے اس چیز کے قوٰی اور صفات پر نظر ڈالتا ہے۔ پس جس مقصد کے مطابق اس کے قویٰ اور صفات کو پاتا ہے۔ تو سمجھ لیتا ہے۔ کہ یہ چیز اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ پس جب وہ انسان کے قوٰی اور صفات پر نظر ڈالتا ہے۔ تو اس کو خدائی صفات کا مظہر پاتا ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے۔ کہ ہر ایک اسی کے قرب کو چاہتا ہے۔ جو صفات میں اس کا ہم جنس یا قریب ہو۔ اور وہی قرب کے قابل ہوتا ہے۔ جو کہ صفات میں ہم جنس یا قریب ہو۔ یوں گھوڑا۔ گائے۔ بیل۔ اور زرخرید غلام سب مالک کے مملوک ہیں۔ مگر مالک کا قرب جو غلام کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ گھوڑے کو حاصل نہیں۔ کیونکہ غلام کو صفات میں مالک سے ہم جنسیت یا قرب حاصل ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود دونوں کے مملوک ہونے کے غلام ہی عبد کہلا سکتا ہے۔ اور گھوڑا عبد نہیں کہلا سکتا۔ پھر انسان کی مسلسل ترقی اور خداوند تعالےٰ کے کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کی شان پر نظر کرتے ہوئے وہ اس نتیجہ پر پہونچتا ہے۔ کہ گو اس وقت انسان خدا کو دیکھنے کے قابل نہیں۔ اور نہ اس عالم ابتلاء و امتحان میں وہ ظاہر ہو سکتا ہے۔ پر اگلے دور میں جبکہ خداوند تعالےٰ ایک شاہنشاہانہ شان میں ہو کر ظہور کرے گا۔ اور انسان بھی ترقی کر کے اس کے دیکھنے کے قابل ہو جائیگا۔ تو پھر اس وقت اس دربار میں یہی انسان عبودیت اور غلامی بجا لانے والا اور درباری ہوگا۔ بشرطیکہ اس نے اس دار ابتلاء میں عبودیت کی قابلیت حاصل کر لی ہو۔

جب وہ طالب عرفان یہاں تک پہونچتا ہے۔ تو اُس کی بصیرت کی آنکھوں پر خداوند تعالےٰ کی ان چار صفتوں کا ڈبل آئینہ والا دُوربین چشمہ لگ جاتا ہے جس سے اُسے ایک طرف اُس منبع الوجود والحیات ذات کا جلال چمکتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اور دوسری طرف سارے جہان اور ان کا ہر ایک ذرہ من کل الوجوہ اس کی طرف محتاج اور ہاتھ پھیلائے ہوئے نظر آنے لگتا ہے۔ اور تیسری طرف اس اشرف المخلوقات کی پیدائش کی علت غائی اور اس کا منتہاء معراج متعین اور ممتاز نظر آ رہا ہے۔ جو حقیقی شہنشاہ اعظم کی عبودیت اور اس کا قرب علےٰ قدر المراتب اس کا درباری بننا ہے۔ اور چوتھی طرف وہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ مقصد وہ ہے۔ جو کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کا مصداق اور اُس حقیقی آقا کی اعانت کا محتاج ہے۔ تب وہ بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین (اے آقاء نامدار۔ ہم حضور ہی کی غلامی بجا لاتے ہیں۔ اور حضور ہی سے اعانت چاہتے ہیں)

مقام توحید

پس جب انسان اس مقام پر پہونچتا ہے۔ تو خداوند تعالےٰ اپنے سب صفات کاملہ کے ساتھ اس پر ایسا جلوہ گر ہوتا ہے۔ کہ اس کے مقابل دُنیا اور مافیہا کی کل اشیاء ہیچ نظر آتی ہیں۔ اور وہ اپنے ان سب کمالات میں وحدہٗ لاشریک نظر آتا ہے۔ پس یہی مقام توحید ہوتا ہے۔ اور یہی لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا مقام ہوتا ہے۔ یہاں پر سب نظام مسلسل اور سب کارخانہ کی باگ ایک اور صرف ایک وحدہٗ لاشریک کے ہاتھ میں دکھائی دیتی ہے۔ اور ہر ایک خیر و شر اسی میں نظر آتی ہے۔ اور اس وقت امید و بیم صرف اسی ایک سے وابستہ ہو جاتی ہے۔

مگر اس کے ساتھ ہی جب سب کو اپنے ساتھ ایک ہی مالک کا مملوک اور اپنی طرح سب کو اُسی کا محتاج دیکھتا ہے۔ تو اس سے اس میں سب کے ساتھ ایک گہرے تعلق اور رشتہ کا احساس پیدا ہو کر اس کے دل میں ان سب کی طرف ایک رحم کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اب یہ بجائے ایاک اعبد و ایاک استعین کے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتا ہے۔

اس مقام پر پہونچکر ایک غلطی میں پڑنے کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ اور وہ غلطی یہ ہے۔ کہ جب وہ دیکھ رہا ہے۔ کہ حقیقتاً ایک ہی منبع الوجود والجود ہے۔ اور باقی سب اسی سے سب کچھ حاصل کر رہے ہیں۔ اور وہی ایک سب کو سب کچھ دے رہا ہے۔ اور ہر ایک چیز اور امر کے لئے جو علل اور اسباب ہیں۔ وہ محض ایک پردہ ہیں۔ تو ممکن ہے۔ وہ شخص ان سب کو لغو سمجھکر سعی اور عمل کو بالکل ترک کر دے۔ اور صرف اس منبع الوجود والجود سے مانگنا ہی کافی سمجھ کر بیٹھ جائے۔

سعی و عمل کی علت غائی

تو اس غلطی کے ازالہ کے لئے بتایا۔ کہ تم ایاک نعبد پر خداوند تعالےٰ کی اعانت چاہتے ہو۔ تو یاد رکھو۔ ہر مقصد کے حصول کے لئے کوئی طریق بلکہ بہت سے طریقے اس منبع الوجود والجود نے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ وہ منبع الجود اس عالم ابتلاء میں غائب رہ کر سب کچھ کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ غیبت تب ہی رہ سکتی ہے۔ کہ ظاہر میں سب مقاصد اپنے علل اور اسباب اور اپنے اپنے طریقوں کے ذریعہ سے حاصل ہوں۔ اس لئے اس نے اس عالم ابتلاء اور اس شاٴن غیبت کے وقت میں سب مقاصد کے حصول کو ان طریقوں سے وابستہ کر دیا ہے۔ تاکہ یہ غیبت قائم رہ کر یہ جہان عالم ابتلاء و امتحان رہ سکے۔ پس جو شخص ان طریقوں کو استعمال نہیں کرتا۔ اور براہ راست اس سے وہ مقصد مانگتا ہے۔ گویا وہ اس کے پردہ اور چادر کو ہاتھ ڈال کر اُس کو بے پردہ کر کے اس جہان کو عالم ابتلاء سے عالم شہود اور عالم ظہور بنانا چاہتا ہے۔ اور یہ بڑی بے ادبی ہے اور "بے ادب محروم ماند از فضل رب" کے مطابق وہ ناکام رہتا ہے، نیز بتایا۔ کہ بجائے اصل مقصد مانگنے کے اس کے طریق کی نسبت یہ دعا کرنی چاہئے۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم (اس مقصد اور مطلوب کا سیدھا اور آسان طریق مجھے بتا۔ پھر اس پر مجھے چلا) اور پھر مجھے مقصد سے بہرہ یاب کر دے۔

کوئی مقصد معین نہ کرنے کی وجہ

جس طرح اھدنا الصراط المستقیم نے ساتھ اس غلطی میں پڑنے سے بچا دیا۔ کہ جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ اسی طرح دُعا سکھلا کر مذکورہ بالا عرفان کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ بشاہدہ یقین کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر ہم کچھ فاصلہ سے زید کو آنکھ کے ساتھ دیکھ لیں۔ کہ وہ کھڑا ہے۔ مگر زمانہ دراز تک

اس کو بے حس و حرکت وہاں ہی کھڑا دیکھیں۔ تو ہمیں شبہ ہونے لگیگا۔ کہ کہیں ہماری آنکھ غلطی تو نہیں کرتی۔ تب ضرورت پیش آئے گی۔ کہ حس لمس یا کسی اور حس کے ساتھ اس مشاہدہ کی تائید کرائی جائے۔ ورنہ وہ مشاہدہ یقین دلانے سے قاصر ہو جائے گا۔ اسی طرح یہاں پر انسان نے اپنی بصیرت کی آنکھ سے یہ سب کچھ دیکھا۔ لیکن اگر اور آثار اس کی تائید نہ کریں۔ اور انسان سب کچھ انہیں اسباب و علل سے پیدا ہوتا دیکھتا رہے۔ تو پھر اُس کا یہ سارا عرفان ایک خیال کی حد تک رہ جائے گا۔ اور کچھ عجب نہیں۔ کہ کچھ مدت کے بعد بالکل ہی زائل ہو جائے۔ پس اس لئے خداوند تعالے نے یہاں پر ایک محیط کل دُعا سکھائی۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم اس میں کسی مقصد کو معین نہیں کیا۔ اور انسان کے واسطے ہر ایک وقت میں کوئی نہ کوئی مقصد اہم ضرور ہوتا ہے۔ اور پھر وہ مقاصد بدلتے رہتے ہیں۔ اگر ایک وقت زید کو بیوی کی ضرورت ہے۔ اور اس کا حاصل کرنا اس کے لئے مقصد اہم ہے۔ تو دوسرے وقت رزق کی ضرورت لاحق ہو کر اسی کو اُس کے لئے مقصد اہم بنا دیتی ہے۔ اور کبھی دشمن پر غلبہ حاصل کرنا ہی اس کے لئے اہم المقاصد ہو جاتا ہے۔

پس انسان اپنے ہر ایک مقصد کو اپنے ذہن میں رکھکر اس کی نسبت اھدنا الصراط المستقیم کی دُعا کر سکتا ہے صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب میرا بندہ الحمد للّٰہ کہتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں۔ حمدنی عبدی اور پھر اسی طرح ہر ایک حصہ کی نسبت فرماتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ جب میرا بندہ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ کہتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں ھٰذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سئل یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے۔ کیونکہ ایاک نعبد تو خدا تعالےٰ کے لئے ہے۔ اور ایاک نستعین بندہ کے لئے ہے۔ اور میرے بندہ کے لئے ہے۔ جو اس نے مانگا۔ تو اس حدیث قدسی سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک مقصد ان ہی الفاظ کے ساتھ انسان مانگ سکتا ہے۔

قبولیت دعا کا مقام

یہی مقام قبولیت دُعا کا ہے۔ نماز مومن کا معراج ہے اور معراج یہی ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ اپنے بندہ کو اپنے دربار میں بلا کر اس کو موقع دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے معروضات اپنے خدا کے آگے پیش کرے۔ تاکہ وہ ان کو منظور فرمائے۔ پس اذان کے ذریعہ سے خداوند تعالےٰ بندے کو بلاتا ہے۔ حی علے الصلوٰۃ۔ حی علے الفلاح (نماز کو آؤ۔ اپنے مقاصد و معروضات میں کامیاب ہونے کے لئے آؤ) اس خدائی منادی پر جب بندہ اللّٰہ اکبر کہکر شہنشاہوں کے شہنشاہ کے دربار میں علےٰ قدر المراتب داخل ہو کر اس کے بتائے ہوئے آداب

اور حمد و ثنا کر کے اپنی بلکہ اپنے سارے کنبہ اور آباؤ اجداد بلکہ سارے بنی نوع کی عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے اسی سے استعانت چاہتا ہے۔ تو اس وقت وہ اپنے بندہ سے خوش ہو کر شاہانہ شان میں فرماتا ہے۔ کہ اب میرے بندہ کے لئے ہے (یعنی اس کو ملے گا) جو وہ مانگے۔ جیسا مذکورہ بالا حدیث قدسی میں بیان ہوا ہے۔ پس بندہ جب پورے یقین اور ایمان کے ساتھ اور پھر اس جذبہ کے ساتھ وہ مطلوب خدا کے اس بتائے ہوئے طریق کے مطابق مانگتا ہے۔ تو خداوند تعالےٰ اس کی اس دُعا کو رد نہیں کرتا۔ تاوقتیکہ بندہ خود جلد بازی کر کے اس دُعا کو چھوڑ نہ دے۔ یا قبولیت دُعا کے علم شرائط کی خلاف ورزی پر مصر نہ ہو۔ اور اس بار بار کی دُعا اور اس کی قبولیت سے ایک طرف تو انسان کو اپنی نمازوں میں وہ لذت ملیگی۔ کہ جو دُنیا کی کسی چیز میں نہیں۔ اور دُنیا کی کوئی چیز اُس کو نماز سے غافل نہیں کر سکے گی۔ تب اس کی نماز وہ نماز ہو گی جس کا ذکر خداوند تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے۔ کہ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشآء والمنکر ولذکر اللّٰہ اکبر۔

عرفان میں استحکام

دوسری طرف بار بار کی قبولیت سے اس کا وہ عرفان جو اس کو پہلے حاصل ہوا تھا۔ مگر اس میں تذبذب آنے اور خیال کے دخل کا خطرہ تھا۔ اب نہایت مستحکم تیقن ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ہر ایک قبولیت دُعا میں خداوند تعالےٰ کی صفات کثیرہ کے اثرات کو ظاہری حواس کے ساتھ مشاہدہ کرے گا۔ اور اب وہ باطنی مشاہدہ ان دوسرے حواس سے مؤید ہو کر غیر متبدل یقین کا موجب ہو جائیگا۔ بلکہ وہ یقین عین الیقین اور حق الیقین ہو جائیگا۔ یہی وہ مقام ہے۔ جس کی طرف حضرت علی علیہ السّلام نے کسی کے جواب میں فرمایا تھا۔ کہ خدا پر سے اگر سب پردے اُٹھ جائیں۔ یہاں تک کہ میں اُس کو ان آنکھوں سے دیکھ لوں تو ما ازددت یقیناً (تو اس رؤیت سے میرے یقین میں جو مجھے اس وقت حاصل ہے کچھ زیادت نہیں ہوگی) پس جب عارف اس مقام پر پہونچتا ہے۔ تو اس پر محض فضل سے عرفان کے اور اور دروازے کھولے جاتے ہیں۔ جن کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ آئندہ زندگی میں یہ سلسلہ ترقی برابر جاری رہے گا۔ مگر آگے کسب کو دخل نہیں۔ وہ محض فضل سے ہے۔ اور اس فضل کی جاذب وہ استعداد ہے۔ جو پہلے حاصل ہوئی ہو۔

غرضیکہ عرفان الٰہی اور محبت باللّٰہ کا یہ وُہ عالی مقام ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا کو قائم کرنا چاہتے ہیں اللّٰہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم اُسے حاصل کر سکیں۔ اور دنیا کو بھی اس طرف لا سکیں۔

ثنائے سرورِ عالی تبار

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام

اندراں وقتیکہ دُنیا پُر ز شرک و کفر بود
ہیچکس را خوں نہ شد دل جز دلِ آں شہریار
ہیچکس از خبثِ شرک و دینِ حق آگہ نہ شد
این خبر شد جانِ احمدؐ را کہ بود از عشق زار
کس چہ میداند کزاں نالہ ہا باشد خبر
کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کنجِ غار
من نمیدانم چہ ذوقے بُود و اندوہ و غمے
کاندراں غارے در آورد ش حزین و دلفگار
نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس
نے ز مردن غم۔ نہ خوف کژدم و نے بیم مار
کشتۂ قوم و فدائے خلق و قربانِ جہاں
نے بجسمِ خویش میلش نے بنفسِ خویش کار
نعرہ ہا پُر درد مے زد از پئے خلقِ خدا
شد تضرع کارِ او پیشِ خدا لیل و نہار
سخت شورے بر فلک افتاد زاں عجز و دُعا
قدسیاں را نیز شد چشم از غمِ آں اشکبار
آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش
شد نگاہِ لُطفِ حق بر عالمِ تاریک و تار
در جہاں از معصیت ہا بود طوفانِ عظیم
بود خلق از شرک و عصیاں کور و کر در ہر دیار
ہمچو وقتِ نوح دُنیا بود پُر از ہر فساد
ہیچ دل خالی نہ بود از ظلمت و گرد و غبار
مر شیاطیں را تصرف بود بر ہر روح و نفس
پس تجلی کرد بر روحِ محمدؐ کردگار
منتِ او بر ہمہ سُرخ و سیاہے ثابت است
آنکہ بہرِ نوعِ انساں کرد جانِ خود نثار
یا نبی اللّٰہ توئی خورشیدِ رہہائے ہُدےٰ
بے تو نارد رو براہے۔ عارفِ پرہیزگار
یا نبی اللّٰہ لبِ تو چشمۂ جاں پرور است
یا نبی اللّٰہ توئی در راہِ حق آموزگار
آں یکے جوید حدیثِ پاکِ تو از زید و عمرو
واں دگر از خود دہانت بشنود بے انتظار
زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعۂ از چشمہ ات
زیرک آں مردیکہ کرد است اتباعت اختیار

مسلمان کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں

(نوشتہ جناب حکیم خواجہ شمس الدین صاحب فاضل لکھنوی میونسپل کمشنر لکھنؤ)

اگر دنیا انصاف پسند ہوتی - اور مذہب اسلام کی حقیقت اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور حالاتِ زندگی کو تعصب ہٹ دھرمی اور عناد کی بجائے سنجیدگی اور حق جوئی کی نظر سے دیکھتی - تو آج ساری دنیا اسلام کی حلقہ بگوش ہوتی - موجودہ زمانہ آزادیٔ عقل وسائے اور حریتِ فکر کا زمانہ کہا جاتا ہے لیکن صدہا برس کے تعصبات اور اوہام وخیالات کچھ ایسے دماغوں میں جاگزیں ہو چکے ہیں - کہ بڑے سے بڑے مدعیانِ آزاد خیالی وحق جوئی بھی ان سے خالی نہیں ملتے - کاش دنیا جانتی - کہ اسلام خدا کی آخری اور سب سے بڑی نعمت ہے - جو تیرہ سو برس گذرے - کہ انسان کیلئے مذہب کی صورت میں آسمان سے بھیجی گئی ہے

کاش دنیا اس مقدس ترین انسان اس رحمۃ للعالمین اس ذات گرامی صفات کی قدر پہچانتی - اس کی پاکیزہ زندگی سے واقف ہوتی اور اسکی پیروی اور اتباع کرتی - تو نفوسِ انسانی اس تکلیف اور بے چینی کے بدلے جس میں وہ مبتلا ہیں - کس درجہ شادمانی اور راحت حاصل کرتے اور یہ روئے زمین جو رہنے والوں کے لئے دوزخ بنی ہوئی ہے - کیسی جنت بن جاتی ؏

دیکھو - صحابہ کا زمانہ کیسا زمانہ تھا - ان کی زندگی کس طرح گذرتی تھی - کیا وہ دنیا کے واسطے قابلِ رشک وتقلید نہیں کیا اس دنیا کے رہنے والوں کو اس سے بہتر زندگی میسر آ سکتی ہے - یہ وہ زندگی تھی - جس پر قیصر روم - بادشاہ مصر اور تاجدار غسان کو رشک ہوتا تھا - وہ بھی ہماری طرح انسان تھے - مگر اسلام کی سچی اتباع اور کامل پیروی نے ان کو اس مرتبہ عظمیٰ پر پہنچا دیا تھا - جس پر انسانوں کی کوئی جماعت کبھی نہ پہنچ سکی -

مگر آہ! شکایت غیروں کی نہیں ہے - کہ وہ تعصب اور لاعلمی کا شکار ہیں - شکایت خود اپنی ہی ہے - کہ ہم آپ صرف نام کے مسلمان ہیں - اور اسلام کی حقیقت اور بانیٔ اسلام کی تعلیم سے سراسر بے خبر ہیں - ہم اسلام کے نام لیوا ہیں - اور دنیا اسلام کو ہم سے جانتی ہے ہم کو دعویٰ ہے - کہ ہم نبی کریم صلعم کی امت اور ان کے پیرو ہیں دنیا ہم کو دیکھ کر ان کی تعلیم اور ان کی مقدس زندگی کی حالت کا اندازہ لگاتی ہے - ظاہر ہے - کہ ہمارا ظاہر و باطن خراب ہے - ہم پراگندہ حال اور تباہ روزگار ہیں - ہماری سیرتیں اور عادتیں بگڑ گئی ہیں - افعال قبیحہ کے ارتکاب میں رسوائے خلائق ہو رہے ہیں - پس دوستو بتاؤ - کہ ہمکو اور ہمارے کرتوتوں کو دیکھ کر دنیا اسلام اور بانیٔ اسلام (روحی فداہ) کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتی ہے - کیا ہم کوئی گرویدگی اسلام کی جانب پیدا کرا سکتے ہیں کیا غیروں کو ہماری حالت دیکھکر کوئی رغبت اس کی جانب ہو سکتی ہے؟

ہمارے اسلاف نے اسلام کی عزت وشان کو دو بالا کیا - ہم اس کو ہر جگہ رسوا کر رہے ہیں - وہ اپنی صورتوں اور سیرتوں سے جلوہ محمدی دنیا کو دکھلاتے تھے - ہم اپنی شکلوں اور عادتوں سے نبی کریم کے نام بلند کو پست کرا رہے ہیں - خدا نے ہم کو حضور سرور کائنات کی بدولت عز وافتخار بخشا تھا - کہ ہم کو اپنا خلیفہ اور نائب قرار دیا تھا - اور ہم کو اسلام کی سچائی اور حقانیت کیلئے آیت وشہادت مقرر کیا تھا - مگر ہم نے اس کی کوئی قدر نہ کی -

ہمارے اسلاف نے اس فرض کو پورا کیا - اور ہم اپنے کردار وگفتار - شکل وشمائل - عادات واطوار سے اللہ کے دین کی سچائی اور حقانیت کے لئے حجت اور شہادت بنے رہے - اور دنیا ہم کو دیکھ کر اسلام قبول کرتی - اور اس کی صداقت کا اعتراف کرتی رہی - لیکن ایسے لوگ اب ہم میں باقی نہیں رہے - نتیجہ یہ ہے - کہ ہم خود ذلیل ہو رہے ہیں - اور ہماری بدولت عزت کی بجائے اسلام کی ذلت ہو رہی ہے - اور مخالفین کو ہمارے مذہب پر طرح طرح کے اتہامات لگانے کا موقع مل رہا ہے - کیسے غضب کی بات ہے - کہ حق کو باطل - روشنی کو ظلمت اور دن کو رات قرار دیا جاتا ہے -

اب بھی اگر کوئی تدبیر ہے - تو یہ ہے - کہ ہم مسلمان سچے مسلمان بنیں تعلیم اسلام سے آگاہی پیدا کریں - نبی کریم اور آپ کے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی سیرتوں اور مبارک ومقدس زندگیوں کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کر کے انکی کامل اتباع اور پیروی اختیار کریں - اور اپنی صورت اور سیرت کے محاسن سے دنیا کو اسلام کی جانب رغبت دلائیں - اور جیسا کہ امام مالک رحؒ نے کہا ہے - اسی میں ہماری ہر طرح کی فلاح وبہبودی ہے وہ فرماتے ہیں - لا یصلح اٰخر ھٰذہ الامۃ الا بما اصلح بہ الاولون جن باتوں سے اس امت کے اگلوں کی درستی ہوئی - انہی سے پچھلوں کی بھی درستی ہوگی ؏

صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم

(رشحاتِ فکر حضرت نشتر جالندھری مدیر رسالہ ادیب پشاور و مدیر معاون روزنامہ انقلاب لاہور)

اے آنکہ ذاتِ تو سببِ خلقِ کائنات
یک پرتوِ تو چہرہ برافروزِ شش جہات

قرآن پاک معجزۂ بے مثالِ تو
اے اُمیئے کہ از تو فصیحانِ دہر مات

شہنائے لا الٰہ دمیدی چو در حجاز
یکسر بباد رفت صنم زارِ کائنات

از خاکِ کفر دانۂ اسلام سر کشید
لبریز شد ز نعرۂ توحید سومنات

گفتارِ تُست چشمۂ تہذیبِ خلق را
کردارِ تُست خضرِ رہِ منزلِ حیات

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"
اے لطفِ عامِ تو بہ جہاں مژدۂ نجات

ہر دو زدند حرف بہ حُسنِ ازل - ولے
موسیٰؑ ز ہوش رفت بہ یک جلوۂ صفات

تو عینِ ذات مے نگری در تبسمی"

دُنیا کا محسن نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم سابق مبلغ ویسٹ افریقہ)

میں نے تبلیغ اسلام کے آٹھ سال ایک ایسے ملک میں گذارے ہیں جہاں مجھے اپنے تجربہ کی بناء پر یہ قطعی طور پر مان لینا پڑا یعنی ایمانی رنگ سے نکل کر عملی رنگ میں مَیں نے محسوس کیا۔ کہ اگر دنیا کی نجات کسی رسول کی اتباع سے ہو سکتی ہے۔ تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر گری ہوئی قومیں اُٹھ سکتی ہیں۔ تو آپ کی پیروی سے۔ اگر مبتلایانِ مصائب کو سُکھ اور چین نصیب ہو سکتا ہے۔ تو حضور کے احکام کی پیروی سے۔ اور اگر ظالم اپنے ظلم سے باز رہ سکتے ہیں۔ تو آنحضرت صلعم کے اُسوہ پر چل کر۔

آج دنیا میں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے۔ کہ ایک قوم دوسری قوم پر محض اس وجہ سے اپنی برتری اور بڑائی جتا رہی ہے۔ کہ وہ ایک خاص ملک میں پیدا ہوئی۔ اور اس کا رنگ سفید ہے۔ جبکہ دوسری کا کالا یا گندم گون ہے۔ اس تعصب نسلی وقومی و لونی نے جو طوفان دنیا میں مچا رکھا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ ان ممالک میں جانے سے ہو سکتا ہے۔ جہاں کے لوگ اس وبا سے نالاں ہیں۔ افریقہ اور امریکہ کے کالے لوگوں سے جا کر پوچھئے۔ وہ آپ کو بتائیں گے کہ ان غریبوں کی کیا حالت ہے۔ مال و دولت اور رُتبے اس بلیک سے انہیں نجات نہیں دلا سکتے۔ پچھلے دنوں ہی ایک صاحب جو ایک بڑے اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔ اور اُن کی بیوی سفید عورت ہے۔ گو وہ خود کالے امریکن ہیں۔ بہت بڑے مالدار ہیں۔ لندن میں سیر و سیاحت کے لئے آئے۔ تو ہوٹلوں کے مالکوں اور منیجروں نے ان کو اپنے ہاں رہائش کی اجازت نہ دی۔ حالانکہ وہ شخص بڑا مالدار تھا۔ بڑے سے بڑے ہوٹل میں رہ کر اُن کے لئے کافی آمدنی کا ذریعہ بن سکتا تھا۔ مگر صرف اس لئے کہ وہ بیچارا کالا تھا نہ اس کی دولت کی پرواہ کی گئی نہ اس کے مال کی طرف کسی نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ اور اس پر اخبارات میں بڑا شور پڑا تھا۔

مجھے ایک دفعہ جہاز پر ایک ویسٹ انڈیز کے باشندہ کے ساتھ سفر کرنے کا موقع ملا۔ یہ صاحب نائیجیریا میں ریلوے کے محکمہ میں اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر ہیں۔ میں نے ان کو کئی روز تک نہاتے نہ دیکھا۔ اور اُن کا نام غسل کی فہرست میں شامل نہ تھا۔ وہ سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ تم نہاتے کیوں نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہاتا تو ہوں۔ مگر اس وقت جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ یعنی رات کو۔ میں نے کہا۔ کہ اس کی کیا وجہ۔ کہنے لگے۔ کہ ایک دفعہ ایک باشندہ ہمارے ملک کا جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ جب وہ غسل خانہ میں گیا۔ تو یورپین لوگوں نے گھیر لیا۔ اور نہاتے ہوئے کو کھینچ کر باہر پھینک دیا۔ صرف اس لئے کہ وہ بیچارا کالا تھا۔ اور اُسے اِن ٹبّوں میں نہانا نہ چاہیئے تھا۔ جن میں کہ سفید فام لوگ نہاتے تھے۔

اب اس کے مقابل میں اسلام اور نبیٔ اسلام کی پاک تعلیم کو دیکھئے۔ کس طرح گورے اور کالے کے امتیاز کو اُٹھا کر سب کو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ کالوں کو جو یہ دھڑکا لگا ہے۔ کہ ہم گوروں میں نہ جا کر بیٹھیں۔ تاکہ ہم پر استہزاء نہ اڑایا جاوے۔ اور ہماری تذلیل نہ کی جاوے۔ اس سے ان کو محفوظ کر دیا۔ اُن کے دلوں میں حوصلے پیدا کر دیئے اور ان کی ہمتوں کو بلند کر دیا۔ اور انہیں یہ سبق سکھا دیا۔ کہ وہ بھی اسی خدا کی مخلوق ہیں جس کی گورے لوگ۔ لہذا انہیں کسی سے بے جا طور پر دبنا نہیں چاہیئے۔ اور اس طرح کم حوصلگی بے ہمتی اور جُبن سے انہیں بچا لیا۔

دوسری طرف گورے لوگوں کے اندر ہمدردیٔ خلائق اور شفقت کا مادہ پیدا کیا۔ کہ وہ اپنے جیسی مخلوقِ خدا کو یونہی نہ ٹھکرا دیں۔ اور انہیں بھی اپنے جیسی مخلوقِ خدا تصور کرتے ہوئے ہر طرح سے اُن کے ساتھ میل جول۔ محبت و رافت کا سلوک کریں۔ غور کریں۔ کس قدر احسانِ عظیم ہے۔ اس رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کی مخلوق پر۔ کیا کسی اور نبی کی تعلیم میں بھی اس قسم کی کوئی حُسنِ سلوک کی مثال پائی جاتی ہے؟

دُوسرا احسان نبیٔ اعظم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا جس کا ذکر میں اس جگہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ انسدادِ غلامی ہے انسان کا انسان کو گائے بیل کی طرح اپنے آگے لگا لینا ایک ایسی لعنت ہے۔ اور ایسی سخت زنجیر ہے۔ کہ خدا دشمن کو بھی اس سے بچائے۔ صرف اس لئے کہ ایک کے پاس پیسے زیادہ

فدینہ روضۃ للنازلین بہا

(لاخی المکرم مصباح الدّین العابودي فلسطین)

ینبوعن الوصف من قد جئتُ اوصفہ — ولیعجز الفکر عن ذیالک والقلم
فحسبہ انہ خیر البریۃ لہ — تلدہ انثی وفی اخلاقہ علم
فی مکۃٍ طلعت انوار بعثتہ — فصحت الارض فانقادت لہ الامم
رغم الاولیٰ نھضوا ابّان دعوتہ — لنبلہ بالاذی فاغل عزمھم
وحارب الشرك فی صعبٍ غطارفۃ — لاشیٔ فی الحصر لکن جل باسھم
سُمّی الامینَ برغم من حد انتہ — وصادقاً قبل ان ینزلُ بہ الحُکمُ
ھو الذی مرسل للناس کافتھم — بخلقہ انبیاء اللّٰہ قد ختموا
فدینہ روضۃ للنازلین بہا — مالا رأتہ عیون اوحواہ فمٌ
ھذا اجزاء الاولیٰ سنّوا بسنّتہ — اما الاولی جحدوا فالنار حسبھم

ہیں - اور دوسرے کے پاس کم - یا اس لئے کہ ایک کسی اعلیٰ رتبہ پر ہے - اور دوسرا نہیں - یا اس لئے کہ ایک کی بات مانی جاتی ہے اور دوسرے کی نہیں - کسی کو پکڑ کر اپنا غلام بنا لینا اور اس سے بیل گھوڑے کی طرح کام لینا - اس کے ساتھ ایسا بے دردی اور ظلم کا سلوک کرنا کہ گویا اس کے اندر روح ہی نہیں ایک ایسی زیادتی ہے - جس کے تصوّر سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں - خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں اس نبیؐ پاک پر صلی اللہ علیہ وسلم، جس نے ایک وادیٔ غیر ذی زرع سے ظہور فرمایا - اور اپنی روحانی قوت سے اس ظلم عظیم کی بیخ کنی کر دی - اور اسے جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیا - کیا کوئی ہے جو کسی دوسرے نبی کی تعلیم میں بھی اس قسم کا حکم دکھا سکے - اور جس نے نوع انسان پر اس رنگ میں احسان کیا ہو ؟

تیسرا احسان جس کا ذکر میں اس جگہ کرنا چاہتا ہوں - اور جو سردارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے - وہ صنفِ نازک پر احسان ہے - دُنیا کی تاریخ پر نظر ڈالو - حالاتِ ماضی کو غور کی نگاہ سے دیکھو - عورت کی حالت کو ملاحظہ کرو - اس بچاری کی حالت پر آپ کو رحم آئے گا - اس کی حالت کو معلوم کر کے آپ تھرّا اُٹھیں گے - اور شفقت کی وجہ سے آپ کی آنکھیں تر ہو جائیں گی - عورت کی کیا حیثیت تھی - اُس کی کیا پوزیشن تھی - وہ ایک مشین سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی - کہ خاوند کے گھر میں جھاڑو دے - اور اس کے لئے کھانا پکائے - اس کی نفسانی خواہشوں کو پورا کرے - و بس - مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر دنیا کی کایا پلٹ دی - وہ ہستی جو حیوانوں سے بدتر سمجھی جاتی تھی - اس کو گھر کی ملکہ کا خطاب ملا - اور وہ ہستی جس کی وقعت اس سے زیادہ نہ تھی - کہ وہ مرد کی جائز و ناجائز خواہشات کو پورا کرے - اس کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا گیا - کہ اسے لاٹھی سے صرف ہانکنا ہی نہیں بلکہ اس کی رائے کا بھی احترام کرنا ہے - ہاں وہ ہستی جس کے ساتھ ذلیل کیڑوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا - یعنی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا - اس کے متعلق یہ حکم ہوا - کہ جنّت اس کے پاؤں کے نیچے ہے - اللہ اللہ کتنا عظیم احسان ہے - کتنی بڑی مروّت ہے - کتنا بڑا رحم ہے جو اس پاک رسولؐ نے کیا - کیا کسی اور مذہب نے ایسی تعلیم عورت کے متعلق دی ہے ؟ ہرگز نہیں - صلی اللہ علیہ وسلم -

چوتھا احسان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے - اور جس کا ذکر میں اس جگہ کرنا چاہتا ہوں - وہ آپ کا حکم شراب کے متعلق ہے - میں نے افریقہ میں رہ کر دیکھا ہے - کہ جسقدر نقصان اور تباہی شراب پینے سے انسان پر آتی ہے - وہ نہایت ہی عبرت انگیز ہے - میں نے ایسے ایسے لوگ دیکھے ہیں - جو بڑے بڑے مالدار تھے - مگر جب انہیں شراب پینے کی عادت پڑ گئی - تو وہ ایسے تباہ ہوئے - کہ کھانے پینے اور معمولی پہننے کی چیزوں کے لئے بھی دوسرے کے محتاج ہونے لگے - اور ہوتے بھی کیوں نہ ؎

چھٹتی نہیں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی

گولڈ کوسٹ کا علاقہ ایک چھوٹا سا علاقہ ہے - گو کو وہاں نہایت کثرت سے ہوتا ہے جتنا کو کو ساری دنیا میں پیدا ہوتا ہے اُسکا نصف صرف گولڈ کوسٹ میں پیدا ہوتا ہے جسے یورپین قومیں چاکولیٹ وغیرہ بنانے کیلئے لے جاتی ہیں - اور اس فصل کے ذریعہ سے گولڈ کوسٹ میں یورپ کی دولت کا ایک بہت بڑا حصہ آیا ہے جس سے اس ملک کو بڑا دولتمند ہو جانا چاہیئے تھا - اور افلاس اور غربت وہاں سے اُٹھ جانے چاہئیں تھے - مگر آج وہاں جا کر دیکھو تو باشندوں کی کیا حالت ہے - ہُشیار یورپ اپنی دولت کو واپس لے گیا - اور وہاں کے لوگ بھوک سے مرتے - بدن سے ننگے اور غربت و افلاس کے ہاتھوں نالاں رہ گئے اسکی کیا وجہ ہے ؟ شراب خانہ خراب میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں - کہ ایک دن میں جن کی ایک بوتل (یہ نہایت تیز قسم کی شراب ہوتی ہے) اور برانڈی کی ایک بوتل اور بیر (Beer) کی ۱۲-۱۲ - بوتلیں اکیلے پی جاتے ہیں - اس میں کوئی مبالغہ نہیں - وہاں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں - تو ایک طرف تو شراب سے نقصانِ مایہ دوسری طرف اخلاق کی خرابی اور کئی قسم کی بیماریوں کا لاحق ہونا - پس آنحضرت صلعم نے یہ فرما کر کہ شراب پینا ایک لعنتی اور شیطانی کام ہے دنیا پر ایسا احسان عظیم کیا ہے کہ جسکی مثال نہیں مل سکتی - لوگوں کے اموال کو تباہ ہونے سے بچایا - اخلاق کی خرابی سے محفوظ کیا - اور بیماریوں کے حملوں سے نجات دی - دکثرت سے شراب پینے والے لوگ مجنون بھی ہو جاتے ہیں - پس اگر دنیا اسلام کی اس پاک تعلیم پر عمل کرے - تو اس کو کئی قسم کی مصیبتوں سے نجات ہو جائے -

پانچواں احسان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر کیا ہے - اور جو بہت بڑا احسان ہے - اور وہ بھی ایسا احسان ہے - کہ دیگر انبیاءؑ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ یہ ہے - کہ آپ نے فرمایا کہ جہالت سے بچو - اور علم حاصل کرو - اور ہمیشہ اس میں اضافہ کرنیکی کوشش اور رَبِّ زِدْنِی عِلْماً کی دعا کرتے رہو - علم کے بغیر انسان خدا کو نہیں پہچان سکتا و نعم ما قیل ؎ بے علم نتواں خدا را شناخت -

علم کے بغیر انسان اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں کر سکتا - پس اس قسم کا حکم دے کر دراصل آپ نے عرفان الٰہی کی طرف انسان کو توجہ دلائی ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآء - علم خواہ دینی ہو خواہ دنیاوی اپنا نفع دیجاتا ہے - اور اپنے حصول کی کوشش کرنے والے کی سعی کو سعیٔ مشکور بنا دیتا ہے -

آج یورپ کی قوموں کی ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے - کہ اُنکا ایک فی دہی ناخواندہ وَاَن پڑھ نہیں - انگلینڈ میں جاؤ - آپ دیکھینگے - کہ وہ لوگ علم پر ایسے گرتے ہیں - جیسے شہد کی مکھی پھولوں پر - اور اسکا فائدہ بھی انہوں نے اٹھا لیا ہے - ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے - کتنے بڑے حصۂ دنیا پر حکومت کر رہا ہے - کہ سُورج اُس سلطنت پر کبھی غروب نہیں ہوتا - اسکے مقابلہ میں ان قوموں کو دیکھو - جن کے اندر تعلیم کا رواج نہیں - کیسی پستی کیسی جہالت اور کیسی تاریکی کی حالت میں ہیں - اور کیسی ذلت و رسوائی کے گڑھے میں پڑی ہیں - اور سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ خود مسلمان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں -

خلقِ رسول اور اِیفائے عہد

(رشحاتِ فکر جناب حکیم سید علی صاحب آشفتہ مدیر مبصر لکھنؤ)

یہود میں تھا بڑا اک رئیس ساہوکار
رسول پاک پہ آتے تھے اسکے کچھ دینار

یہ عہد وہ تھا کہ جب سلطنت بھی شاہی تھی
جہاں پناہ تھے اور ہاتھ میں خدائی تھی

عدن بھی آپکے زیر نگیں تھا شام بھی تھا
تمام ملک عرب زیر انتظام بھی تھا

مدینہ جس کو حکومت کی پائگاہ کہوں
گدا کو جس کے زمانے کا بادشاہ کہوں

اونڈل چکا تھا وہاں سیم و زر زمانے کا
بلند عرش سے پایا تھا آستانے کا

جہاں غلاموں کی صورت میں شاہ تھے موجود
ملائکہ کے جہاں اختیار تھے محدود

بہادروں کے جہاں قلب تھرتھراتے تھے
قدم قدم پہ لرزتے تھے خوف کھاتے تھے

یہ حکم خاص تھا نافذ یہ اطلاع تھی عام
کہ آئے شوق سے بے روک ہو جسے جو کام

ہمارا لطف و کرم عام ہے زمانے سے
نہ ہو کسی کو ہمیں کام ہے زمانے سے

فقیر اس میں ہو یا شاہ و شہریار کوئی
کسی کو آنے سے روکے نہ زینہار کوئی

یہ قرض خواہ مذاق ادب سے بیگانہ
گیا حضور میں یوں ایک روز رندانہ

نہ تھا سلام نہ مجرانہ آستاں بوسی
کسی عمل میں بھی رنگ وفا کی شان نہ تھی

زباں پہ تھا تو یہی تھا کہ میرا قرضا دو
کسی طرح ہو محمد ابھی ادا کر دو

یہاں یہ رنگ کہ تھا تین روز سے فاقہ
لبوں تک اوڑ کے نہ پہنچا تھا کھیل کا دانا

حرم سرا میں بھی ایسی ہی خاص صورت تھی
عبادتوں کے علاوہ کرم تھا برکت تھی

رسول شرم کا پتلا رسول غیرت دار
جہاں کا قبلۂ حاجات اور خود نادار

جواب دے نہیں سکتا ہے سر جھکائے ہے
خدا کے دھیان میں ہے اور لو لگائے ہے

بڑھی جو حد سے تقاضے کی گرم اندازی
زبان نے کی حرکت اور لبوں نے دم سازی

کہا ابھی تو مرے پاس کچھ نہیں موجود
یہ بات جھوٹ نہیں ہے گواہ ہے معبود

کہا نہ جاؤں گا میں اور نہ جانے ہی دونگا
رسول قرض نہ جب تک وصول کر لونگا

کہا حضور نے ہوں میں خوشی خوشی تیار
مجھے نہیں کوئی تعمیلِ حکم سے انکار

نظر سے جانچ کے انداز جاں نثاروں کے
سمجھ کے رمز و کنایات اون اشاروں کے

کہا رسولؐ نے اصحاب سے یہ نام بنام
معاملہ ہے مری ذات کا تمہیں کیا کام

یہ جو کہیگا کروں گا خوشی خوشی تعمیل
کہ اس طرح بھی ہے اِیفائے عہد کی تکمیل

غرض وہ دن بھی کٹا اور رات بھی گذری
اب انتہا بھی ہوئی حد سے بات بھی گذری

اسے جو وہم تھا وہ بھی یقین تک پہنچا
ہٹا جو کفر تو آخر مبین تک پہنچا

دیئے ثبوتِ نبوت نبی کی شانوں نے
پتے بتا دیئے توریت کے بیانوں نے

جھکا کے پاؤں پہ سر عرض کی کہ شاہ انام
ترے نثار ملے مجھ کو نعمتِ اسلام

میں جانچتا تھا مجھے امتحان لینا تھا
ہر ایک ادا پہ کلیجہ نکال دینا تھا

نشان جمع ہیں سب رُشد کے ہدایت کے
ثبوت دیدیئے اخلاق نے رسالت کے

خدا کی راہ میں سب مال و زر تصدق ہے
جہاں پہ نقش قدم ہو یہ سر تصدق ہے

مآل کار وہ آشفتہ شاد کام ہوا
نبی کے خُلق کا بندہ بنا غلام ہوا

آنحضرت صلعم کا عدل اپنی بیویوں کے درمیان

(از بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؐ صاحب ایم اے قادیان)

اسلام اور تعدد ازدواج

اسلام نے اگر ایک طرف بعض خاص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ تو دوسری طرف عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایسی شرائط لگا دی ہیں۔ کہ انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی شخص جو انفرادی یا قومی اغراض کے ماتحت ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر مجبور ہو۔ اپنی کسی بیوی کی حق تلفی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان پابندیوں کے ہوتے ہوئے تعدد ازدواج ایک قربانی قرار پاتی ہے۔ جو مرد اور عورت دونو کو دینی یا دنیادی۔ انفرادی یا قومی مصالح کے ماتحت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ تعدد ازدواج کی شرائط کی پرواہ نہ کرکے اسلام کو بدنام کرنے کا باعث بن رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک نمونے سے منحرف ہو کر جو آپ نے اس معاملہ میں قائم فرمایا ہے۔ اپنی عاقبت کو خراب اور اپنی بیویوں کی زندگیوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ لہذا میں اپنے اس مختصر مضمون میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ہمارے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں کیا نمونہ قائم فرمایا ہے۔

حق تلفی کے مختلف دائرے

مجھے اس جگہ اس تعلیم کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو اسلام نے تعدد ازدواج کے معاملہ میں دی ہے۔ نہ ہی میں ان ہدایات کا ذکر کروں گی۔ جو آنحضرت صلعم نے اس مسئلہ میں اپنے متبعین کیلئے جاری فرمائیں۔ کیونکہ مجھے یہاں تعدد ازدواج کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ محض یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ اس معاملہ میں آنحضرت صلعم (فداہ ابی و امی) کا ذاتی مسلک کیا تھا۔ ہر شخص جو تھوڑا بہت تدبر کا مادہ رکھتا ہے سمجھ سکتا ہے۔ کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنے کے معاملہ میں چار باتیں خصوصیت کے ساتھ نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ یعنی چار وہ مختلف دائرے ہیں۔ جن میں عدل کا سوال زیادہ نمایاں طور پر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی وہ امور ہیں۔ جن میں عدل کی طرف سے غفلت کرنیوالے لوگ عموماً حق تلفی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ باتیں مندرجہ ذیل ہیں:۔ اول مکان۔ دوئم مال۔ سوئم وقت۔ چہارم ظاہری توجہ اور سلوک۔

اُمّہات المومنینؓ کے مکانات

پہلے میں مکان کے سوال کو لیتی ہوں۔ مرد شاید اس بات کو اچھی طرح سمجھ نہ سکیں۔ مگر ہم عورتیں اس بات کو خوب جانتی اور محسوس کرتی ہیں۔ کہ استثنائی حالات کو الگ رکھتے ہوئے کوئی عورت اس بات کو پسند نہیں کر سکتی۔ کہ اسے اس کی سوکن کے ساتھ ایک ہی مکان میں رکھا جاوے۔ اور یہ صرف جذبات اور پسندیدگی کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ یہ رشتہ ہی ایسا ہے۔ کہ دو بیویوں کا ایک مکان میں رہنا قباحتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اور قطع نظر اس کے کہ اس طرح عورت کی جائز آزادی میں ایک روک پیدا ہو جاتی ہے۔ دو سوتوں کے ایک مکان میں رہنے سے بہت سی چھوٹی چھوٹی بدمزگیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جو خواہ مرد کے علم میں بھی نہ آئیں۔ مگر وہ عورتوں کی زندگیوں کو تلخ کر دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک عورت اس بات کو بہت زیادہ پسند کریگی۔ کہ اسے ایک چھوٹا سا خستہ حال مکان ملجائے جس میں وہ اکیلی رہے۔ بجائے اس کے کہ اُسے ایک وسیع اور عالیشان مکان میں اس کی سوت کے ساتھ جگہ دی جاوے۔ مکان کے اشتراک کے سوال کے ساتھ ہی باورچیخانہ کے اشتراک کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ اشتراک خالی مکان کے اشتراک کی نسبت بھی زیادہ موجب فتنہ اور عورت کے لئے زیادہ تکلیف دِہ ہوتا ہے۔ مگر قربان جائیے آنحضرت صلعم پر کہ آپ کی باریک بین نظر اس معاملہ میں بھی جو غالباً نبوت کے فرائض کے ساتھ زیادہ تعلق نہیں رکھتا حقیقت کی پاتال تک پہنچی ہے تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ اس زمانہ میں بھی جو سخت تنگی اور عُسرت کا زمانہ تھا اور آپ کے گھروں میں بسا اوقات فاقہ تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ اور الگ الگ مکان مہیا کرنا ایک نہایت ہی مشکل کام تھا۔ آپ نے کبھی بھی اپنی دو بیویوں کو ایک مکان میں نہیں رکھا۔ بلکہ جس طرح بھی ہو سکا ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان مہیا کئے۔ یہ مکان تنگی اور سادگی میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ مگر تھے علیحدہ علیحدہ اور ہر بیوی اپنے اپنے گھر میں گھر کی ملکہ تھی۔ آٹے دن فاقے ہوتے تھے۔ مگر جب کھانا پکتا تھا۔ تو الگ الگ پکتا تھا۔ تاکہ کسی بیوی کو کسی رنگ میں دوسری کی احتیاج نہ رہے اور وہ اپنی جائز خانگی آزادی میں کوئی روک محسوس نہ کرے۔

تقسیم اموال میں مساوات

دوسرا سوال مال کا سوال ہے۔ یعنی یہ کہ خاوند اپنی تمام بیویوں کو اپنے مال میں سے جیسی بھی اس کی حیثیت ہو۔ ایک سا حصہ دے اور نیز ایسا نہ کرے۔ کہ کسی بیوی کو تو اس کا حصہ اس کے ہاتھ میں دیدے۔ اور دوسری کا حصہ اپنے ہاتھ میں رکھے اور اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرے۔ کیونکہ مستثنیات کو الگ رکھتے ہوئے یہ صورت بھی عدل کے خلاف اور عورت کے لئے سخت موجب تکلیف اور موجب ذلت ہے۔ عورت کے لئے یہ بات زیادہ تکلیف کا باعث نہیں ہوتی۔ کہ اسے خرچ کم ملتا ہے خصوصاً جبکہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق خرچ دینے میں کمی نہ کرتا ہو۔ مگر وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ اس کی سوت خاوند کے مال میں سے اس کی نسبت زیادہ حصہ لے۔ اور اسی لئے ہماری شریعت نے جو سب کے لئے یکساں رحمت کا پیغام لے کر آئی ہے۔ اس بات کے متعلق تاکیدی حکم دیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ شادیاں کرے۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ اپنی سب بیویوں کو اپنے اموال میں ایک سا حصہ دے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس معاملہ میں بھی آنحضرت صلعم نے ہمارے لئے بہترین نمونہ قائم فرمایا ہے۔ آپ کی پاک زندگی کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ ہمیشہ اپنی بیویوں کو ایک سا خرچ دیتے تھے۔ اور اس معاملہ میں آپ نے کبھی کسی ایک کو دوسری پر فوقیت نہیں دی۔ آپ کو اس معاملہ میں عدل و انصاف کا اس قدر خیال تھا۔ کہ ایک دفعہ آپ کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ جب حضرت عائشہ کی باری ہوتی ہے۔ تو صحابہ زیادہ تحائف و ہدایا بھجواتے ہیں۔ اور جب دوسری کسی بیوی کی باری ہوتی ہے تو کم تحفے بھیجتے ہیں۔ آپ اس معاملہ میں صحابہ کو نصیحت فرمادیں۔ چونکہ اس قسم کے معاملہ میں صحابہ سے کوئی بات کہنا آپ کی شان و اخلاق کے بالکل خلاف تھا۔ اس لئے آپ نے اس درخواست کو تو نامنظور فرمایا۔ اور بیویوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ اس قسم کی بات زبان پر نہیں لانی چاہیئے۔ مگر اس واقعہ سے اس بات کا ثبوت ضرور ملتا ہے۔ کہ آپ کی ازواج کو آپ کے عدل و انصاف پر اس قدر کامل یقین تھا۔ کہ وہ اس قسم کی بات میں بھی جو دوسرے لوگوں کے اختیار میں تھی۔ اور آپ کے اختیار میں نہیں تھی۔ آپ کی طرف سے عدل کی امید رکھتی تھیں۔

آنحضرت کے وقت کی تقسیم

تیسرا سوال وقت کی تقسیم سے تعلق رکھتا ہے۔ شریعت اسلامی نے خاوند کا یہ فرض قرار دیا ہے۔ کہ اگر وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرے۔ تو اپنے مال کی طرح اپنے وقت میں سے بھی اپنی بیویوں کو ایک سا حصہ دے۔ اور ایسا نہ کرے۔ کہ جس بیوی کے ساتھ زیادہ محبت ہو۔ اس کے پاس زیادہ وقت گذارے اور دوسری بیوی کو حسد و رقابت میں جلتا ہوا چھوڑ دے۔ غالباً وہ بات جس سے ایک عورت کو خاوند کی طرف سے سب سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے یہی ہے۔ کہ اس کا خاوند اس کی نسبت اس کی سوت کے پاس زیادہ وقت گذارے۔ اس سے اس کی عزت نفس

کو ایک بلا واسطہ دھکا لگتا ہے۔ اور اس کی زندگی کے ستون کو ایک گھن لگ جاتا ہے۔ جو اسے اندر ہی اندر کھاتا جاتا ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے چنانچہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ کا وقت آپ کی بیویوں میں اس طرح تقسیم شدہ تھا۔ جیسے کوئی مجسم چیز ترازو میں تول کر تقسیم کی گئی ہو۔ آپ کا یہ طریق تھا۔ کہ آپ ایک دن رات ایک بیوی کے پاس رہتے تھے۔ اور پھر دوسرا دن رات دوسری کے پاس۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور علاوہ اس باری کے آپ کی یہ بھی سُنت تھی۔ کہ آپ عصر کی نماز کے بعد سب بیویوں کے گھروں میں باری باری جاتے تھے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر ان کے پاس ٹھیر کر ان کی خیر وعافیت دریافت فرماتے تھے۔ اور پھر بالآخر اس بیوی کے گھر میں تشریف لے جاتے تھے۔ جس کی باری ہوتی تھی۔ اور اس معاملہ میں آپ کی زندگی گویا ایک مشین کی طرح پر کام کرتی تھی۔ وقت کی منصفانہ تقسیم کا آپ کو اس قدر خیال رہتا تھا۔ کہ جب کبھی آپ کو کوئی مہم یا سفر پیش آتا تھا۔ تو آپ اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے۔ اور پھر جس کا قرعہ نکلتا تھا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اور اس معاملہ میں آپ باری اس لئے نہیں مقرر فرماتے تھے۔ کہ نامعلوم کتنے سفر پیش آئیں۔ اور سب ازواج کی باری آسکے یا نہ آسکے۔ اور اس طرح کسی بیوی کو شکایت پیدا ہو۔ جو قرعہ کی صورت میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ وقت کی تقسیم کے معاملہ میں اس سے بڑھ کر آپ کی زندگی میں یہ واقعہ ملتا ہے۔ کہ جب آپ بیمار ہوئے۔ اور اسی مرض میں آپ فوت ہو گئے۔ تو اس وقت بھی باوجود بیماری کے سخت حملہ کے۔ جس نے آپ کو اس قدر نڈھال کر دیا تھا۔ کہ بعض اوقات ایک قدم چلنے کی بھی طاقت نہیں پاتے تھے۔ اور غشیوں پر غشیاں آتی تھیں۔ آپ دوسروں کے کندھوں پر سہارا لے کر اپنے قدم مبارک زمین کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے اپنی ازواج کی باری پوری کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کی ازواج نے آپ کی اس تکلیف کو دیکھ کر خود عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ یہ بیماری کے دن عائشہؓ کے گھر میں گذار دیں۔ کیا اس سے بڑھکر عدل کی کوئی مثال مل سکتی ہے؟

ظاہری توجہ اور سلوک

چوتھا سوال ظاہری توجہ اور سلوک کا سوال ہے۔ ہر چند کہ توجہ کا معاملہ ایک غیر مادی اور غیر معیّن سا معاملہ ہے۔ اور اس کے لئے کوئی خاص معیار بھی مقرر نہیں ہے۔ جس سے اس کا اندازہ لگایا جاسکے۔ مگر آنحضرت صلعم کی سیرت کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ اس معاملہ میں بھی عدل کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کیونکہ گو یہ ایک غیر معین سی بات ہے۔ مگر عورت کا حساس دل اس معاملہ میں بھی اثر قبول کئے بغیر نہیں رہتا۔ بلکہ بعض اوقات اس قسم کے امور میں عورت کا احساس اور بھی زیادہ غالب ہو جاتا ہے۔ پس ضروری تھا۔ کہ آنحضرت صلعم جنہیں خدا نے کامل بصیرت اور کامل شفقت عطا کی تھی۔ اس معاملہ میں بھی دنیا کے لئے ایک نمونہ قائم فرماتے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ واقعی آپ کی زندگی میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ جن سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ ظاہری توجہ اور دلداری کے معاملہ میں بھی عدل و انصاف کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ جب کبھی تقاضائے بشری کے ماتحت آپ کی بیویوں کے درمیان کسی بات میں کوئی اختلاف ہو جاتا تھا۔ تو آپ باوجود بعض اوقات پاس بیٹھے ہونے کے اس جھگڑے میں کسی قسم کا حصہ نہیں لیتے تھے۔ تاکہ کسی بیوی کو غلط طور پر بھی یہ احساس پیدا نہ ہو۔ کہ آپ کسی خاص بیوی کی رعایت فرماتے ہیں۔ بلکہ ایسے موقعوں پر آپ کا یہ طریق ہوتا تھا۔ کہ جس بیوی کی غلطی ہوتی تھی۔ اسے بعد میں علیحدہ طور پر سمجھا دیتے تھے۔ کہ اس معاملہ میں تمہاری غلطی ہے۔ اس طرح تعلیم و تادیب کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ اور کسی بیوی کو یہ بھی احساس نہیں ہوتا تھا۔ کہ آپ کسی دوسری بیوی کی پاسداری فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک دفعہ حضرت عائشہ کے ساتھ پیش آیا۔ کہ بعض دوسری بیویوں کے ساتھ ان کا کچھ اختلاف ہو گیا مگر آنحضرت صلعم خاموش سنتے رہے۔ اور کسی سے کچھ نہیں کہا۔ البتہ جب حضرت عائشہ علیحدہ ہوئیں۔ تو آپ نے ان سے ازراہ نصیحت فرمایا۔ کہ عائشہ تم اصل معاملہ میں تو حق پر تھیں۔ مگر تم سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ جو نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ ایک اور موقعہ پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے حضرت صفیہ کو غالباً مذاق مذاق میں یہ طعن دیا۔ کہ تم ایک یہودی کی لڑکی ہو۔ تمہیں ہم سے کیا نسبت جو رسول اللہ کی صرف بیویاں ہی نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کے خاندان سے بھی ہیں۔ آنحضرت صلعم جب گھر میں تشریف لائے۔ تو صفیہ اکیلی بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ تو یہ قصہ معلوم ہُوا۔ جس پر آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ صفیہ سے فرمایا۔ واہ صفیہ یہ کیا رونے کی بات ہے۔ تم نے عائشہ اور حفصہ کو یہ جواب کیوں نہ دیا۔ کہ میں رسول اللہ کی بیوی ہارون کی لڑکی اور موسیٰ کی بھتیجی ہوں۔ تمہیں مجھ سے کیا نسبت؟" بس اتنی سی بات سے صفیہ خوش ہو گئیں۔ اب دیکھو۔ کہ جیسا کہ تاریخ و حدیث سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ دلی محبت کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہ سب سے زیادہ عزیز تھیں۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ قابل تھیں اور اپنے اندر سب سے زیادہ خوبیاں رکھتی تھیں۔ مگر ظاہری توجہ اور دلداری کے لحاظ سے آپ اپنی بیویوں میں کس طرح مساوات قائم رکھتے تھے۔

الغرض آپ عدل و انصاف کا ایک کامل نمونہ تھے۔ اور ہر معاملہ میں اپنی ازواج کے درمیان پورا پورا عدل فرماتے تھے۔ اور خود تکلیف برداشت کرتے تھے۔ مگر انصاف کے ترازو کو کسی طرف جھکنے نہیں دیتے تھے۔ بایں ہمہ حدیث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ ہمیشہ یہ دعا فرماتے رہتے تھے کہ:-

"خدایا مجھ سے جس قدر ممکن ہوتا ہے۔ میں انصاف کرتا ہوں مگر میں ایک انسان ہوں اور میری طاقت محدود ہے۔ اگر میرے انصاف میں کوئی کوتاہی یا کمی ہے تو تُو اسے معاف فرما۔"

اللھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد وبارک وسلم

خدا نُما پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

سید ما آنکہ نامش مصطفٰے است
رہبر ہر زمرۂ صدق و صفاست

می درخشد روئے حق در روئے او
بُوئے حق آید ز بام و کوئے او

ہر کمال رہبری بروے تمام
پاک رو، و پاک رویاں را امام

اے خدا اے چارۂ آزارِ ما
کن شفاعت ہائے او در کار ما

ہر کہ مہرش در دل و جانش فتد
ناگہاں جانے در ایمانش فتد

کے ز تاریکی بر آید آں غراب
کُور مد زیں مشرق صدق و صواب

آنکہ اُو را ظلمتے گیرد براہ
نیستش چوں رُوئے احمدؐ مہر و ماہ

تابعش بحرِ معانی مے شود
از زمینی آسمانی مے شود

ہر کہ در راہِ محمدؐ زد قدم
انبیاء را شد مثیل آں محترم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں

(از حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد شادیوں پر دشمنان اسلام نے اعتراض کیا ہے۔ اور اس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر حملہ کرنے کا ایک آلہ بنایا ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے کہ ہر ایک شادی کن حالات کے ماتحت ہوئی۔ تو دشمن کے اعتراضات کا باطل ہونا خود بخود ہی ظاہر ہو جائے گا۔ پس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین میں سے ہر ایک کا ذکر اسی ترتیب سے کرتا ہوں۔ جس ترتیب سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں اور ان حالات کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔ جن کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا ان کو فخر حاصل ہوا۔ اور ناظرین سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ خود ان حالات پر غور کریں اور سوچیں۔ کہ ان شادیوں کی وجوہ کیا تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس غرض اور کس نیت سے مختلف بی بیوں سے شادیاں کیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

آپ کی پہلی بی بی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں جو پاکیزہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت سے پہلے اپنی مقدس زندگی کی بدولت اپنے ہمعصروں سے امین کا خطاب حاصل کیا۔ ایسا ہی حضرت خدیجہؓ آپ کی بعثت سے پہلے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بر صحیح فرمایا ہے۔ الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات

حضرت خدیجہؓ کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی اس سے اولاد بھی ہوئی۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہؓ عتیق بن عابد مخزومی کے نکاح میں آئیں۔ ان سے بھی اولاد ہوئی۔ آخر عتیق کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور حضرت خدیجہؓ دوسری دفعہ بیوہ رہ گئیں۔ بیوگی کی حالت میں وہ اپنا مال تجارت کے لئے ملک شام وغیرہ کی طرف بھیجا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و امانت کی شہرت سن کر انہوں نے آپ کے ہاتھ بھی اپنا مال ملک شام کی طرف روانہ کیا۔ اور تجربہ کے بعد آپ کو ایسا ہی امین اور صادق اور راستباز پایا۔ جیسا کہ آپ مشہور تھے۔ سفر تجارت سے واپس آنے کے قریباً تین ماہ بعد حضرت خدیجہؓ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ اور روسار خاندان کی موجودگی میں آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کا نکاح پڑھا۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے تھے۔ نکاح کے بعد ۲۵ سال تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں اور ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔

حضرت سودہؓ بنت زمعہؓ

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ بنت زمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں۔ وہ ابتدائے نبوت میں مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔ اس لئے ان کو قدیم الاسلام ہونے کا فخر حاصل تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی طرح یہ بھی بیوہ تھیں۔ ان کی شادی پہلے سکران بن عمرو سے ہوئی تھی۔ اور حضرت سودہؓ انہی کے ساتھ مشرف باسلام ہوئی تھیں۔ اور انہی کے ساتھ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر اپنے خاوند کے ساتھ مکہ واپس آئیں۔ یہاں پہنچ کر کچھ دنوں کے بعد سکران نے وفات پائی۔ ان سے حضرت سودہؓ کو اولاد بھی ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی اور حزن کو دیکھکر خولہ بنت حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ کو ایک مونس و رفیق کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ گھر بار اور بال بچوں کا انتظام سب حضرت خدیجہؓ کے سپرد تھا۔ پس آپ کے ایماء سے خولہؓ نے حضرت سودہؓ کے رشتہ کے متعلق سلسلہ جنبانی شروع کی۔ سودہؓ کے والد اور خود حضرت سودہؓ نے منظور کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے۔ اور سودہؓ کے والد نے نکاح پڑھایا سودہؓ کا چونکہ نکاح کے وقت سن زیادہ تھا۔ اس لئے کچھ عرصہ بعد مدینہ میں جا کر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باری سے آزاد کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت سودہؓ کے نکاح کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے متعلق پہلے سے بشارت دی گئی تھی۔ مگر آپ نے اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ خود کوئی تحریک نہیں فرمائی حضرت عائشہؓ پہلے جبیر بن مطعم کے بیٹے سے منسوب تھیں۔ لیکن مطعم نے خود اس بناء پر انکار کر دیا۔ کہ حضرت عائشہؓ کے آنے سے اسلام ان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کے بعد خولہ بنت حکیم کی سلسلہ جنبانی پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کا نکاح مکہ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا لیکن رخصتانہ مدینہ میں جا کر اس وقت ہوا۔ جب کہ حضرت عائشہؓ کی عمر قریباً ۱۲ سال کی ہو گئی۔ اور آپ بلوغ کو پہنچ گئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری بی بیوں کی نسبت حضرت عائشہؓ سے خاص محبت رکھتے تھے۔ اور اس کی وجوہات محض دینی تھیں۔ ان کے متعلق آپ کو پہلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص بشارت مل چکی تھی۔ پھر آپ فرماتے ہیں۔ کہ تمام بی بیوں میں صرف عائشہؓ ہی ہیں۔ کہ جب میں ان کے بستر میں ہوتا ہوں۔ تو خدا تعالیٰ کی وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ وہ تمام بی بیوں میں سے دینی امور کے سمجھنے کے لئے خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ اور اپنی قابلیت۔ ذہانت قوت اجتہاد۔ دقت نظر اور وسعت معلومات میں تمام بی بیوں میں ممتاز تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نصف دین (حضرت) عائشہؓ سے سیکھو۔ صحابہؓ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تھا۔ تو وہ اس کے حل کے لئے حضرت عائشہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی خنیس بن حذافہ سے ہوئی۔ اور انہی کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ خنیس جنگ بدر میں زخمی ہوئے۔ اور انہی زخموں سے فوت ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو اپنی صاحبزادی کی شادی کی فکر ہوئی حضرت عثمانؓ کو تحریک کی۔ جواب ملا۔ کہ غور کروں گا۔ حضرت ابو بکرؓ کو تحریک کی۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کو جو اخلاص اور جیسا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ آنحضرتؐ نے اس موقعہ پر مناسب سمجھا کہ حضرت ابو بکرؓ کی طرح حضرت عمرؓ کو بھی فخر مصاہرت بخشیں پس آپ نے حضرت عمرؓ کی بیوہ لڑکی سے نکاح کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ کو آپ کے ارادہ کا علم تھا۔ اس لئے وہ حضرت عمرؓ کی تحریک کے جواب میں خاموش ہو گئے تھے۔

حضرت زینبؓ ام المساکین

یہ پہلے عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں عبد اللہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہید مرحوم کی بیوہ سے نکاح کیا۔ مگر یہ نکاح کے بعد صرف دو تین مہینے زندہ رہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیوی تھیں جو آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں۔ چونکہ فقراء و مساکین پر بہت رحم فرمایا کرتی تھیں۔ اس لئے ام المساکین کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں۔

حضرت ام سلمہؓ

پہلے یہ عبد اللہ بن عبد الاسد (ابو سلمہ) کے نکاح میں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ اپنے شوہر کے ساتھ ہی مشرف باسلام ہوئی تھیں اور

انہی کے ساتھ سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ سے واپس مکہ آئیں۔ اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ام سلمہؓ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے۔ کہ وہ پہلی عورت ہیں۔ جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ابو سلمہؓ بڑے شاہسوار تھے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ اُحد میں زخمی ہوئے۔ جس کی وجہ سے وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں ۹ تکبیریں کہیں۔ اور لوگوں کے سوال کرنے پر فرمایا۔ کہ یہ ہزار تکبیر کے مستحق تھے۔

ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوہ سے نکاح کرنا چاہا۔ تو اس نے تین عذر کئے (۱) میں سخت غیور عورت ہوں۔ (۲) صاحب عیال ہوں۔ (۳) میری عمر زیادہ ہے۔ مگر آپ نے ان سب باتوں کو گوارا فرلیا۔ اپنے فضل وکمال میں حضرت عائشہؓ کے بعد یہ دوسرے درجہ پر تھیں۔ اور روایت حدیث اور نقل احکام میں ان کو خاص فضیلت حاصل ہے۔

حضرت زینبؓ بنت جحش

حضرت زینبؓ بنت جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اور آپ کی تحریک سے ان کی شادی آپ کے آزادہ کردہ غلام زید سے ہوئی تھی۔ حضرت زینبؓ نے پہلے زید کے ساتھ نکاح کرنے میں تامل کیا لیکن جب دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑے زور کے ساتھ یہ خواہش ہے۔ تو انہوں نے منظور کرلیا۔ اور بڑی شرافت کے ساتھ زیدؓ کے ساتھ نباہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت زیدؓ کے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا۔ کہ حضرت زینبؓ اپنی خاندانی شرافت کی وجہ سے ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اور اس خیال کی وجہ سے تعلقات کشیدہ ہونے شروع ہو گئے آخر ایک دن زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ زینبؓ مجھے حقیر سمجھتی ہیں۔ اور ہمارا باہم نباہ نہیں ہوسکتا۔ آپ طلاق کی اجازت دیدیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھکر کہ زیدؓ کی طرف سے نباہ کرنے میں کمی ہے۔ ان کو نصیحت کی۔ کہ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ اس وقت تو زیدؓ نے اس امر کو قبول کرلیا۔ اور واپس چلے گئے۔ مگر جب تعلقات بگڑ جائیں۔ تو پھر نباہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ آخر زیدؓ نے حضرت زینب کو طلاق دیدی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کو اپنے عقد نکاح میں لے آئے۔ اور حضرت زینبؓ کے بھائی نے نکاح پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلما قضی زید منها وطراً زوّجنکها لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطرا و کان امر الله مفعولا (سورہ احزاب رکوع ۵) یعنی جب زیدؓ نے زینبؓ سے قطع تعلق کرلیا تو ہم نے زینب کی شادی تیرے ساتھ کردی۔ تاکہ مومنوں کے لئے اپنے مُنہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی روک نہ رہے۔ بعد اس کے کہ وہ مُنہ بولے بیٹے اپنی بیویوں سے قطع تعلق کرلیں۔ اور خدا کا یہ حکم اسی طرح پورا ہونا تھا۔

حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ تھے۔ اور عرب میں یہ رسم تھی۔ کہ متبنّیٰ کی بیوی سے طلاق یا وفات کے بعد اسی طرح شادی حرام سمجھی جاتی تھی جیسی کہ اپنی حقیقی بہو سے۔ اسی وجہ سے آنحضرت کو کمزور لوگوں کی وجہ سے خوف تھا۔ کہ لوگ اعتراض کرینگے۔ کہ محمدؐ نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا ہے۔ مگر خدا کا حکم مقدم تھا۔ اسلئے آپ نے حکم الٰہی کی تعمیل کی۔ اس کے ساتھ حضرت زینبؓ کی دلجوئی بھی ہوگئی۔ کیونکہ یہ شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زور دینے سے واقعہ ہوئی تھی۔ جس کا انجام یہ ہُوا کہ طلاق واقع ہوگئی۔

حضرت جویریہؓ

حضرت جویریہؓ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں مسافع بن صفوان سے شادی ہوئی۔ جو غزوہ مریسیع میں مارا گیا۔ اس جنگ میں بہت سی عورتیں اور مرد جو مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک تھے۔ قید کرکے لائے گئے۔ انہی میں حضرت جویریہؓ بھی تھیں۔ جب مال غنیمت تقسیم ہُوا۔ تو جویریہؓ ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں چونکہ ایک قوم کے رئیس کی لڑکی تھیں۔ ان کے لئے غلامی ایک مصیبت تھی۔ انہوں نے ثابت بن قیس سے درخواست کی۔ کہ ایک خاص رقم مجھ سے لے کر مجھے آزاد کردو۔ ثابت بن قیس نے ۹ اوقیہ سونے کے عوض جویریہؓ کو آزاد کرنا منظور کرلیا۔ مگر جویریہؓ میں اس قدر سونا ادا کرنے کی استطاعت نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا "میں مسلمان کلمہ گو عورت اور قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی ہوں مجھ پر جو مصیبتیں آئی ہیں۔ آپ سے مخفی نہیں میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی۔ اور ۹ اوقیہ سونے پر آزاد کرنا انہوں نے منظور کرلیا ہے۔ یہ رقم میرے امکان سے باہر ہے۔ لیکن میں نے آپ کے بھروسہ پر اس کو منظور کرلیا ہے۔ اور اب آپ سے اس کا سوال کرنے کے لئے آئی ہوں۔ آپ کو اس رئیسہ کی حالت دیکھ کر اور اس کی عاجزانہ درخواست کو سُن کر اس پر رحم آیا اور آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں۔ انہوں نے کہا۔ وہ کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں یہ رقم ادا کردیتا ہوں۔ اور تم سے نکاح کرلیتا ہوں۔ انہوں نے منظور کرلیا۔ آپ نے رقم ادا کردی۔ اور جویریہؓ کو آزاد کرکے ان سے نکاح کرلیا۔ اس کا فوری اثر یہ ہُوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بنی مصطلق کے تمام لونڈی غلاموں کو اس بنا پر آزاد کردیا۔ کہ آنحضرت صلعم نے ان سے رشتہ مصاہرت قائم کرلیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ کہ "جویریہؓ کی برکت سے سینکڑوں گھرانے آزاد کردیئے گئے"۔ اور جویریہؓ کا باپ اور دو نو بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور وہ قبیلہ جو پہلے دشمن تھا۔ اس نکاح کے تعلق سے دوستوں میں شامل ہوگیا۔

حضرت اُم حبیبہؓ

یہ ابوسفیان کی لڑکی تھیں۔ جو ابوجہل کے مقتول ہونے کے بعد تمام قریش کا سردار قرار پایا۔ اور جنگ بدر کے بعد جس قدر حملے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر ہوئے۔ ان سب کا سپہ سالار یہی ابوسفیان تھا۔ جو فتح مکہ تک مسلمانوں سے برسرپیکار رہا۔

حضرت ام حبیبہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ عبید اللہ بن جحش سے نکاح ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد دونوں مشرف باسلام ہوئے۔ اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں جاکر عبید اللہ مرتد ہوکر عیسائی ہوگیا۔ مگر حضرت ام حبیبہؓ نے استقامت دکھائی۔ اور باوجود خاوند کے عیسائی ہوجانے کے اسلام پر قائم رہی۔ اور اپنے مرتد خاوند سے جدائی اختیار کرلی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔ آپ نے نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس قاصد روانہ کرکے ام حبیبہؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کی منظوری کے بعد نکاح پڑھا۔ اور بڑے اعزاز کے ساتھ حضرت ام حبیبہؓ کو ۷ھ میں مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ اس شادی کے وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر ۳۷ سال کی تھی۔

صلح حدیبیہ کے دو سال بعد جب قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ تو ابوسفیان اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی اس خلاف ورزی کا علم نہیں ہُوا ہوگا۔ تجدید معاہدہ کیلئے مدینہ میں آیا۔ تو اپنی لڑکی ام حبیبہؓ کے گھر ہی ٹھیرا۔ اور ایسا اتفاق ہُوا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز پر بیٹھ گیا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے فوراً اپنے باپ کو جس سے سالہا سال کے بعد ملنے کا اتفاق ہُوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز پر سے اٹھا دیا۔ اور اس بات کو گوارا نہ کیا۔ کہ ایک مشرک (خواہ وہ انکا باپ ہی تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ پر بیٹھے۔ ابوسفیان اپنی بیٹی کے اس ایمان کو دیکھ کر متعجب ہُوا۔

حضرت میمونہؓ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی کے نکاح میں تھیں۔ مسعود نے طلاق دیدی۔ اس کے بعد وہ ابو رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں۔ جب ابو رہم کے انتقال کے بعد یہ بیوہ رہ گئیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ حضرت عباسؓ نے اس نکاح کی تحریک کی۔ اور انہوں نے ہی نکاح پڑھایا۔ یہ حضرت عباسؓ کی سالی تھیں ؛

حضرت صفیہؓ

حضرت صفیہؓ قبیلہ بنو النضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ اور ان کی والدہ بنو قریظہ کے رئیس کی لڑکی تھی۔ اس طرح حضرت صفیہؓ کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے سیادت حاصل تھی۔

حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی۔ اس نے طلاق دے دی۔ اس کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں

آئیں۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا۔ حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی مقتول ہوئے۔ اور خود قید میں آگئیں۔ اور دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں مگر ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ نے جو لونڈی دحیہ کلبی کو دی ہے۔ وہ تو دو خاندانوں یعنی بنو نضیر اور بنو قریظہ کی رئیسہ ہے۔ ایسی حیثیت کی عورت ایک سپاہی کے پاس نہیں جانی چاہیئے۔ بلکہ صرف آپ ہی اس کے اہل ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کو ایک اور لونڈی دلوائی۔ اور حضرت صفیہ کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا۔

حضرت صفیہؓ نے اس نکاح کے بعد بیان کیا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ چاند میری گود میں آگیا ہے۔ میں نے اس خواب کو اپنے باپ کے پاس بیان کیا۔ تو اس نے میرے منہ پر تھپڑ مار کر کہا کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بشارت اس خوش قسمت بی بی کو دی تھی۔ اسے پورا کر دیا۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ فخر بخشا۔ کہ آپ کی ذریت میں سے ایک خاتون کو حضرت خاتم الانبیاء کی زوجیت کا شرف عطا فرمایا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ چونکہ یہود اپنے اعمال بد کی وجہ سے ذلیل ہو گئے تھے۔ اس لئے جب ایک موقعہ پر حضرت صفیہؓ کو یہودی النسل ہونے کا طعن دیا گیا۔ تو وہ رنجیدہ خاطر ہو گئیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ کہ تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ "ہارون میرے باپ موسٰی میرے چچا اور محمدؐ میرے شوہر ہیں۔ پس مجھ سے کون افضل ہو سکتا ہے"۔

نتائج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام شادیوں کی تفصیلات معلوم کرنے کے بعد حسب ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلی بات جو اس تفصیل سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ آپ نے اپنی عمر کے پہلے پچیس سال تجرد کی حالت میں گذارے اور اس زمانہ میں آپ نے کیسی پاکیزہ زندگی بسر کی۔ اس کی شہادت تاریخ کے صفحات پر نہایت ہی روشن الفاظ میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور اس زمانہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے جن کو حالات کی مجبوری میں تجرد کی زندگی گذارنی پڑتی ہے۔ ایک اعلیٰ اور کامل نمونہ موجود ہے۔

(۲) پچیس سال سے پچاس سال کی عمر تک آپ نے ایک بیوہ عورت کے ساتھ جو شادی کے وقت اپنی عمر کے ۴۰ سال گذار چکی تھی۔ زندگی بسر کی۔ اور ایسی محبت اور وفاداری کا برتاؤ کیا۔ کہ آپ کی بعد کی نوعمر بیوی کو بھی اس پر رشک آتا تھا۔ آپ کی یہ پہلی بی بی ۶۵ سال کی عمر تک پہنچ گئیں۔ مگر آپ نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی کے ساتھ نہایت ہی محبت کے ساتھ گذارا۔ اور دوسری شادی کا خیال بھی نہیں کیا۔

(۳) ۶۵ سال کی عمر پا کر جب آپ کی پہلی بیوی اس جہان سے رخصت ہوتی ہیں۔ تو پھر بھی آپؐ نے ایک بڑی عمر کی بیوہ ہی سے شادی کی۔ اور اس وقت تک کہ آپؐ کی عمر قریباً ۵۵ سال تک پہنچ گئی۔ آپ کے گھر میں ایک ہی بی بی رہی۔

(۴) اس کے بعد زمانہ کے حالات میں ایک تغیر عظیم واقع ہوتا ہے۔ اور اس تغیر کے ساتھ نئی رنگ کی ضروریات کا سامنا ہوتا ہے۔ تمام ملک میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ قریش نہ صرف خود تلوار لے کر آپ پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ بلکہ عرب کے دوسرے قبائل کو بھی آپ کے خلاف اکساتے ہیں۔ اور مشرکین عرب کے علاوہ یہودی قبائل بھی آپ کی اور آپ کی قلیل جماعت کی بیخکنی کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کو ملک میں امن قائم کرنے کے لئے ہر ایک تدبیر سے کام لینے کی ضرورت پیش آتی ہے ایک طرف آپ تلوار کا تلوار سے جواب دے کر مسلمانوں کے جان و مال و عزت کی حفاظت کرتے اور دشمن کے زور کو توڑتے ہیں۔ دوسری طرف وہ ایسی تدابیر سے بھی کام لیتے ہیں۔ جن سے دشمن عداوت کو چھوڑ کر صلح کی طرف مائل ہو۔ اور اس طرح پُرامن ذرائع سے ملک میں بجائے جنگ کے صلح اور آشتی قائم ہو۔

آپ جب تلوار چلاتے تو ایسی چلاتے۔ کہ نہ صرف اس قوم کے جو آپ پر حملہ آور ہوتی۔ پاؤں اکھڑ جاتے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی دوسری دشمن قوموں کے حوصلے بھی ٹوٹ جاتے۔ اور ان کو جرأت نہ ہوتی۔ کہ آپ پر حملہ آور ہوں۔ اسی طرح جب آپ ایک دشمن قوم کو مغلوب کرنے کے بعد ان سے حسن سلوک کا برتاؤ کرتے۔ اور اس کے سرداروں کو بجائے ذلیل کرنے کے ان کی عزت افزائی کرتے۔ تو اس کا نیک اثر نہ صرف اس خاص قوم پر پڑتا۔ بلکہ دوسری قومیں بھی اس سے فائدہ اٹھاتیں۔

اسی طرح ان لڑائیوں میں ضمنی طور پر یہ ضرورت بھی پیش آتی۔ کہ بعض اوقات آپ کے بعض جان نثار غلام میدان جنگ میں کام آتے۔ اور ان کے بیوی بچے بیوہ اور یتیم رہ جاتے۔ اور ان کی قابل رحم حالت اس بات کی متقاضی ہوتی۔ کہ ان سے ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔

اسی طرح ایک ضرورت یہ بھی تھی۔ کہ خاص الخاص جان نثار اور وفادار دوستوں کے ساتھ خاص تعلقات قائم کر کے رابطہ اتحاد کو اور بھی مضبوط کیا جائے۔

اسی طرح ایک اور بڑی ضرورت جو آپ کے سامنے پیش آئی یہ تھی۔ کہ اب شریعت کا نزول شروع ہو گیا۔ اور اس بات کی ضرورت پیش آئی۔ کہ احکام دین سے اسلامی جماعت کے مردوں اور عورتوں کو اچھی طرح واقف کیا جائے۔ اور اس اہم کام کے لئے جو آپ کی زندگی کا مقصد اعلیٰ تھا۔ آپ کو مددگاروں کی ضرورت تھی۔ جو مسلمان عورتوں اور مردوں کو دین کے ہر قسم کے احکام سے اچھی طرح آگاہ کریں۔ اور انکی تعلیم و تربیت کا کام کماحقہ ادا کریں۔

یہ بعض اہم ضروریات تھیں۔ جن کی وجہ سے آپ کو مدینہ میں اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنی پڑیں۔ چنانچہ جب ان شادیوں کے حالات پر نظر کی جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہی اغراض کے ماتحت جن کا مختصر ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ وقوع میں آئیں۔

مثلاً جن بی بیوں کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں ہوا۔ ان میں حضرت زینب ام المساکینؓ اور ام سلمہؓ کے خاوند اسلامی لڑائیوں میں کام آکر اپنی بی بیوں کو بیوہ چھوڑ گئے اور یہ لوگ مخلص جان نثار تھے۔ اور ام سلمہؓ کا خاوند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا رضاعی بھائی بھی تھا۔ اور اخلاص کا یہ حال تھا۔ کہ آپ نے ان کے جنازہ میں بجائے چار تکبیر کے ۹ تکبیریں پڑھیں۔ اور فرمایا۔ کہ یہ تو ہزار تکبیر کے مستحق تھے۔ اور ان بی بیوں کے صرف خاوند ہی مخلص جان نثار نہ تھے۔ بلکہ یہ بی بیاں خود بھی نیک اور پارسا تھیں۔ پس ان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح محض بغرض ہمدردی کے تھا۔ نہ کسی اور نیت سے۔

حضرت حفصہؓ کا خاوند بھی میدانِ بدر میں زخمی ہو کر خدا کی راہ میں اپنی جان دے چکا تھا۔ علاوہ اس کے حضرت حفصہؓ کے والد بزرگوار یعنی حضرت عمرؓ کا اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور ان کے تعلقات یگانگت بھی اس بات کے متقاضی تھے۔ کہ اس مصیبت میں ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے۔ اور وہ اس بات کے مستحق تھے۔ کہ جو فخر حضرت ابوبکرؓ کو حاصل تھا۔ اس میں وہ بھی شریک ہوں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عمرؓ کی بیوہ لڑکی سے ایک قابل تحسین فعل ہے نہ کہ قابل اعتراض۔

ام حبیبہؓ اور میمونہؓ کے ساتھ نکاح کی غرض بھی سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی۔ کہ عرب کے قبائل کے ساتھ جو جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کا خاتمہ ہو جائے۔ ام حبیبہؓ کا باپ ابوسفیان اس وقت قریش کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اور جس لڑائی کی بنیاد ابوجہل نے ڈالی تھی۔ اس کو جاری رکھنے والا بھی ابوسفیان تھا۔ اس سے تعلق رشتہ داری قائم کرنے کے لئے آپ نے اتنی جلدی کی۔ کہ حبشہ میں ہی نجاشی کے واسطہ سے اس کی لڑکی سے جس کی عمر اس وقت چالیس سال تک پہنچ رہی تھی۔ نکاح کا پیغام بھیجا تا کسی طرح قریش کے ساتھ لڑائی کا خاتمہ ہو۔

پس ان نکاحوں سے آپ کی غرض یہی تھی۔ کہ عرب کے قبائل سے رشتہ داری کے تعلقات قائم کر کے ان کو اپنی طرف مائل کیا جائے۔ اور اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہو۔ جس نے ملک کے امن کو برباد کر رکھا ہے۔ پس یہ نکاح امن جوئی کی نیت سے ہوئے نہ کسی اور غرض سے۔

علاوہ ازیں یہ دونوں بی بیاں بھی اپنے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی کی اہل تھیں۔ میمونہؓ پہلے مطلقہ اور

پھر بیوہ ہو چکی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے جن کی وہ سالی تھی۔ نکاح کی سفارش کی۔ اور ام حبیبہؓ نے جن کا باپ قریش کا رئیس تھا۔ بوجہ قبول اسلام دشمنوں کے ہاتھ سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلی گئیں۔ وہاں خاوند مرتد ہو گیا۔ مگر انہوں نے خاوند کو چھوڑ دیا۔ پر اسلام کو نہ چھوڑا۔ اور اس غیر ملک میں اکیلا رہنا منظور کیا۔ مگر اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ پس ایسی شریف اور مخلص عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی کی اہل تھی۔

حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح آپ کے اس احسان کی مثالیں ہیں۔ جو آپ دشمنوں کے سرداروں کے ساتھ کرتے تھے۔ آپ اس بات کو کبھی پسند نہ کرتے تھے۔ کہ دشمن کو ذلیل کیا جائے۔ بلکہ دشمن کو مغلوب کرنے کے بعد ان کے سرداروں کی ذلت کو کبھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ یہ دونوں شریف زادیاں تھیں۔ اور پہلے عام سپاہیوں کے حصہ میں آئیں۔ حضرت صفیہ کے متعلق ایک صحابی نے سفارش کی۔ کہ ان کی شان اس بات سے بالا ہے۔ کہ یہ کسی سپاہی کی لونڈی بنیں۔ پس آپ نے ان کی شرافت اور خاندانی سیادت کو دیکھ کر سپاہی سے واپس لیا۔ اور پھر لونڈی کے طور پر نہیں رکھا۔ بلکہ آزاد کر کے اپنے حرم میں داخل فرمایا۔ اور اس نکاح سے ایک غرض یہ بھی تھی۔ کہ یہود اپنی شرارتوں سے باز آجائیں۔ اور صلح کی طرف مائل ہو کر اسلام سے مانوس ہوں۔

ایسا ہی جب جویریہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مصیبت کی شکایت کی۔ اور عرض کیا کہ میرے پاس تو اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے کوئی مال نہیں ہے۔ لیکن میں نے آپ کی فیاضی پر بھروسہ کرتے ہوئے ۹ اوقیہ سونا دینا منظور کر لیا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف سے یہ رقم ادا کر کے اُس کو آزاد کر دیا۔ اور اس سے خود نکاح کر کے اس قبیلہ کے سردار کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق قائم کیا۔ جس قبیلہ کے سردار کی وہ لڑکی تھی۔ اور اس رشتہ داری کا وہی اثر ہوا۔ جس کی امید کی جا سکتی تھی۔ یعنی حضرت جویریہؓ کا باپ اور بھائی مشرف باسلام ہو گئے۔ اور ان کا قبیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن رہنے کی بجائے حلقہ بگوش غلام ہو گیا۔ اور صحابہؓ نے حضرت جویریہؓ کے اعزاز میں ان کے قبیلہ کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور اس طرح وہ مبارک خاتون جسمانی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی بہت سے اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گئی۔ صحابہؓ کا تمام غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کر دینا صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ حضرت جویریہؓ کا آزاد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہونا اس قبیلہ کے لئے عزت افزائی کا موجب سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس قبیلہ نے اس کو ایسا ہی محسوس کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش غلاموں میں داخل ہو کر عملی رنگ میں اس امتنان کا اظہار کیا۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام شادیوں پر جو مدینہ میں ہوئیں۔ جب تفصیلی نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ یہ بہت فوائد پر مبنی تھیں۔ یا تو ان میں مصیبت زدہ بیوگان اور ان کے یتیم بچوں کی ہمدردی پائی جاتی ہے۔ یا مختلف قبائل اور اقوام کے ساتھ رشتہ داری کے تعلقات قائم کر کے ملک میں امن قائم کرنے کی غرض نظر آتی ہے۔ یا کسی دینی غرض کے پورا کرنے کے لئے جیسا کہ حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کا واقعہ یا دشمنوں کو صلح کی طرف مائل کرنے کے لئے یا شریف دشمنوں کے ساتھ ان کی شان کے شایاں سلوک کرنے کے لئے اور ان کے احساسات کو صدمہ سے بچانے کے لئے یا قوم کو اپنے احسن نمونہ سے بیواؤں اور یتامیٰ اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ نیک سلوک اور ہمدردی کا سبق سکھانے کے لئے اور ان سب شادیوں سے مجموعی رنگ میں ایک یہ اہم غرض بھی پوری ہوئی۔ کہ یہ بیبیاں فرقہ نسواں میں خصوصاً اور فرقہ رجال میں عموماً دین کی تعلیم کے پھیلانے کا واسطہ بن کر آپ کے اصلی فرض منصبی کے پورا کرنے میں آپ کی ممد و معاون بنیں۔ دین کا ایک بڑا حصہ نہ صرف عورتوں نے بلکہ مردوں نے بھی ازواج مطہراتؓ سے سیکھا۔ جیسا کہ احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ان نکاحوں میں جو غرض دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اُس کا باطل ہونا واقعات سے ظاہر ہے۔

کیونکہ اوّل۔ آپ نے جوانی کا زمانہ تجرد کی حالت میں نہایت پاکیزگی سے گذارا۔ جیسا کہ تمام قوم کی شہادت اس پر شاہد ہے۔

دوم۔ آپ نے پچیس سال سے لے کر پچاس سال تک کا زمانہ ایک فرسودہ بیوہ کے ساتھ نہایت محبت اور وفاداری کے ساتھ گذارا۔

سوم۔ پہلی بیوی کے فوت ہو جانے کے بعد بھی آپ نے ایک ہی بیوی کے ساتھ جو بیوہ اور عمر رسیدہ تھیں۔ قریباً ۵۵ سال کی عمر تک نباہ کیا۔

حالانکہ اگر آپ چاہتے۔ تو اس پچپن سالہ زمانہ میں ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتے تھے۔ اور کنواری لڑکیوں کے ساتھ کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

چہارم۔ اس کے بعد بھی آپ نے صرف ایک ہی کنواری عورت کے ساتھ شادی کی۔ باقی جتنی عورتیں تھیں۔ وہ سب مصیبت زدہ عورتیں تھیں۔ جن کے خاوند شہید یا مقتول ہو چکے تھے۔ اور ان میں سے بعض اس سے پہلے دو دو شادیاں کر چکی تھیں بعض کی عمر بھی زیادہ تھی۔ بعض عیالدار تھیں۔ غرض ان متعدد شادیوں میں سے ایک بھی ایسی شادی نہیں جس کو تعیش پسندی کی طرف منسوب کیا جا سکے۔ بلکہ واقعات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ آپ کے لئے ایک بوجھ تھا۔ جس کو آپ نے دینی مفاد یا قومی اور سیاسی مصالح یا بیواؤں اور یتامیٰ کی ہمدردی کی بنا پر برداشت کیا۔ آپ کا طبعی میلان بی بیوں میں سے صرف ایک بی بی یعنی حضرت عائشہ کی طرف تھا۔ جس کی وجہ دینی تھی۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں اور اگر آپ اپنی طبیعت کے میلان کی پیروی کرتے تو آپ حضرت عائشہؓ کے بعد کوئی اور نکاح نہ کرتے۔ لیکن یہ سب نکاح خاص خاص ضرورتوں کے ماتحت آپ نے کئے۔ اور خدا کی رضا کے لئے اس بوجھ کو اپنے اوپر اٹھایا۔ مگر آپ نے تمام بی بیوں میں کمال عدل اور انصاف قائم رکھا۔

اگر آپ کے پہلے ۲۵ سال کے زمانہ میں مجردوں۔ اور ۲۵ سال سے ۵۵ سال تک کے زمانہ میں ایک بی بی والوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ تو آپ کی زندگی کے آخری چند سالوں میں ان لوگوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ جو تعدد ازدواج پر عمل پیرا ہیں۔ ایک وقت میں ۹ بی بیوں کے ہوتے ہوئے آپ نے جو اعلیٰ برتاؤ اپنی ازواج مطہرات سے کیا۔ یہ خاص آپ کا ہی کام تھا۔ جو آپ کے کمال کا ایک ثبوت ہے۔ اور ان متعدد شادیوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ ان کے ذریعہ آپ کا یہ خُلق کامل طور پر ظاہر ہوا۔ جو دوسری صورت میں ہماری آنکھوں سے مخفی رہتا۔

پنجم۔ وہ اعلیٰ پایہ کی سادہ زندگی بھی جو آپ نے نہ خود گذاری۔ بلکہ اپنے اہل بیت کو بھی اس پر قائم رکھا۔ اور آپ کی دن رات کی زاہدانہ زندگی اور قیام لیل کا التزام یہ سب امور اس بات کے بیّن دلائل ہیں۔ کہ آپ عیش پسند انسان نہ تھے۔ اور آپ کی یہ شادیاں سوائے دینی اور سیاسی ضرورتوں کے اور کسی غرض سے نہیں تھیں۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد وعلیٰ ازواج محمد وعلیٰ خلفاء محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز قوتِ جسمانی

از جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل قادیان

طاقت وقوت کی فراوانی اور اعضاء و جوارح کی مضبوطی و توانائی بھی اللہ تعالےٰ کی عجیب وغریب نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت اور اُس کے خاص فضلوں میں سے نہایت بیش بہا فضل ہے۔ اگر وُہ لوگ جنہیں خدا تعالےٰ اس نعمتِ عظیمہ سے حصۂ وافر عطا فرمائے۔ اپنی قوتوں کو صحیح طور پر استعمال کریں۔ اور ناجائز ذرائع سے اُس کا استیعمال نہ کریں۔ تو دُنیا اُن کے وجُود سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرسکتی ہے:۔

حضرت موسےٰ کا مکّا

قرآنِ مجید میں حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کے مکّے کا ذکر آتا ہے۔ آپ نے ایک قبطی کو اس زور سے مُکّا مارا تھا۔ کہ اُس کی جان نکل گئی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فوکزہٗ موسٰے فقضٰی علیہ (پ ۲۰ سورۂ قصص) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس فرعونی کو ایک مکّا مارا۔ اور وہیں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بازو نہایت قوی اور مضبوط تھا۔ آپ میں اتنی طاقت اور قوت تھی۔ کہ آپ کا ایک ہی مُکّا مخالف کا کام تمام کرنے کے لئے کافی تھا:۔

حضرت طالوتؑ کا جسم

اسی طرح حضرت طالوت علیہ السّلام کی بھی خدا کے ایک نبی نے انہی الفاظ میں تعریف کی ہے۔ وزادہٗ بسطۃً فی العلم والجسم (پ ۲) یعنی خدا نے حضرت طالوتؑ کو علم و فہم میں بھی کافی ملکہ دیا ہے۔ اور یوں اُن کا جسم بھی نہایت توانا اور مضبوط بنایا ہے:۔

حضرت داؤدؑ کی طاقت

پھر حضرت داؤد علیہ السّلام کو بھی خدا نے قوتِ جسمانی نمایاں طور پر عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ وُہ فرماتا ہے۔ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید (پ ۲۳ سورۂ صٓ) ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو۔ جو صاحبِ قوت تھا۔ اور ہر طرح کی طاقت اپنے اندر رکھتا تھا۔ پس جسم کا مضبوط اور قوی ہونا اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان ہے:۔

امتِ محمدیہ کو ارشاد

اس کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے امتِ محمدیہ کو بالخصوص ارشاد فرمایا ہے:۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃٍ (پ ۱۰ سورۂ انفال) یعنی دُشمنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اندر جس قدر قوت پیدا کر سکتے ہو پیدا کرو کیونکہ اگر تُمہارا جسم نحیف اور کمزور ہوا۔ تو تم دشمنوں پر پُورا غلبہ بھی حاصل نہیں کرسکو گے:۔

قرآن مجید کے اس حکم سے اور حضرت موسیٰ۔ طالوت اور حضرت داؤد علیہم السّلام کی امثلہ سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس طرح انسان کو اپنی روحانی ترقی کے لئے مجاہدات کرنے چاہئیں۔ اسی طرح جسمانی بالیدگی اور نمو کے لئے بھی تمام احتیاطیں اور تدابیر عمل میں لانی چاہئیں۔ اور یوں عقلِ سلیم بھی اسی امر کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ انسانی جسم توانا اور مضبوط ہونا چاہیئے ورگرنہ ممکن نہیں۔ کہ انسان دین و دنیا کسی پہلو کے لحاظ سے بھی نمایاں ترقی کر سکے۔ دنیاوی اعزاز کا تبھی حصول ہوگا۔ جب بدن میں چستی و چالاکی اور مضبوطی و توانائی ہُوگی۔ اسی طرح رُوحانی مراتب کے حصول کے لئے بھی صحتِ جسمانی کا استحکام نہایت ضروری امر ہے۔ کیونکہ بیمار اور نحیف آدمی اس عمدگی سے عبادات اور ریاضاتِ روحانی میں حصہ نہیں لے سکتا۔ جس طرح ایک قوی الجثہ اور مضبوط آدمی لے سکتا ہے۔ پس جبکہ طاقتِ جسمانی اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت اور فضل ہُوا۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ وُہ رسول جس کے متعلق ربّ السمٰوات والارض نے فرمایا ہے۔ وکان فضل اللہ علیک عظیماً۔ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔ وہ اس نعمت اور الٰہی فضل سے محروم رہے۔ فضل بذاتِ خود ہر قسم کے مکارم و محاسن پر حاوی ہوتا ہے۔ پھر وُہ فضل جسے خدائے پاک عظیم الشان قرار دیتا ہے۔ اُس کا قیاس انسانی دماغ بھلا کہاں کرسکتا ہے۔ پس قوتِ جسمانی جو الٰہ العالمین کا ایک خاص فضل ہے۔ ناممکن ہے کہ اس فضل سے وُہ سید المرسلینؐ اور خاتم النبیینؐ محروم رہے جس کے متعلق خدا نے کہا ہے "میں نے تم پر بہت بڑے فضل نازل کئے"۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح روحانیت میں ایسے بلند مقام تک پہونچے ہوئے تھے۔ کہ کوئی انسان وہاں تک نہ پہونچا اور نہ پہونچ ہی سکتا ہے۔ اسی طرح جسمانی طاقت کے لحاظ سے بھی ایسی شان۔ اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ کہ انسان آپؐ کے کارہائے نمایاں پڑھکر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے:۔

غزوۂ خندق کا واقعہ

(۱) غزوۂ خندق کا عظیم الشان واقعہ اس اجمال کی دلآویز تفسیر ہے۔ اُس موقعہ پر جب دس ہزار لشکر کفار مدینہ پر حملہ آور ہُوا۔ تو حضرت سلمانؓ فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضوُر ہمارے ملک میں دستور ہے کہ جب دُشمن کثیر تعداد میں حملہ آور ہو۔ تو شہر کے چاروں طرف خندق کھودی جاتی ہے۔ آپؐ نے سُن کر صحابہ سے ارشاد فرمایا۔ کہ مدینہ کے چاروں طرف خندق کھود دی جائے۔ دس دس آدمیوں کی ٹولیاں بنائی گئیں۔ اور ہر ٹولی کو چالیس چالیس گز خندق کھودنے کا حکم دیا گیا۔ صحابۂ کرام پُورے زور سے خندق کھود رہے تھے۔ کہ اچانک ایک سخت پتھر درمیان میں حائل ہوگیا۔ صحابہؓ نے بہت کوشش کی۔ کہ کسی طرح ٹوٹ جائے۔ مگر نہ ٹوٹا۔ کسی کی ضرب وہاں کام نہ دیتی تھی۔ کدالیں مڑ گئیں۔ اور ہاتھ رہ گئے۔ مگر صحابہ اُس کو نہ توڑ سکے۔ جب صحابہؓ اُسے توڑنے سے عاجز آچکے۔ تو انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو حضوُرؐ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔ حضورؐ تشریف لائے آپؐ کو تین دن کا فاقہ تھا۔ اور پیٹ پر پتھر بندھا ہوُا تھا۔ مگر خدا کا نام لے کر آپؐ نے کدال ہاتھ میں پکڑی۔ اور پُورے زور سے ایک ضرب لگائی۔ اُس پتھر کو شگاف ہوگیا۔ اور اس میں سے روشنی پیدا ہوئی۔ آپؐ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ اور ساتھ ہی صحابہ نے نہایت اونچی آواز سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ آپؐ نے دوسری ضرب لگائی۔ جس پر پھر روشنی پیدا ہوئی۔ اور وُہ شگاف زیادہ وسیع ہو گیا۔ آپؐ نے تیسری ضرب لگائی۔ اور وہ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ غور فرمائیں۔ وُہ چٹان جس کے توڑنے سے صحابہؓ عاجز آچکے تھے۔ کس طرح آپ کی تین ضربوں سے ہی تودۂ خاک ہوکر رہ گئی۔ کیا یہ ثبوت آپؐ کی شہ زوری کا نہیں ہے:۔

رُکانہ کو پچھاڑنا

(۲) رکانہ عرب کا مشہور شہ زور پہلوان تھا۔ وُہ اپنے پچھاڑنے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کُشتی کی۔ اور اُسے تین بار لوگوں کے سامنے پچھاڑ دیا جس سے وُہ اسلام لانے پر مجبُور ہو گیا۔ (شفا قاضی عیاض صفحہ ۳۴)

صیامِ وصال

(۳) آپؐ کی قوتِ جسمانی کا اس امر سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ آپ اکثر وصالی روزے رکھا کرتے تھے۔ یعنی کئی کئی دن کا متصل افطار کئے بغیر روزہ رکھنا۔ آج اگر سحری کھا کر روزہ رکھا ہے۔ تو عام لوگوں کے ساتھ شام کو افطار نہ کرنا۔ بلکہ اگلی سحری بھی نہ کھانا۔ اور دوسری بلکہ بعض دفعہ تیسری شام جاکر روزہ افطار کرنا۔ ایسے روزے رکھنے سے آپؐ نے عامۃ المسلمین کو شدت سے منع فرمایا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ کہ آپؐ جو رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ وایکم مثلی۔ تم میں سے کون ہے جو مجھ جیسا ہو۔ یہ روزے آپؐ کی قوت جسمانی کا کھرا ثبوت ہیں۔ کیونکہ اگر آپؐ شاندار طاقتیں نہیں رکھتے تھے۔ تو ایسے

مجاہداتِ شاقہ کی کیا ضرورت تھی۔ آپؐ کا متصل کئی کئی دن افطار کئے بغیر روزے رکھنا دلیل ہے۔ کہ آپؐ بہت بڑی طاقتوں کے مالک تھے مگر علاوہ ان روزوں کے آپؐ اور بھی بہت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ہر مہینے تین روزے رکھتے۔ پھر شوال کے روزے رکھتے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا۔ کہ آپؐ ازواجِ مطہرات سے پوچھتے۔ کہ کچھ کھانے کو ہے۔ وُہ جواب دیتیں۔ کہ نہیں۔ آپؐ فرماتے۔ اچھا میں نے روزہ رکھ لیا ؛

دُو دُو زرہیں پہننا

(۴) پھر آپؐ کی قوتِ جسمانی کا اس امر سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپؐ لڑائیوں میں بعض دفعہ دو۔ دو زرہیں پہنکر جاتے۔ چنانچہ اُحد کے معرکہ میں آپؐ کے جسمِ مبارک پر دُو زرہیں تھیں۔ ایک زرہ کا بوجھ ہی بہت کافی ہوتا ہے۔ پھر دو کا کس قدر زیادہ بوجھ ہوگا مگر اس کے علاوہ آپؐ لڑائی کے موقعہ پر اکثر مغفر یعنی خود بھی پہنا کرتے تھے۔ دُو دُو زرہیں۔ اور خود پہنکر لشکر کفار سے مقابلہ کرنا آپؐ کی طاقتِ جسمانی کا بہت بین ثبوت ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ کا جسم ایسا مضبوط تھا۔ کہ مغفر اور زرہیں آپؐ کی پھرتی میں ایک رائی برابر بھی حارج نہیں ہو سکتی تھیں ؛

موئے مُبارک کی سیاہی

(۵) پھر آپؐ کی قوتِ جسمانی کا اس بات سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپؐ کی آخری عمر ہوگئی۔ مگر صرف چند بال آپؐ کی کنپٹیوں پر سفید آئے۔ اسی طرح ریش مبارک میں بھی صرف گنتی کے چند بال سفید ہونے پائے۔ باقی تمام بال سیاہ رہے۔ آج کل کے نوجوان اگر اپنے سروں کو دیکھیں گے۔ تو انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر مضبوط قویٰ رکھتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں تو تیس برس سے پہلے ہی لوگوں کو سفید بال آنے شروع ہو جاتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کہ آخری عمر میں بھی صرف چند بال ہی کچھ سفید آئے۔ باقی تمام بال بدستور سیاہ رہے ؛

قیام اللیل

(۶) پھر رات کو آپؐ جب نماز کے لئے اُٹھتے تو بعض اتنی دیر کھڑے رہتے۔ کہ آپؐ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہوگیا۔ مجھے اس قدر تکلیف ہوئی۔ کہ قریب تھا۔ میں بیٹھ جاتا۔ اور آپؐ کو اکیلا چھوڑ دیتا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے بھی ایک رات آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپؐ نے سورۃ بقرہ شروع کر دی۔ جب وُہ ختم کی تو سورۃ نساء شروع کر دی۔ پھر آل عمران شروع کی۔ گویا ایک ہی رکعت میں پانچ سیپاروں سے زیادہ کی تلاوت فرمائی ؛ آپ ٹھیر ٹھیر کر پڑھتے۔ جب تسبیح کی آیت پر پہونچتے۔ تو اللہ کی تسبیح فرماتے۔ جب سوال پر پہونچتے۔ تو اللہ سے دعا مانگتے اور جب تعوذ پر پہونچتے۔ تو اعوذ پڑھتے۔ پھر رکوع کیا۔ اور وہ بھی قیام کے قریب قریب تھا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہٗ کہکر کھڑے ہُوئے۔ تو وُہ بھی رکوع جتنا قیام کیا۔ پھر سجدہ کیا۔ اور وہ بھی قیام جیسا یہ نماز تھی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پڑھا کرتے تھے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپؐ کے اندر کتنی طاقت تھی آپؐ کا اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھنا۔ ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ سیپاروں تک کی تلاوت فرمانا۔ اور وہ بھی جلدی نہیں۔ بلکہ ٹھیر ٹھیر کر اور ترتیل کے ساتھ پڑھنا۔ جہاں آپؐ کی محبت باللہ کا ثبوت ہے وہاں آپؐ کی قوتِ جسمانی کا بھی یقینی ثبوت ہے کیونکہ کوئی کمزور آدمی اتنی لمبی دیر تو کجا۔ اس سے چوتھائی حصہ کے برابر بھی کھڑا نہیں ہو سکتا ؛

اُونٹوں کا نحر

(۷) پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ جسمی کا اس بات سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ کے ساتھ قربانی کے لئے سَو اونٹ تھے۔ آپؐ نے منیٰ میں اپنے دستِ خاص سے ۶۳ اونٹ نحر کئے اور باقی ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ کے سپرد کر دئے۔ کہ وُہ ذبح کریں۔ اونٹ کا نحر کرنا بذاتِ خود بہت طاقت چاہتا ہے۔ پھر وُہ شخص جو ۶۳ اونٹوں کو لگاتار نحر کرے کس قدر قوتِ جسمانی کا مالک ہوگا۔ اس کا قیاس ہر شخص خود کر سکتا ہے ان چند واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس عظیم الشان طاقت وقوت کے مالک تھے۔ مگر یہیں تک بس نہیں بلکہ آپؐ کی طاقت کے اور بھی بہت سے کرشمے ہیں ؛

غزوۂ بدر

(۸) غزوۂ بدر کی گھمسان لڑائی میں جب تین سو بے سر و سامان مسلم ایک ہزار با ساز و سامان فوج سے معرکہ آرا تھے۔ اور نہتے مسلمانوں کے قدم لشکر کفار کے پیہم حملوں سے ڈگمگا جاتے تھے۔ اور کفار اپنے زور و کثرت سے بپھرتے چلے آرہے تھے۔ تو اُس وقت تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ مسلمان دوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پہلو میں آتے۔ اور مرکزِ نبوت ہی کے دامن میں آکر پناہ لیتے تھے۔ اور وہاں ہمہ نبوت کا کوہِ وقار اپنی جگہ پر قائم رہا۔ اور ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹا۔ حضرت علیؓ جن کے دست و بازو نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ کہتے ہیں۔ کہ بدر میں جب زور کا رن پڑا۔ تو ہم لوگوں نے آپ ہی کی آڑ میں آکر پناہ لی۔ آپؐ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ اور مشرکین کی صف سے اُس دن آپؐ سے زیادہ کوئی شخص قریب نہیں تھا۔ (مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

مدینہ میں شور

(۹) ایک دفعہ مدینہ میں شور ہوا۔ کہ دشمن آگیا۔ لوگ مقابلہ کے لئے طیار ہوگئے۔ لیکن سب سے پہلے جو شخص آگے بڑھ کر نکلا وُہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ جلدی میں آپؐ نے اس امر کا بھی انتظار نہیں کیا۔ کہ گھوڑے پر زین کسی جائے۔ بلکہ اس کی برہنہ پشت پر سوار ہو کر آپؐ تمام خطروں کے مقامات میں گشت لگا کر واپس آگئے۔ اور لوگوں کو تسکین دی۔ کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ جس پر تمام لوگ بہ اطمینان گھروں میں بیٹھ گئے ؛

(بخاری باب الشجاعۃ فی الحرب)

رسُول اللہ کا عزم و استقلال

(۱۰) غزوۂ اُحد میں آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ لیا۔ سب نے حملہ کی رائے دی۔ اور گو آپؐ کی رائے یہ تھی۔ کہ مدینہ میں ہی رہکر دشمن کی مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے سے فیصلہ ہوا۔ کہ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ لیکن جب آپؐ زرہ پہنکر طیار ہو گئے۔ تو لوگوں نے اپنی غلطی محسوس کی۔ اور انہوں نے آپؐ سے رُک جانے کے لئے عرض کیا۔ مگر آپؐ نے بڑے جوش اور جلال سے فرمایا۔ "پیغمبر زرہ پہنکر اُتار نہیں سکتا۔" (بخاری)

اُبی بن خلف کی ہلاکت

(۱۱) اُبی بن خلف آپؐ کا سخت دشمن تھا۔ بدر میں فدیہ دیکر رہا ہُوا۔ تو ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا گیا۔ کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے۔ جس کو میں ہر روز جوار کھلایا کرتا ہوں۔ اُسی پر چڑھکر محمدؐ کو قتل کروں گا۔ غزوۂ اُحد میں اسی گھوڑے کو اڑاتا۔ اور صفوں کو چیرتا ہُوا آپؐ کے پاس پہونچ گیا۔ مسلمانوں نے چاہا۔ کہ اُس کو درمیان میں روک لیں۔ مگر آپؐ نے منع فرمایا۔ اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے نیزہ لیکر اس کی طرف بڑھے۔ اور آہستہ سے اس کی گردن میں آپؐ نے انی چبھو دی۔ وُہ چنگھاڑ مار کر بھاگا۔ لوگوں نے کہا۔ یہ تو کوئی بڑا زخم نہیں۔ اس نے کہا سچ ہے۔ لیکن یہ محمدؐ کے ہاتھ کا زخم ہے۔ بعد میں وُہ اسی زخم کی تکلیف کی وجہ سے ہلاک ہو گیا ؛

(شرح شفا قاضی عیاض جلد ۱ صفحہ ۴۲۳ بحوالہ بیہقی)

جنگ حنین میں آپؐ کی شجاعت

(۱۲) غزوۂ حنین میں جب قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کی فوج پر تیروں کی بوچھاڑ کی۔ تو مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا۔ اور پھر تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے مسلمانوں کی کثیر التعداد فوج دفعتہً میدان سے نکل بھاگی اکثر صحابہ کے بھی قدم اکھڑ گئے۔ لیکن صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے۔ جو نہایت سکون اور اطمینان سے چند جاں نثاروں کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ فادبروا حتی بقی وحدہٗ سب لوگ ٹل گئے۔ مگر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ تیروں کا مینہ برس رہا تھا۔ بارہ ہزار فوج ہوا ہو گئی تھی۔ اور دشمنوں کی تمام فوج کا نشانہ صرف آپؐ ہی کی ذاتِ پاک رہ گئی۔ مگر یہاں ہمہ پائے اقدس میں لغزش نہیں آئی حضرت براءؓ جو اس معرکہ میں شریک تھے وہ فرماتے ہیں۔ کہ خدا کی قسم جب لڑائی پُورے زور پر ہوتی تھی۔ تو ہم

لوگ آپؐ ہی کے پہلو میں آکر پناہ لیتے تھے۔ اور ہم میں سب سے بڑا بہادر وُہ شخص شمار ہوتا تھا۔ جو آپؐ کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم غزوہ حنین)

یہ جرأت۔ یہ عزم و استقلال اور شجاعت سب اسی وجہ سے تھی کہ آپؐ کے قوے نہایت مضبوط تھے۔ اور آپؐ طاقتِ جسمانی کے لحاظ سے بھی وحید العصر اور یگانۂ روزگار تھے۔

رسول اللہؐ کی قوت طبّی نقطۂ نگاہ سے

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ جسمی کا اس امر سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ اطبا ۳۵ سے لیکر ۶۰ برس تک کی عمر کے زمانہ کو سن الانحطاط یا سن الکھولت کہتے ہیں۔ اس میں انسانی جسم کمزور ہوجاتا ہے۔ مگر آپؐ کی طاقت کا یہ حال تھا۔ کہ آپ نے باوجود عمر کے انحطاط کے سن کہولت میں ہی متعدد شادیاں کیں۔ حتےٰ کہ آخری عمر میں آپ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد نو تک پہونچ گئی تھی۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر حیران کُن بات یہ ہے۔ کہ حدیثوں میں آتا ہے۔ بعض مرتبہ آپؐ ایک ہی رات میں اپنی ساری بیویوں کے پاس سے ہو آتے تھے پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ آپؐ مشک و عنبر یا مقویات و محرکات استعمال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ روکھی سوکھی روٹی اور پانی پی کر اپنا پیٹ بھر لیتے تھے۔ اور پھر غذا کی اس کمی کے باوجود آپ لگاتار روزے اور بعض دفعہ وصالی اور بعض دفعہ نفلی روزے رکھتے۔ کھانے کو کچھ نہیں۔ بیویوں کی کثرت ہے۔ عمر کا انحطاط ہے۔ پھر بھی طاقت کا یہ حال کہ آپؐ بعض دفعہ اس ادھیڑ عمر میں بھی تمام بیویوں کے پاس سے ایک ہی رات میں ہو آتے ہیں:

رسول اللہؐ کی پاکیزہ جوانی

اس طاقت و قوت سے جو بڑھاپے میں آپؐ کے اندر تھی ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جوانی اور شباب کے عالم میں آپؐ کے اندر کس قدر قوت اور مردانگی ہوگی۔ بھلا وُہ جو بڑھاپے میں اس قدر طاقت رکھتا ہو۔ جوانی کی حالت میں کیسا ہوگا۔ مگر باوجود اتنی طاقت کے آپؐ کی جوانی ایسی پاکیزہ تھی۔ اور آپؐ کا شباب ایسا بے عیب تھا۔ اور آپؐ کی بلوغت ایسی بے داغ تھی۔ کہ آپؐ نے تمام معاندین کو چیلنج دیا۔ کہ میرا کوئی عیب ظاہر کرو۔ لیکن وُہ لوگ جو آپکو ہر طرح نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اس کے جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ یہ صداقت اور راستبازی کا کھلا کھلا ثبوت ہے۔ اور یہ اس امر کا بھی ثبوت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر قوتِ جسمانی آپؐ کے بے نظیر تقوےٰ اور طہارت کی دلیل ہے

مسلمانوں کے لئے سبق

مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ وُہ امت جس کا بانی اتنی طاقتِ جسمانی رکھتا ہو۔ وُہ خدام جن کا سردار اتنا مضبوط ہو۔ وُہ جماعت جس کا امام ایسا قوی ہو۔ اُس امت۔ جماعت اور خدام کے گروہ کو بھی اپنے آقا اور رسول کی اقتدار میں کس قدر جسمانی قوتے کی مضبوطی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ بلکہ آج تو زمانہ وُہ ہے۔ کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ اس لئے موجودہ زمانہ میں بالخصوص قوتِ جسمانی کے استحکام کا خیال رکھنا مسلمانوں کے لئے ضروری امر ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کامل توفیق عنایت فرمائے:

بائیبل کا محمدیم

از ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب مبلغ امریکہ و (فاضل السنہ عبرانی۔ کلدانی و سریانی)

(۱) عیسائیوں کی بائبل نے صدہا نہیں ہزارہا تغیرات دیکھے۔ روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ ساری بائیبل گم ہوگئی۔ وہ زمانہ چھاپہ خانوں کا نہ تھا۔ کہ بہت سے نسخے موجود ہوتے۔ ایک ہی نسخہ ہیکل میں تھا۔ جو ہیکل کے ساتھ تباہ ہوگیا۔ یہ شرف اور فضیلت تو قرآن شریف ہی کو ہے۔ کہ اس پاک کتاب کے ہزاروں نہیں لاکھوں حافظ ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ بائیبل کا کوئی حافظ نہ تھا۔ جب قلمی نسخہ گم ہوگیا۔ تو پھر باقی کیا رہنا تھا۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد ایک نبی نے بذریعہ الہام اس کو پھر لکھا۔ پھر اس کے بعد بڑے بڑے انقلاب آئے۔ قلمی نسخہ لکھنے والوں نے اپنے پاس سے تشریحاً عبارتیں بڑھادیں۔ یہودیوں کے مختلف فرقوں نے ایک دوسرے کی مخالفت میں بائیبل میں ایزادیاں اور کمیاں کردیں۔ ترجمے در ترجمے نے اس کی شکل کو بدلا۔ طرز تحریر کے اقسام نے تغیر پیدا کیا۔ غرض بائیبل نے بہتیرے رنگ بدلے۔ مگر قربان جاؤں حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ کہ آپؐ کے متعلق جو پیشگوئیاں بائیبل میں تھیں۔ وہ باوجود عیسائیوں اور پادریوں کی سخت عداوتوں اور دشمنیوں کے بائیبل میں موجود رہیں۔ بالخصوص آپ کا اسم گرامی محمد کتاب غزل الغزلیات باب ۵ آیت ۱۶ میں اب تک موجود ہے۔ اور صداقت محمدیہ کے واسطے ایک زبردست دلیل عیسائیوں کے گھر میں موجود ہے۔ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ اُسی اسم مبارک کی برکت ہے۔ جو بائیبل کے لاکھوں نسخے چھپتے اور شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور دنیا بھر میں پہنچتے رہتے ہیں۔ اس پیشگوئی میں جو اصل عبرانی میں ایک نظم میں بیان کی گئی ہے جس کو شیر اشیریم کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سرو پا دیا گیا ہے۔ اور آپ کو دس ہزار قدوسیوں کا سردار بتلایا گیا ہے۔ یہ وہ تعداد ہے۔ جو ایک جہاد میں آپ کے ماتحت تھی۔ اور آپ دس ہزار جان قربان کرنے والے اصحاب سپاہیوں کے کمان افسر تھے۔ اس پیشگوئی میں آپ کو خدا کا سب سے پیارا بتلایا گیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو تاکید کی گئی ہے۔ کہ اس کا ادب کریں۔ اور اطاعت کریں جو علامات و نشانات اس پیشگوئی میں بتلائے گئے ہیں۔ وہ سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کسی شخص پر چسپاں نہیں ہوسکتے۔ اس پیشگوئی میں آپ کا اسم شریف صاف لفظوں میں محمدؐ لکھا ہے۔ یم عبرانی میں جمع کی علامت ہے۔ اور ادب کے طور پر واحد کو بھی جمع بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا کے واسطے الوہا کا لفظ ہے۔ لیکن لکھنے میں عموماً الوہیم بصیغۂ جمع آتا ہے۔ حالانکہ یہودی مذہب توحید کا نہایت سختی سے قائل ہے۔ وہ ہمیشہ صرف ایک خدا کو مانتے ہیں۔ مگر الوہیم جمع میں صرف ایک خدا کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ وہاں بھی یم بطور ادب کے خدا کے نام کے ساتھ بڑھایا گیا ہے۔ ایسا ہی اردو میں بھی بعض لوگ کہتے ہیں۔ اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ ہیں جمع کا صیغہ ہے مگر خدا تعالےٰ کے واسطے بطور ادب کے استعمال کیا گیا ہے بائیبل میں حضرت رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے بہت سی پیشگوئیاں یسعیاہ نبی کے کلام میں اور زبور کی نظموں میں کئی ایک گیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں گائے گئے ہیں۔ اور کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ کی پیشگوئی بہت ہی صاف ہے۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ موسےٰ کا مثیل صاحب شریعت نبی پھر بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا۔ بلکہ اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اور بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہی ہیں۔ اس کے سوائے اور بھی کئی پیشگوئیاں ہیں۔ اور انجیل میں بھی پیشگوئیاں ہیں۔ مگر سب سے بڑھ کر میرے خیال میں پیشگوئی لفظ محمدیم والی ہے۔ کیونکہ اس میں رسولِ پاک کا نام بصراحت درج ہے۔ اور دوسرے علامات اور نشانات بھی ایسے ہیں۔ جو سوائے حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کسی پر منطبق نہیں ہوسکتے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وبارک:

ہندو کی نعت

از جناب منشی لچھمی نرائن صاحب سخا - بی - اے - سابق فوجدار شہر جے پور

ترا مدّاح ہوں مجھ پر نظر - یوں ہو تو بہتر ہے
نبی کا عشق ہو دردِ جگر - یوں ہو تو بہتر ہے
ستائے جائیں جو عشاق احمدؐ کو ستاتے ہیں
انہیں سے دین و دنیا ہیں انہیں کے دین و دنیا ہیں
محمدؐ کو اِدھر مانو اُدھر اللہ کو جانو
سنا آئے مِری نعت اور مِرا انعام لے آئے
نظر انسان کی ہر دم نبی کے نقشِ پا پر ہو
یہ وہ ہے مر گیا جو روتے روتے ہجرِ احمدؐ میں
نبی کا بحرِ رحمت جوش سے خود آملے اس میں
کلامِ حق ہو تفسیرؔ احدیث پاک توضیحاً
یہ داغِ عشق احمدؐ اک سند کافی ہے محشر تک
کبھی ہو یادِ کاکُل اور کبھی یادِ رخِ احمدؐ
رضا تسلیم ہے لیکن محمدؐ تیرے میں اُن کا
ادب سیکھو کرو ہر ہر قدم پر شوق کے سجدے
خدا کے عشق میں انسان خاکی خاک ہو جل کر
اِلٰہی ہوں یہ سرد آہیں مدینے کی ہواؤں میں
محمدؐ ہوں میرے دل میں محمدؐ میری آنکھوں میں
خدا کی بندگی یہ ہے کہ اول عشق احمدؐ ہو

اب اَعدا پر نبی مجھکو ظفر - یوں ہو تو بہتر ہے
خدا کا فضل اپنا چارہ گر - یوں ہو تو بہتر ہے
اگر دنیا میں نازل اب ضرر - یوں ہو تو بہتر ہے
بشر گر بندۂ خیر البشر - یوں ہو تو بہتر ہے
اِدھر یوں ہو تو بہتر ہے اُدھر - یوں ہو تو بہتر ہے
صبا تیرا مدینہ میں گذر - یوں ہو تو بہتر ہے
سفر یوں ہو تو بہتر ہے حضر - یوں ہو تو بہتر ہے
جو میری قبر پر کم نوحہ گر - یوں ہو تو بہتر ہے
مرا اشک رواں رشک گہر - یوں ہو تو بہتر ہے
یہ بزم وصف احمدؐ رات بھر - یوں ہو تو بہتر ہے
ہماری طرح کوئی بے خطر - یوں ہو تو بہتر ہے
بسر عشاق کی شام و سحر - یوں ہو تو بہتر ہے
مری فریاد میں یا رب اثر - یوں ہو تو بہتر ہے
حرم والو مدینے کا سفر - یوں ہو تو بہتر ہے
محمدؐ مصطفٰے کی خاک در - یوں ہو تو بہتر ہے
ترے محبوب کو میری خبر - یوں ہو تو بہتر ہے
خدا کا نور یعنی سر بسر - یوں ہو تو بہتر ہے
خدا کا عشق کیا کہنا مگر - یوں ہو تو بہتر ہے

محمدؐ نور ایماں ہیں انہیں دل میں جگہ دیجے
سخاؔ ایمان دل میں جلوہ گر - یوں ہو تو بہتر ہے

ہنگامۂ حیات

نتیجۂ فکر مولوی خدا بخش صاحب اظہر امرتسری
مدیر "ترجمانِ سرحد" راولپنڈی

اے وہ کہ تو ہے باعثِ خاموشیٔ ممات
تیری صدا ہے خالقِ ہنگامۂ حیات

تیرا غضب سعیرِ ہلاکت کا پردہ دار
تیرا کرم بہشت کا آئینۂ حیات

تیرا سکوں خدائے حقیقی کا آشنا
تیرا عمل - عدوئے ربوبیتِ منات

تیرا وجود صبحِ حقیقت کا آفتاب
تیرا ظہور خاتمِ شامِ توہمات

اُمّی لقب فصیحِ زماں - منبعِ علوم
بیکس یتیم - شاہِ امم فخرِ کائنات

انسانیت نے دیکھ لیا جس میں اپنا حُسن
اے مصطفٰے وُہ ہے ترا آئینۂ صفات

ظاہر اگر نہ ہوتا ترا آفتابِ علم
کٹتی تھی کب جہالت و عصیاں کی تیرہ رات

تیرا طریقِ کار ہے وُہ غازۂ فروغ
پُر نور جس سے ہو گیا رخسارِ کائنات

حائل رہا خدا و بشر کے جو درمیان
تُو نے اُٹھا دیا وُہ حجابِ توہمات

اب بھی تو جلوہ گر ہے فیوضِ دوام میں
یعنی ہے تیری ذات پسِ پردہ صفات

اظہرؔ نبی کے عشق میں مر جاؤں میں اگر
تربت ہو میری سجدہ گہِ شاہدِ حیات

بیاض نور الدین رضؓ

حضرت حکیم الامتہ مولٰینا نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل کے

مجرّبات کا نادر مجموعہ جو آپ کے قلم مبارک کا تحریر کردہ ہے چھپ کر شایع ہو چکا ہے۔ قیمت حصہ اول بیجلد عہ۔ مجلد ۱۲ ؎

ملنے کا پتہ:۔ دفتر قاعدہ یسرنا القرآن قادیان (پنجاب)

المشتہر:۔ عبد السلام عمر ابن حضرت حکیم الامتہ خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ

اس سے بڑھ اور کیا شہادت ہوسکتی ہے

سرمہ کے تمام اشتہار دینے والوں کو چیلنج۔ کوئی اشتہار دینے والا اسکے مقابلہ میں اس قسم کی سندات پیش کرے

(۱) تریاق چشم رجسٹرڈ

کے متعلق ہندوستان بھر کے بہت بڑے بڑے خاص ماہر امراض چشم ولایت کے سندیافتہ ڈاکٹر کیپٹن ایس اے فاروقی (سرکاری اعلیٰ افسر) ایم ڈی ای۔ ایس کا سرٹیفکیٹ (ترجمہ)

"میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ مرزا حاکم بیگ ساکن گجرات (پنجاب) کا تیار کردہ "تریاق چشم" میں نے اپنے چند بیماروں پر آزمایا۔ اور اسے آنکھوں کے زخم۔ پانی بہنا اور ککرہ کے لئے بہت مفید اور مؤثر پایا۔ اس کے اجزاء امراض چشم کے لئے بہت مشہور ہیں۔ اور ان اجزاء کی مقدار ہر طرح صحیح اور ٹھیک نسبت سے ملائی گئی ہے موجد تریاق چشم کے تیار کرنیکا طریق زمانہ حال کے مروجہ طریقہ کے مطابق صاف اور ستھرا ہے"

دستخط: S. M. A. Farooqi

(ایس۔ ایم۔ اے فاروقی کیپٹن ایم ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔ ایم۔ ایم۔ ایل اوتھلمک سپلشٹ حال میجر آفیسر کمانڈنگ لاہور چھاونی)

(۲) نقل ترجمہ انگریزی سارٹیفکیٹ

صاحب سول سرجن بہادر کیمبل پور

میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ میں نے تریاق چشم جسے مرزا حاکم بیگ صاحب نے تیار کیا ہے میں نے گجرات اور جالندھر میں اپنے ماتحتوں یعنی ڈاکٹروں اور دوستوں میں بھی تقسیم کیا۔ اور میں نے سفوف مذکور کو آنکھوں کی بیماریوں بالخصوص ککروں میں نہایت مفید پایا ہے۔ جیساکہ دیگر سارٹیفکیٹوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ قیمت تریاق چشم فی تولہ پانچ روپے۔ آٹھ آنے محصول ڈاک و پیکنگ بذمہ خریدار۔

المشتہر

مرزا حاکم بیگ احمدی موجد "تریاق چشم" رجسٹرڈ

گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات پنجاب

احمدیہ سالانہ جلسہ

کے موقع تک اونی ریشمی سوتی کپڑاجات مفصلہ ذیل رعایت پر دیئے جائینگے جلد آرڈر دیں ورنہ پھر یہ موقع نہ ملیگا نیز پانچسو روپیہ نقد انعام اسکو ملے گا جو ہمارے خالص اونی مال میں سوت ثابت کردے

	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
ریشمی مشہدی لنگی ۶ گز	۵ر روپیہ	۴ر
ریشمی امیرانہ صافہ "	۵ر "	۴ر
چینی سوتی پشاوری لنگی "	۳ر "	۲ر
پشاوری کلاہ مخملی وکناویزی زریدار گول	۳ر۔ ۲ر۔ ۵ر	۲ر۔ ۲ر۔ ۳ر
امیرانہ بستر نما تولیہ پھولدار ۱½ × ۲ گز	" ۵ر	۴ر
اوڑھنے کی خالص اونی فرد ۳ × ۱½ گز	" ۱۴ر	۱۳ر
خالص اونی سوئٹر ویل اور پھولدار مردانہ	" ۶ر	۱۰ر
خالص اونی مفلر گلوبند پھولدار وسادہ	۵ر۔ ۱۰ر	۴ر۔ ۸ر
خالص اونی گرم سٹاکنگ لانگ پھولدار	۳ر۔ ۲ر	۲ر۔ ۲ر

ملنے کا پتہ

علی برادر اینڈ کمپنی سرنگی کلاہ وجراب گروہ لدھیانہ انڈیا

سرمہ نور رجسٹرڈ

اگر مفید نہ ہو تو بیشک ایک ہفتہ کے اندر واپس کر دیں

دو پیسہ کا ٹکٹ بھیج کر نمونہ مفت طلب کریں۔

قادیان کا قدیمی مشہور عالم اور بے نظیر تحفہ برابر تیس سال سے اپنی صداقت کی شہرت حاصل کر رہا ہے حضرت حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح اول کا ہی نسخہ ہے جو کہ دھند۔ غبار۔ جالا پھولا۔ ککرے سرخی۔ آشوب خارش پانی بہنا ضعف بصر۔ اندھراتا۔ پڑبال۔ ابتدائی موتیا بند۔ گوہانجنی وغیرہ وغیرہ غرض کل امراض چشم کا بفضل تعالےٰ

— واحد علاج ہے —

قیمت فی تولہ دو روپے۔ عہ

ملنے کا پتہ

شفاخانہ رفیق حیات قادیان پنجاب

NIZAM'S

رجسٹرڈ پیٹنٹ تھری سپلائیڈ ہاکی سٹکس دنیا بھر کی بہترین ہاکی سٹکوں میں سے ایک ہی ہاکی ہے۔ جو بلحاظ مضبوطی خوبصورتی میچ جیتنے والے پلیئرس کے لئے ایک یقینی آلہ ہے۔ نصف قیمت پر دی جائیگی۔

پرائس لسٹ مفت طلب فرمادیں:

نظام اینڈ کو سیالکوٹ

سات بے بہا تحائف

سرمہ نورافزا رجسٹرڈ

یہ بے نظیر سرمہ قیمتی اجزا سے مرکب ہے۔ بینائی کو قائم اور آنکھوں کو مختلف عوارض سے محفوظ رکھنے میں یہ سرمہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ آنکھوں کے جملہ امراض۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ گکرے۔ پھولا۔ خارش چشم آنکھوں سے پانی آنا۔ لیسدار رطوبت کا نکلنا۔ پرانی سرخی۔ ابتدائی موتیا بند وغیرہ۔ غرض کل امراض کا واحد علاج ہے جو لوگ کثرت مطالعہ اور باریک بینی سے قوت بینائی کمزور کر بیٹھے ہوں یا عینک کے عادی ہو کر قدرتی طاقت کو بیکار کر دیا ہو۔ انہیں اس سرمہ کا استعمال ضرور کرنا چاہئے۔ یہ سرمہ جملہ شکایات چشم دور کر کے آئندہ آنیوالے عوارض سے آنکھ کو محفوظ رکھتا ہے جنکی نظر روز بروز کمزور ہوتی ہو۔ وہ اس سرمہ کے استعمال سے زائل شدہ طاقت کو بحال کر لیں۔ اس بے نظیر سرمہ کے استعمال کے بعد انشاء اللہ آپکو پھر کسی اور سرمہ کی تلاش نہ رہیگی۔ قیمت فی تولہ (عگر)

طاقت کی بے نظیر گولیاں "حب رحمانی" رجسٹرڈ

یہ گولیاں عجائبات طب سے ہیں۔ اور اپنے اندر بے انداز برقی اثر رکھتی ہیں۔ طالبان صحت و تندرستی کے لئے انکا استعمال ازبس ضروری اور لابدی ہے "حب رحمانی" کشتہ سونا کشتہ چاندی۔ کشتہ فولاد۔ موتی۔ زعفران۔ جدوار اور مشک سے مرکب ہے۔ قوت کیسی ہی کمزور پڑ گئی ہو۔ پٹھے اپنے کام سے جواب دے چکے ہوں۔ اور آرام و راحت کا مقابلہ تلخ زندگی سے ہو۔ ایسی حالت میں انشاء اللہ صرف "حب رحمانی" ہی ساتھ دیگی۔ حرارت غریزی کمزور ہو کر تمام بدن پر پژمردگی چھائی ہوئی ہو۔ اور کمزوری دل نے نیم جان بنا دیا ہو۔ تو ایسی حالت میں بالخصوص "حب رحمانی" ہی مفید ہوگی۔ غرض تمام جسم اور خصوصاً اعضائے رئیسہ کو قوت دیکر از سر نو تازگی پیدا کر دیگی۔ ان گولیوں کے فوائد عجیبہ اور تاثرات غریبہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ صرف اس قدر بس ہے کہ یہ بے نظیر و نایاب تحفہ جسمانی مریضوں کیلئے آبحیات سے بڑھکر زندگی بخش ہے قیمت حب رحمانی۔ ایک ماہ چھ روپے (لعہ)

حب راحت

عورتوں کی بیماری

یہ بات درست ہے۔ کہ جب تک ایام ماہواری بیقاعدہ ہوں۔ اولاد کا ہونا مشکل ہے۔ ہزاروں مستورات آئے دن اسی مشکل میں رہتی ہیں۔ کہ حیض کے دنوں میں بیقاعدگی ایام سے کم یا زیادہ دنوں میں حیض آتا ہے۔ اور وہ بھی تھوڑا یا زیادہ آتا ہے۔ جی متلانا تمام بدن میں تکلیف ہونا۔ سر چکرانا۔ پھوڑے پھنسی خرابی خون حمل کا نہ ٹھہرنا ان تکلیفات سے بچنے کیلئے ہماری تیار کردہ "حب راحت" استعمال کریں۔ انشاء اللہ ایام ماہواری کی تکلیف سے نجات ہوگی۔ قیمت دوائی "حب راحت" ایک ماہ (عگر)

حب مقوی اعصاب

فولاد کی گولیاں

یہ گولیاں پٹھوں کو قوت دیتی ہیں۔ بدن کی عام کمزوری کو دور کرتی ہیں۔ جوڑوں کا درد۔ دردِ کمر۔ تمام بدن کا درد۔ ان گولیوں کے استعمال سے دور ہوتا ہے۔ یہ گولیاں خون پیدا کرنے چست و توانا بنانے رنگ سُرخ کرنے اور دماغ کے لئے خاص علاج ہیں ۞
قیمت پچیس گولیاں ایک روپیہ ۞

تریاق زعفرانی

تریاق زعفرانی خدا کے فضل سے امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے۔ اعضائے رئیسہ خواہ کیسے ہی کمزور ہوں۔ نسیان ہو۔ معدہ کمزور ہو۔ دل دھڑکتا ہو۔ کمزوری جگر کی وجہ سے بدن میں خون کم ہو۔ رنگ زرد ہو۔ سر چکراتا ہو۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہو۔ طاقت کمزور پڑ گئی ہو۔ وغیرہ۔ غرض امراض مندرجہ بالا نے زندگی دوبھر کر دی ہو۔ اور نشاط کو بے لطف کر دیا ہو۔ تو تریاق زعفرانی کا استعمال انشاء اللہ تعالےٰ نہایت مفید اور آرام پہونچانے کا موجب ہوگا:
قیمت فی ڈبیہ (عار)

خدا کی نعمت "نرینہ اولاد"

۱۹۱۰ء میں خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب نے میری شادی کرائی۔ بعد ازیں میرے گھر یکے بعد دیگرے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ چونکہ مولوی صاحب تمام مخلوق کیلئے رحمت تھے۔ آپ میرے ساتھ بھی مہربانی فرماتے۔ کیونکہ ۱۹۰۴ء سے میں آپکے پاس رہنا شروع کیا تھا۔ آپ مجھے پڑھاتے۔ اور شفقت فرماتے رہے۔ ایک روز طب کا سبق پڑھاتے ہوئے مجھ سے فرمایا "میاں بچے! تمہارے گھر لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ بیماری ہے۔ یہ نسخہ بنا کر استعمال کرو۔ خدا کے فضل سے لڑکے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ عجیب علاج ہے" میں نے خیال نہ کیا۔ پھر میرے گھر تیسری لڑکی تولد ہوئی۔ تب میں نے آپ کی بتائی ہوئی دوائی استعمال کی۔ اس کے استعمال کے بعد خدا کے فضل سے تین لڑکے ہوئے۔ میں نے اپنے کئی دوستوں کو یہ دوائی کھلائی۔ انکے ہاں بھی اللہ تعالےٰ نے نرینہ اولاد عطا فرمائی۔ جن دوستوں کو نرینہ اولاد کی خواہش ہو۔ یہ دوائی منگا کر استعمال کریں۔ خدا کے فضل سے اولاد نرینہ ہوگی ۞ قیمت چھ روپے آٹھ آنے (لعہ)

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہو۔ یا بچے مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کو عوام اٹھرا۔ اور اطباء اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس مرض کیلئے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجربہ اٹھرا گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ آپ کی یہ گولیاں بہت ہی مقبول مجرب اور مشہور ہیں۔ اور ان اندھیرے گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ کئی خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ توانا۔ تندرست۔ اور اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہو کر والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنے (عہ)
شروع حمل سے آخر رضاعت تک قریباً ۹ تولہ گولیاں خرچ ہوتی ہیں۔ ایکدفعہ منگانے پر فی تولہ ایک روپیہ لیا جائیگا

پتہ :- عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان (پنجاب)

حبّ اٹھرا چشمۂ زندگی

اسقاط حمل کا نہایت مجرّب علاج ہے

انگریزی میں اسکو ابارٹن (abortion) یا مس کیرج (Miss carriage) کہتے ہیں

اٹھرا کی بیماری دنیا میں نہایت بدترین بیماری ہے۔ اس سے ہزاروں گھر خالی پڑے ہیں۔ اور بیشمار گھرانے مایوس ہوکر ہمت توڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ پچھلے زمانہ میں اسکو بیماری نہیں سمجھا گیا تھا۔ اور موجودہ وقت میں بھی بیخبر لوگ اسکو سایہ گنڈا وغیرہ مشرکانہ حرکت میں شامل کرتے۔ اور تعویز گنڈوں کی طرف رجوع ہوکر اپنا قیمتی وقت اور روپیہ کو ضائع کرتے ہیں جسکا آخری نتیجہ سوائے مایوسی کے نہیں ہوتا۔ ان مشرکانہ باتوں سے ایمان کے درخت کی جڑ کھوکھلی کر لیتے ہیں خدا پر ایمان رکھنے والے اسکے بتائے ہوئے اسباب پر نظر ڈالتے ہوئے اپنی ہر ایک کامیابی کو سامنے دیکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے لکل داءٍ دواءٌ۔ علاج کی طرف رجوع کروگے تو خدا بھی مدد کریگا۔ اور جلدی کامیابی کا مُنہ دیکھ لوگے۔ یاد رکھو مرض اٹھرا بڑی موذی بلا ہے۔ اس سے حمل گرجاتے ہیں۔ بچے مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہوکر مرجاتے ہیں عمر طبعی کو نہیں پہنچتے۔

(استاذی المکرم حضرت مولانا حاجی نورالدین صاحب اعظم طبیب شاہی ریاست جموں) نے اپنے طبی تجارب سے اٹھرا کی میعاد اٹھارہ سال بتائی اور فرمایا۔ کہ اسکا حملہ اٹھارہ سال تک ہوتا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ حبّ اٹھرا اسکا مجرب علاج ہے چونکہ ہر ایک انسان کو اپنی نسل کے بڑھانیکی آرزو ہے۔ اور خالق کائنات نے فطرت انسانی میں روز اول سے طبعی طور پر داخل کر رکھا ہے اسی طرح بیماری بھی اس کے ساتھ اور علاج بھی ساتھ ہی آیا ہے۔ ہم بڑے زور کے ساتھ احساسات کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ اسکا مجرب علاج قبلۂ ام حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین ارسطوئے زمان شاہی طبیب مہاراجہ جموں و کشمیر سے ہم نے سبقاً پڑھا۔ اور ہزاروں مریضوں پر تجربہ کیا۔ خدا کے فضل و کرم سے حبّ اٹھرا کو نہایت ہی مفید پایا ہے۔ ارسطوئے زمان استاذی المکرم فرماتے تھے۔ کہ حبّ اٹھرا کے برابر کوئی دوائی مفید نہیں دیکھی۔ جیسے آپنے فرمایا۔ ویسا ہی ہم نے حبّ اٹھرا کو مفید پایا۔ ہزاروں مریضوں کو خدا کے فضل سے شفا ہوئی۔ اور بے شمار اندھیرے گھر جن کو اٹھرا نے بے چراغ کر دیا تھا۔ وہ گھر آج بفضل خدا حبّ اٹھرا کے استعمال سے خوبصورت بچوں سے چراغ گھر بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ الحمدللہ

ان تمام مذکورہ بالا باتوں کو مدنظر رکھ کر میں اپنے اٹھرا کے مریضوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ آپ فی الفور حبّ اٹھرا منگوا کر استعمال کریں۔ انشاء اللہ مقصود حاصل ہوگا۔ حبّ اٹھرا یعنی آب حیات نہایت ہی عمدہ دوائی ہے۔ اس کے استعمال کرنے والے کبھی بھی ناامید نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ رکھیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ سلطان سکندر نے آب حیات کی تلاش میں زر کثیر اور بے شمار جانوں کا نقصان کیا۔ اور خضرؑ کی رہبری سے بھی گوہر مقصود حاصل نہ کرسکا۔ آؤ میں آپ کو گھر بیٹھے ہوئے (چشمہ حیات زندگی) بتاتا ہوں۔ اور اس حبّ اٹھرا کے چشمۂ حیات ہونے کی معتبر شہادتیں بھی پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آب حیات حبّ اٹھرا کے ڈھونڈنے والے اس چشمۂ حیات پر پہنچ کر اپنے خشک لبوں کو تر کریں اور اپنی بے اولادگی کی پیاس کو اولاد کی زندگی کے پانی سے بجھادیں۔ اور دعائے خیر سے یاد کریں۔ یہ اشتہار کسی نام و نمود یا دولت کمانیکی غرض سے نہیں۔ بلکہ صرف ہمدردئی مخلوق کے لئے ہے ہاں اپنی محنت اور تکالیف کے معاوضہ میں صرف اس قدر خواہشمند ہوں۔ کہ آپ بھی اس جوہر بے بہا کی کماحقہٗ قدر کریں۔ چونکہ اٹھرا کے اسباب بہت ہیں۔ اسلئے مریضہ کے تمام حالات ہمراہ آرڈر آنے چاہئیں :

قیمت فی تولہ عہ۔ ایک حمل کیلئے ۹ تولہ حبّ اٹھرا کی ضرورت ہوتی ہے یکدم منگوائیں تو صرف للعہ روپیہ ادا کریں

المشتہر

نظام جان عبداللہ جان دواخانہ معین الصحت قادیان

اکسیر ککرہ

چونکہ ککرہ کی شکایت آج کل عام طور پر ہو رہی ہے۔ اس لئے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جناب حکیم نرسنگھ داس صاحب خاندانی طبیب سند یافتہ و تمغہ جات یافتہ طبیہ کالج دہلی نے اکسیر ککرہ نامی دوائی ایجاد کی ہے جو کہ انکا خاندانی نسخہ ہے۔ اور عرصہ دس سال سے تجربہ میں آرہا ہے۔ یہ اکسیر اسقدر مفید ثابت ہوا ہے۔ کہ اس کی مانگ سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کی اشد ضرورت کو پورا کر رہا ہے۔ جو صاحب کا شک وغیرہ سے آنکھیں دھلا کر مایوس ہو چکے ہیں ان کیلئے بے بہا تحفہ ہے ایک ہفتہ کے استعمال سے ککروں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ نیز دھند غبار سُرخی کیلئے بھی مفید ثابت ہوا ہے۔ بچوں کو روزمرہ آنکھوں میں لگانے سے ٹھنڈک پڑنے کے علاوہ ککرے نہیں ستاتے۔ اسکی ایک شیشی ہر گھر میں ہونی چاہیئے۔

ترکیب استعمال:۔ رات کو سوتے وقت بطور سرمہ یا چونڈی کے استعمال کریں۔ لگانے سے آنکھوں میں درد نہیں ہوتا۔ بلکہ ٹھنڈک پڑجاتی ہے۔

قیمت شیشی کلاں ۸ ر شیشی خورد ۴ ر نمونہ ۲ ر

المشتہر

منیجر

نارنگ یونانی شفاخانہ سرگودہا

طالب علموں کو مژدہ

(منظور کردہ سررشتہ تعلیم صوبہائے بنگال و بمبئی)

عالیجناب آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم بی اے ایل ایل بی۔ وکیل ہائی کورٹ میرٹھ	عالیجناب ڈاکٹر ضیاءالدین احمد صاحب ایم اے پی ایچ ڈی ڈی ایس سی سی آئی ای پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مشرق گورکھپور آرمی نیوز لودہیانہ سول اینڈ ملٹری نیوز لودہیانہ شیعہ کالج نیوز لکھنؤ الناظر۔۔ لکھنؤ مخزن۔۔۔ لاہور نقاد۔۔۔ آگرہ افادہ۔۔۔ آگرہ العصر۔۔ لکھنؤ اولڈ بوائے علی گڑھ	ہندوستان کے اسقدر اخبارات و رسائل و دیگر ماہران تعلیم نے بالاتفاق تسلیم کرلیا ہے۔ کہ پریکٹیکل ٹرانسلیشن (عملی ترجمہ) سے بہتر آجتک بلا مدد استاد کے کوئی انگریزی سکھانے والی کتاب نہیں لکھی گئی مبلغ ایکہزار روپیہ نقد انعام اس شخص کو دیا جائیگا۔ جو صرف یہ ثابت کردے۔ کہ طلبا و دیگر شائقین انگریزی دانی کیلئے اس سے بہتر کوئی اور کتاب بھی ملک میں موجود ہے قیمت حصہ اول ۸ ر حصہ دوم عہ حصہ سوم عہ ر تاجران کتب کو نقد قیمت پر کمیشن فیصدی ... ۔	اخبار تعلیم لاہور پیسہ اخبار لاہور وطن۔۔۔ لاہور وکیل۔۔۔ امرتسر مخبر دکن مدراس عثمان گزٹ حیدرآباد نیر اعظم مرادآباد ذوالقرنین بدایوں آگرہ اخبار آگرہ ... گڑھ
اگر پسند نہ ہو تو پوری قیمت واپس کردی جائیگی	ملنے کا پتہ۔ گیا پرشاد اینڈ سنز متصل شفاخانہ آگرہ	انکے علاوہ بہت سے استاد موجود ہیں

المشتہر خاکسار محمد رضی بی اے (علیگ) سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ

گھر بیٹھے ڈاکٹر بن جایئے

گھر کا ڈاکٹر

مرتبہ حکیم مظفر حسین الخوان ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور

اس میں ہر مرض کا نام لغت کی ترتیب پر درج کیا گیا ہے انگریزی و یونانی نسخہ جات اعلیٰ درجہ بقابل اعتبار میں درج کئے گئے ہیں سہل الحصول اور دیسی دوائیوں کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے تاکہ اسکی مدد سے دیہات و قصبات میں گھریلو علاج بلادقت ہو سکے۔ یہ ایک جامع و مستند ہیڈ ہے جسکی نظیر زمانہ سابق اور زمانہ حال کی کتابوں میں نہیں دیکھی جاتی ہر مرض کے ساتھ اسکی تشریح علامات۔ اسباب تشخیص اور علاج نہایت عمدگی اور اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب تمام قدیم و جدید ضخیم اور مستند طبی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ جو ہر وقت ساتھ رہ سکتا ہے۔ اور بآسانی کام دے سکتا ہے۔ یہ رسالہ تندرستی میں ہمدرد۔ رفیق اور ایام بیماری میں مونس و غمگسار ثابت ہوگا۔ اگر آپ کے پاس گھر کا ڈاکٹر نہیں ہے۔ تو فوراً منگائیے۔ کیونکہ سینکڑوں طبیبوں کا متفقہ قول ہے۔ کہ ہر خواندہ شخص کو یہ کتاب اپنے پاس رکھنی چاہیئے۔

تمام ضروری باتوں کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے معمولی لیاقت والے آدمی پر بھی یقیناً حکمت کے دروازے کھل جائینگے مشہور اطبا اور اخبارات نے اس کے تیرہ صد یونانی و ڈاکٹری مخلوط نسخوں کی بہت تعریف کی ہے۔

کتابت۔ طباعت کاغذ عمدہ صفحات ۲۳۶ قیمت صرف ۸ ر محصولڈاک ۳ ر

بذمہ خریدار حسب ذیل پتہ پر درخواست خریداری فوراً روانہ کردیں :

ملنے کا پتہ کتبخانہ لطف زندگی اندرون موچی دروازہ لاہور